

# منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین

۵۱۳۰۱

انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا



تصنیف لطیف

امامی حضرت مجدد الامام اعظم

رسالہ

# مُنیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین

۱۳۰۱ھ

۱۳۰۱ھ

(انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمہ اشہد ان محمدًا رسول اللہ سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بیٹو! توجروا۔

## فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام خوبیاں اللہ کے لیے جس نے گروہ انبیاء و مرسلین کے سربراہ کے نور سے تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو روشنی بخشی، صلاۃ و سلام ہو اس پر جو آنکھوں کا نور پریشان دلوں کا سرور یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا ذکر اذان و نماز میں بلند ہے۔ جس کا اسم گرامی اہل ایمان کے ہاں نہایت ہی محبوب ہے اور آپ کی آل و اصحاب پر

الحمد للہ الذی نور عیون المسلمین بنور عین اعیان المرسلین، والصلوة والسلام علی نور العیون سرور القلب المحزون محمد الرفیع ذکرة فی الصلوة والاذان، والحجیب اسمہ عند اہل الایمان، وعلی المر و صحبہ

جی کے مبارک سینے آپ کے اسرار و رموز کے جلال کیلئے  
 کھول دیئے، اور ان کی آنکھوں کو آپ کے انوار جمال  
 سے منور فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے  
 سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے اور حضرت  
 محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے  
 اور رسول ہیں جن کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث  
 کیا اور ہم پر بھی رحمت ہوان کے ساتھ، ان کے سبب  
 اور ان کے صدقہ میں یا ارحم الراحمین، مولیٰ جلیل کا عبد ذلیل  
 عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی ہنئی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی  
 کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کو منور فرمائے اور اس کے  
 تمام احوال کی اصلاح کرے ورنہ خالی کہ وہ رب الفلق کی پناہ  
 میں آتا ہے تمام مخلوق کے شر سے اور حمد کرتا ہے اللہ کی  
 اس پر جو اس نے عطا کی اور اس کی توفیق دی۔ (ت)

المشروحة صدورهم لجلال اسرارہ و  
 المفتوحة عيونهم بجمال انوارہ، واشهد  
 ان لا اله الا الله وحده لا شريك له،  
 وان محمدا عبده ورسوله  
 بالهدى ودين الحق ارسله  
 صلى الله تعالى عليه وعلى  
 آله وصحبه اجمعين، وعلينا  
 معهم وبهم ولهم يا ارحم الراحمين  
 آمين، قال العبد الذليل للمولى الجليل  
 عبد المصطفى احمد رضا محمدى السنى الحنفى  
 القادري البركاتى اليربلى، نور الله عيونہ و  
 اصلح شيوئہ مستعین ارباب الفلق من شر  
 ما خلق و حامد الله على ما الهم و وفق۔

## الحجواب

حضور پر نور شفیع یوم النشور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگلیٹھے  
 یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز، جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم، اور خود اگر  
 کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا، جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اس کے  
 ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں، پھر یہاں تو حدیث وفقہ و ارشاد علما و عمل  
 قدیم سلف صحاح سب کچھ موجود۔ علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا  
 صدیق اکبر و حضرت ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا امام حسن و حسین و حضرت نقیب الدین ابی المصطفیٰ  
 تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا ابوالعباس خضر علی الجلیب الکیم و علیہم جمیعاً الصلاۃ و التسلیم و غیرہم اکابر دین سے حدیث روایت  
 فرمائی جس کی قدرے تفصیل امام علامہ کس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی  
 اور جامع الرموز شرح نقایہ منقصر الوقایہ و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد و رد المحتار حاشیہ در مختار و غیرہ کتب فقہ میں اس  
 فعل کے استحباب و استحسان کے صلیت تصریح آئی، ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر و علماء مثل مشکم فتویٰ

وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور ان حدیثوں کے بارہ میں اُن محدثین کرام و محققین اعلام نے جو تصحیح و تضعیف و تخریج و توثیق میں دائرہ اعتدال سے نہیں نکلے اور راہ تساہل و تشدد نہیں چلتے حکم اخیر و خلاصہ بحث و تنقیر یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں یا اصطلاح محدثین درجہ صحت کو فائز نہ ہوئیں، مقاصد میں فرمایا،

لَا يَصِحُّ فِي الْمَرْفُوعِ مِنْ كُلِّ هَذَا شَيْءٌ<sup>۱</sup>۔ بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (د ت)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ اہباری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں،

كُلُّ مَا يَرْوَى فِي هَذَا لَا يَصَحُّ سِرْفَهُ الْبُتَّةُ<sup>۲</sup>۔ اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا حتمی صحیح نہیں۔ (د ت)

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی رد المحتار میں علامہ سہیل جراح رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں،

لَمْ يَصِحُّ فِي الْمَرْفُوعِ مِنْ كُلِّ هَذَا شَيْءٌ<sup>۳</sup>۔ بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (د ت)

پھر خادم حدیث پر روشن کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ نفی صلاح و تماسک و صلوح تمسک نہ کہ دعویٰ وضع کذب، تو عند تحقیق ان احادیث پر جیسے با اصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں یونہی حکم وضع و کذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ تصریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور اور عمل علماء و قبول قدما حدیث کے لیے قوی، دیگر آرد نہ سی تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول، اور اس سے بھی گزریے تو بلا شبہ یہ فعل اکابر دین سے مروی و منقول اور سلف صالح میں حفظ صحت بصور و شنائی چشم کے لیے مجرب اور معمول، ایسے عمل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف اور نفع حاصل تو منع باطل، بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کر نا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے، ولہذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا، قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت

۱۔ المقاصد المحمدیہ حروف الیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۵

۲۔ الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ (موضوعات کبریٰ) حدیث ۸۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰

۳۔ رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۹۳/۱



روایتی صوفی نے اپنی کتاب ”موجبات الرحمة وعزائم المغفرة“ میں ایسی سند سے جس میں مجاہد ہیں اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشد ان محمد رسول اللہ سن کر مرجبا بجیلبی وقرة عینی عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیہ بن ابی ہاشم کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے ایک بار ہوا چلی ایک کنکری ان کی آنکھ میں پڑ گئی نکالتے تھک گئے ہرگز نہ چلی اور نہایت سخت درد پہنچا! انہوں نے مؤذن کو اشد ان محمد رسول اللہ کہتے ہوئے یہی کہا فوراً نکلی گئی رواد جہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے۔

یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام و خطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے نقل کیا کہ میں نے انہیں فرماتے سنا

الرداد الجانی المتصوف فی کتابہ موجبات الرحمة وعزائم المغفرة بسند فیہ مجاہد مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام انہ قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشد ان محمد رسول اللہ ، مرجبا بجیلبی وقرة عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، ثم یقبل ابہامہ و یجعلہما علی عینہ لہ یرمد ابدایہ پھر فرمایا :

ثم روی بسند فیہ من لہ اعرفہ عن الخ فقیہ محمد بن ابی ہاشم حکى عن نفسه انہ ہبت ریح ، فو قعت منہ حصاة فی عینہ فاعیاه خروجہا والمتہاشد الالہ ، وانما لما سمع المؤذن یقول اشد ان محمد رسول اللہ ، قال ذلک فخرجت الحصاة من فوراً ، قال الرداد رحمہ اللہ تعالیٰ ، و ہذا یسیر فی جنب فضائل الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

پھر فرمایا :

وحكى الشمس محمد بن صالح المدنی امامہا و خطیبہا فی تاریخہ عن المجد احد القدماء من المصريين ، انہ سمعہ یقول من صلی

جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں  
سُن کر کلمہ کی اُننگلی اور اُنگوٹھا ملائے اور انھیں بوسہ  
دے کر آنکھوں سے لگائے اُس کی آنکھیں کبھی نہ  
دُکھیں۔

علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سمع  
ذکرہ فی الاذان ، وجمع اصبعیه المسبحۃ  
والابهام وقلبیما ومسح بهما عینیه لم  
یرمد ابداً  
پھر فرمایا ،

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرنندی  
سے بھی سنا کہ بعض مشایخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور  
اُن کی روایت میں یوں ہے کہ آنکھوں پر مس کرتے وقت  
یہ درود عرض کرے صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا  
رَسُوْلَ اللہِ یَا حَبِیْبَ قَلْبِیْ وَیَا نُوْدَ بَصَرِیْ  
وَیَا قُوَّةَ عِیْنِیْ ، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجہد و  
فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں  
ہماری آنکھیں نہ دُکھیں۔

قال ابن صالح ، وسعت ذلك ایضا من الفقیه  
محمد بن الزرنندی عن بعض شیوخ العراق  
او العجم انه يقول عند ما یمسح عینیه ، صلی  
اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب  
قلبی ویا نور بصری یا قوۃ عینی ، قال لی کل  
منہما منذ فعلہ لم ترمد عینی۔

پھر فرمایا ،

یعنی امام ابن صالح ممدوح نے فرمایا اللہ کے لیے حمد و  
شکر ہے جب سے میں نے یہ عمل اُن دونوں صاحبوں  
سے سنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں  
نہ دُکھیں اور اُمید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں  
کبھی اندھا نہ ہوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قال ابن صالح وانا والله الحمد والشکر منذ  
سمعتہ منہما استعملتہ ، فلو ترمد عینی  
وارجوان عافیتہما تدوم وافی اسلم من  
العی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فرمایا ،

یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی  
ہو کہ اُنھوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابو الحسن علی بن محمد  
بن حدید الحسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے

قال وروی عن الفقیہ محمد بن سعید الخولانی  
قال اخبرنی الفقیہ العالم ابو الحسن علی بن محمد  
بن حدید الحسینی ، اخبرنی الفقیہ الزاہد بلالی





میں ہے۔

الى الجنة كذا في كثر العباد.

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں، و نحوه في الفتاوى الصوفية یعنی اسی طرح

امام فقیر عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ نام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المفهرات شرح قدوسی قدس سرہانے فتاویٰ صوفیہ میں فرمایا شیخ مشائخا خاتم المحققین سید العلماء الحنفیہ بمکہ الحمدی مولانا جمال بن عبد اللہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں،

یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر شریف سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں، میں نے ان لفظوں سے جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے ہمارے مشائخ نے متعدد کتابوں میں اس کے تحب ہونے کی تصریح فرمائی۔

سئل عن تقبيل الالبهامين ووضعهما على العينين عند ذكر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم في الاذان، هل هو جائز ام لا اجبت بما نصه نعم تقبيل الالبهامين ووضعهما على العينين عند ذكر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم في الاذان جائز، بل هو مستحب نسرا به مشايخنا في غير ما كتب.

علامہ محدث محمد ظاہر فتنی رحمہ اللہ تعالیٰ "تکملہ مجمع بحار الانوار" میں حدیث کو صرف لایصح فرما کر لکھتے ہیں، و روی تجربة ذلك عن كثيرين یعنی اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئیں۔

فقیر مجیب غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے، اب طالب تحقیق و صاحب تدقیق، افادات چند نافع و سودمند پر لحاظ کرے، تاکہ بکول اللہ تعالیٰ چہرہ حق سے نقاب اٹھے اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کیے ان کی قدر سے تفصیل زیور گوشتش سامعین بنے کہ یہاں بسط کامل و شرح کافل کے لیے تو دفتر و محیط، بلکہ مجلد بسیط درکار و اللہ الموفق و نعم المعین فاقول و باللہ التوفیق و بہ الوصول الحمد ذری التحقیق۔

افادہ اول (حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے، بلکہ صحیح اُن کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے

جس کے شرائط سخت و دشوار اور موافق و علائق کثیر و بسیار، حدیث میں اُن سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتقاء کم ہوتا ہے، پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں اگر اس بحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرما دیتے ہیں ”یہ حدیث صحیح نہیں“ یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حسن کہتے ہیں یہ بالکل صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حسن ہی کیوں کہلائی، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے ٹھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التحقيق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استناد و احتجاج کی پوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اُسے صحیح نہیں کہتے برابر اُس پر اعتماد فرماتے اور احکام حلال و حرام میں حجت بناتے ہیں، امام محقق محمد محمد بن امیر الحاج علی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

قول الترمذی "لا یصح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی هذا الباب شیء" انتہی لاینفی وجود الحسن ونحوہ والمطوب لا یتوقف ثبوته علی الصحیح، بل کما یثبت بہ یثبت بالحسن ایضاً۔  
اُسی میں ہے:

ترمذی کا یہ فرمان کہ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں ملے انتہی حسن اور اس کے مثل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوت مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یونہی حسن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی  
لا یلزم من نفی الصحیحة نفی الثبوت علی وجه الحسن۔

یعنی اصطلاح علم حدیث کی رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقة میں فرماتے ہیں:

قول احمد "انه حدیث لا یصح" اے

یعنی امام احمد کا فرمان کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے

علیہ ذکرہ فی مسئلۃ المسح بالمدیل بعد الموضوء ۱۲ منہ  
علیہ آخر صفة الصلاة قبیل فصل فیما کرہ فعلہ فی الصلوة ۱۲ منہ

وضو کے بعد قولہ استعمال کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)  
منہ الصلوة کے آخر میں فیما کرہ فعلہ فی الصلوة سے متواتر  
پہلے اسے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

گیا رہیں باب کی فصل اول کے آخر اور فصل ثانی سے  
متواتر پہلے عاشوراء کے دن اہل و عیال پر وسعت والی  
حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

علیہ ذکرہ فی حدیث التوسعة علی العیال یوم  
العاشوراء فی آخر الفصل الاول من الباب الحادی  
عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ

لذا انه فلا ينفى كونه حسنا لغيرة ، والحسن لغيرة  
 يحتج به كما بين في علم الحديث  
 سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلاني رحمه الله تعالى عليه اذكار امام نووي کی تحریک احادیث میں فرماتے ہیں ،  
 من نفى الصحة لا ينفى الحسن اذ ملخصا  
 یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا متفق نہیں ہوتا۔  
 اہ ملخصا

یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں ،  
 هذا القسم من الحسن مشارك للصحيح في  
 الاحتجاج به وان كان دونه  
 مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں ،  
 لا يصح لا ينافي الحسن اذ ملخصا  
 یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اُس کے حسن  
 ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اہ ملخصا

سیدی نور الدین علی کھودی جواہر العقیدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں ،  
 قد يكون غير صحيح وهو صالح للاحتجاج  
 به ، اذ الحسن مرتبة بين الصحيح والضعيف  
 یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے  
 وہ قابلِ حجیت ہے ، اس لیے کہ حسن کا رتبہ صحیح و  
 ضعیف کے درمیان ہے ۔

حدیث کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینضح ان ینفعل الرجل قائما  
 (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر  
 جوتا پینے سے منع فرمایا۔ ت) کو امام ترمذی نے جابر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے فرمایا ،

۱۸۵ ص	مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان	الفصل الاول فی الآیات الواردة فیہم	۱۸۵ ص
۳۳ ص	مطبوعہ مطبع علیی لاہور	نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار	۳۳ ص
۲۳۶ ص	مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت	نہ نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر بحث حدیث حسن لذاتہ	۲۳۶ ص
		الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة حدیث ۹۲۹	
		جواہر العقیدین فی فضل الشرفین	
۲۰۹/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحد	۲۰۹/۱

کلا الحدیثین لایصح عند اهل الحدیث لے دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔

علامہ عبد الباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:

نفیہ الصحة لا ینافی انه حسن کما علمت صحیح کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم

ہو چکا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد اصطلاح محدثین میں عدم صحت کا ذکر غرابت کا حکم نہیں  
چہ صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شد درجہ اعلیٰ رکھتا کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلیٰ ترین درجہ ہے  
ست و ائمة آل تنگ ترجیح احادیث کہ در کتب مذکور جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے اور اس کا دائرہ نہایت  
ست، حتی دریں شش کتاب کہ آنرا صحاح ستہ گویند ہم ہی تنگ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں مذکور  
بر اصطلاح ایشان صحیح نیست، بلکہ تسمیہ آنها صحاح ہیں حتی کہ ان چھ کتب میں بھی جن کو صحاح ستہ  
باعتبار تغلیب ست ہے کہا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح  
نہیں ہیں بلکہ ان کو تفسیلاً صحیح کہا جاتا

ہے۔ (د ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الحق والیدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول:

وقول من يقول في حديث انه لم يصح ان سلّم لم یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں اگر  
يقدر لان الحجية لا تتوقف على الصحة، بل مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں ڈالتا کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر  
الحسن كاف ہے موقوف نہیں بلکہ حسن کافی ہے۔

تیسرے مقصد دوسری نوع نقل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر میں اس کا بیان ہے۔ (د ت)

عنه المقصد الثالث النوع الثاني ذكر نقله صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ منه (م)

۲۰۹/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	۱۰۹/۱	جامع الترمذی باب ما جاء في كراهية المشي في النعل الواحدة
۵۵/۵	مطبوعہ عامرہ مصر	۵۵/۵	شرح الزرقانی علی المواہب ذکر لعلہ صلی اللہ علیہ وسلم
۵۰۲۵	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۵۰۲۵	شرح صراط المستقیم لعبدالحق المحدث دہلوی
۱۸/۳	مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان	۱۸/۳	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب ما لا يجوز من اكل في الصلاة

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج مفتی ہو  
 نہ کہ صالح و لائق اعتبار نہ ہونا نہ کہ محض باطل و موضوع ٹھہرنا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح و موضوع دونوں  
 ابتداء و انتہا کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث  
 ہیں درجہ بدرجہ، (حدیث کے مراتب اور ان کے احکام) مرتبہ صحیح کے بعد حسن لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن لذاتہ، پھر  
 حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاط راوی یا ثبوت حفظ یا تدلیس  
 وغیرہا، اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت تناول ہے اور وہ سب صحیح بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، یہ  
 متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے، اُس وقت وہ صلاحیت  
 احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور گرا نہا پڑتی ہے، ورنہ دربارہ فضائل تو آپ ہی مقبول و تنہا کافی ہے، پھر درجہ ششم  
 میں ضعیف قوی و وہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ قواعد قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے  
 جُدا نہ ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج درکار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے  
 طور پر بعد انجبار متعدد خارج و تنوع طرق منصب قبول و عمل پاتی ہے، کما سَنَبِّتُہٗ اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ (ان شاء اللہ  
 تعالیٰ عنقریب ان کی تفصیلات آ رہی ہیں۔ ست) پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا تمہم با کذب پر  
 ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کے رُو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذب  
 پر ہو عین موضوع یا نظر تدقیق میں یوں کہنے کہ ان اطلاعات پر داخل موضوع ملکی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کلبہ،  
 یہ بالا جماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اُسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے، حقیقتہً  
 حدیث نہیں محض مجہول و اقرار ہے، والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔ وسیرو علیک تفاصیل جل ذلک ان شاء اللہ  
 العلوی الاعلیٰ (اس کی روشنی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے لیے بیان کی جائے گی۔ ست) طالب تحقیق ان  
 چند حروف کو یاد رکھے کہ باوصف و جازت محصل و ملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر  
 میں کم ملیں، واللہ الحمد والعنة (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔) خیر بات دُور پڑتی ہے کہنا اس  
 قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکارِ صحت سے اثبات وضع ماننا زمین و آسمان کے  
 قلابے ملانا ہے، بلکہ نفی صحت اگر یعنی نفی ثبوت ہی لیجئے یعنی اُس فرقہ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت  
 حسن دونوں کو شامل، تاہم اُس کا حاصل اس قدر ہو گا کہ صحیح و حسن نہیں نہ کہ باطل و موضوع ہے کہ حسن و موضوع کے  
 بیچ میں بھی دُور دراز میدان پڑے ہیں۔

میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجے کہ کام اُن صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لیے  
 دیدہ و دانستہ محض اُفتی عامی بن جاتے اور ہر منیر کو زیر دامن کر دیتے ہیں۔ لہذا کلماتِ علماء سے اس روشن

مقدمہ کی تصریحیں لیجئے،

امام سند الحفاظ و امام محقق علی الاطلاق و امام علی و امام مکی و علامہ زرقانی و علامہ سمودی و علامہ ہروی کی عبارات کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلالت النص و فحوی الخطاب اس دعویٰ میں پر دلیل میں کرب نفعی صحت سے نفی حسن تکلف نہیں قرابات وضع تو خیال محال سے ہمدوش و قرین۔

(حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے، تاہم عبارات النص سنئے،

امام بدر الدین زکریا کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن

عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ الموضوعہ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں،

بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع ہون کبیر، فان  
الوضع اثبات الکذب والاختلاق، و قولنا  
لم یصح لایلزم منه اثبات العدم، وانما هو  
اخبار عن عدم الثبوت، و فرق بین الامرین۔  
یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع  
کہنا ان دونوں میں بڑا بیل ہے، کہ موضوع کہنا تو اسے  
کذب و افتراء ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث  
لازم نہیں، بلکہ اس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے، اور

ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ لآلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصر نقل کیا، تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا،

و هذا ایحی فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی  
”لا یصح“ انما نحوه  
یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس  
حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان

سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاطل و عاری ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی القول المسد فی الذب عن سند احمد میں فرماتے ہیں،

لا یلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون  
موضوعاً۔  
یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم  
نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقیبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں،

اکثر ما حکم الذہبی علی هذا الحدیث،  
یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا

۱۔ مجمع بحار الانوار فصل و علومہ و اصطلاحتہ نوکشود لکھنؤ ۵۰۶/۳

۲۔ تنزیہ الشریعۃ کتاب التوحید فصل ثانی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰/۱

۳۔ القول المسد الحدیث السابع مطبوعہ دائرۃ المعارف النہانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۴۵

انہ قال متن لیس بصحیح و هذا صادق  
بحکم کیا کہ یہ متن صحیح نہیں، یہ بات ضعیف ہونے سے بھی  
صادق ہے۔

علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں،  
لا یلزم من عدم الصحة وجود الوضع کما  
لا یخفی ۱۰  
یعنی کھل ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے  
موضوع ہونا لازم نہیں آتا،

اسی میں روز عاشور امر لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکم لا یصح هذا  
الحديث (یہ حدیث صحیح نہیں۔ ت) نقل کر کے فرماتے ہیں،

قلت لا یلزم من عدم صحته ثبوت وضعه و  
غایتہ انہ ضعیف ۱۰  
یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا  
لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

علامہ طبر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام سند الحفاظ عسقلانی سے ناقل،

ان لفظ لا یثبت لا یثبت الوضع فان الثابت  
یشمل الصحیح فقط، والضعیف دونہ ۱۰  
یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت  
ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو  
اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے۔

بلکہ مولانا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث البطیخ قبل الطعام یفصل البطن غسلا و یناھب بالید  
اصلاً (کھانے سے پہلے تریوز کھانا پیٹ کو خوب دھو دیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ ت) کی نسبت  
قول امام ابن عساکر "شاذ لا یصح" (یہ شاذ ہے صحیح نہیں۔ ت) نقل کر کے فرماتے ہیں،

هو یفید انہ غیر موضوع کما لا یخفی ۱۰  
یعنی اُن کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں  
جیسا کہ خود ظاہر ہے۔

یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا مفتری یا مختلف کتے نفی صحت پر کیوں اقتصار کرتے، فافہم

۱۰	التعقیبات علی الموضوعات	باب بدء الخلق والانبیاء	مکتبہ اشرفیہ ساکنہ بل کشن پورہ	ص ۴۹
۱۱	موضوعات ملا علی قاری	بیان احادیث العقل حدیث ۱۲۲۳	مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت	ص ۳۱۸
۱۲	" " "	بیان احادیث الاحتمال یوم عاشور الحدیث ۱۲۹۸	" " "	ص ۳۴۱
۱۳	مجمع تذکرۃ الموضوعات	الباب الثاني فی اقسام الواضعین	کتب خانہ مجید بیہ ملتان	ص ۳۶
۱۴	موضوعات ملا علی قاری	حدیث البطیخ قبل الطعام حدیث ۱۳۳۳	" " "	ص ۳۵۰

واللہ تعالیٰ اعلم۔

تبیین کچھ اللہ تعالیٰ یہاں سے ان متکلمین طائفہ منکرین کا جملہ شنیع و زور قطع موضوع تام طشت از بام ہو گیا جو کلمات علامہ مثل مقاصد حسنہ و مجمع البحار و تذکرۃ الموضوعات و مختصر المقاصد وغیرہ اسے احادیث تقبیل ابہامین کی نفی صحت نقل کر کے بے دھڑک دعویٰ کر دیتے ہیں کہ اُن کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع و غیر مشروع ہے، سبحان اللہ کہاں نفی صحت کہاں حکم وضع، کیا مزہ کی بات ہے کہ جہاں درجات متعدد ہوں وہاں سب میں اعلیٰ کی نفی سے سب میں ادنیٰ کا ثبوت ہو جائے گا، مثلاً زید کو کہیے کہ بادشاہ نہیں تو اُس کے معنی یہ پٹھریں کہ نان شبیلہ کو محتاج ہے، یا متکلمین طائفہ کو کہئے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں و لکن الوہابیۃ قوم یجھلون۔

افادہ دوم (جہالت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اُسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل و موضوع بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قاذب صحت و مانع حجیت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ (مجہول کی اقسام اور ان کے احکام) مجہول کی تین قسمیں ہیں: اول مستور جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ دوم مجہول العین، جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

وہذا علی تذازع فیہ، فان من العلماء من نفی الجہالۃ بروایۃ واحد معتمد مطلقا او اذا کان لا یروی الا عن عدل عنده، کیجی بن سعید القطان و عبد الرحمن بن مہدی والامام احمد فی مسندہ، و ہناک اقوال آخر۔

اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک ثقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحییٰ بن سعید بن القطان، عبد الرحمن بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں۔ (ت)

سوم مجہول الحال، جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں و قد یطلق علی ما یشمل المستور (کبھی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہو جائے۔ ت)

قسم اول یعنی مستور تو مجہور محققین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام الامام سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، فتح المغیث میں ہے، قبلہ ابو حنیفہ خلافاً للشافعی (امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے قبول



کرتے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ت) امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے۔

قاله في شرح المذهب ، ذكره في التدریب ،  
وكذلك مال الى اختياره الا ما ابو عمرو  
بن الصلاح في مقدمته ، حيث قال في  
المسئلة الثامنة من النوع الثالث والعشرين  
وليشبه ان يكون العمل على هذا الرأي في كثير  
من كتب الحديث المشهورة في غير واحد من  
من الرواة الذين تقادم العهد بهم و  
تعذرت الخبرة الباطنة بهم۔

(ت)

اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے جمہور مورث ضعف مانتے ہیں۔ امام زین الدین عراقی الفیہ میں فرماتے ہیں:

واختلفوا هل يقبل المجهول  
مجهول عين من له سرا فقط  
مجهول حال باطن و ظاهر  
الثالث المجهول للعدالة  
حجية بعض من منع  
وهو على ثلاثة مجعول  
وردة اکثر والقسم الوسط  
وحكم الرد لدى الجماهر  
في باطن فقط فقد رأى له  
ما قبله منهم سليم فقط

(مجهول کے بارے میں علماء حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ اس کی تین اقسام ہیں، مجهول العین جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو، اسے اکثر نے رد کر دیا ہے۔ اور دوسری قسم وہ مجهول ہے جس کے راوی کی ظاہری اور باطنی عدالت دونوں ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رد کر دیا ہے تیسری قسم وہ مجهول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت ثابت نہ ہو، اسے بعض نے رد کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم ہیں تو انہوں نے قطعی قبول کیا ہے۔ ت)

عہ ای للامام سلیم بالتصغیر ابن ایوب  
الرازی الشافعی فانه قطع بقبوله ۱۲ منه  
راضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (مر)  
اس سے مراد امام سلیم (تصغیر) ابن ایوب  
رازی شافعی ہیں ان کے نزدیک ایسی روایت کو  
قطعا قبول کیا جائیگا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

۱۔ مقدمہ ابن الصلاح النوع الثالث والعشرون  
۲۔ الفیہ فی اصول الحدیث مع فتح المغیث معرفة من تقبل روايته ومن تردد دارالامام الطبری بیروت ۲/۴۳  
مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۵۳

اسی طرح تقریب الراوی و تدرب الراوی وغیرہا میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں ،

المجهول اقسام مجہول العدالة ظاہراً و باطناً ، و مجهولہا باطناً مع وجودہا ظاہراً و هو المستور ، و مجهول العین ، فاما الاول فالجمهور علی انه لا یتحتج بہ ، و اما الاخران فاحتج بہما کثیرون من المحققین

مجہول کی کئی اقسام ہیں ، ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہر و باطن میں غیر ثابت ہو ، دوسری قسم عدالت باطن مجہول مگر ظاہراً معلوم ہو ، اور یہ مستور ہے ، اور تیسری قسم مجہول العین ہے ، پہلی قسم کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ قابل قبول نہیں اور دوسری دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابوطالب مکی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام و اولیائے عظام قدس اسرار ہم کا مذہب قرار دیتے ہیں ، کتاب مستطاب علیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المہبوب کی فصل ۳ میں فرماتے ہیں :

بعض ما یضعف بہ رواۃ الحدیث و تعلل بہ احادیثہم ، لایکون تعیید و لا جرحاً عند الفقہاء ولا عند العلماء باللہ تعالیٰ مثل ان ینکون الراوی مجہولاً ، لایشارہ الخمسون وقد ندب الیہ ، اولئکہ الاتباع لہ اذ لم یقم لہم الاثرۃ عنہ۔

یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے ، فقہاء و علماء کے نزدیک باعث ضعف و جرح نہیں ہوتیں جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لیے کہ اس نے گناہی پسند کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اس کے شاگرد کم جوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا۔

بہر حال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجہ طعن سے بھی ہے یا نہیں ، یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو خواہی بخواہی باطل و مجہول ہو ، بعض متشددین نے اگر دعوے سے قاصر دلیل ذکر بھی کی علماء نے فوراً رد و ابطال فرما دیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ ، مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان فرماتے ہیں :

جہالت بعض الرواة لا تقتضي كون الحديث موضوعاً وكذا انكاره الالفاظ، فينبغي ان يحكم عليه بانه ضعيف، ثم يعمل بالضعيف في فضائل الاعمال<sup>۱</sup>

یعنی بعض راویوں کا بھول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کہو، پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا، فیہ سراً و مجهولاً، ولا یضر لاند من احادیث الفضائل<sup>۲</sup> (اس میں ایک راوی بھول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے)

موضوعات کبیر میں استاذ الحدیث امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا، انہ لیس بموضوع وفي سندہ مجهول<sup>۳</sup> (یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی بھول ہے)

امام بدر الدین زکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ میں فرماتے ہیں،

لو ثبتت جہالتہ لم یلزم ان ینکون الحدیث موضوعاً یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع مالہ یکن فی اسنادہ من یتھم بالوضع<sup>۴</sup> ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

علہ ذکرہ فی باب فضل الاذان و اجابۃ المؤذن آخر الفصل الثانی ۱۲ منہ (م)

علہ یزید حدیث عالم قریش یملؤ الارض علما ۱۲ منہ (م)

علہ قالہ فی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی صلاۃ التسبیح لکن اہلہ ابو الفرج بجهالة مؤلفی بن عبد العزيز ۱۲ منہ - (م)

فضیلت اذان اور جواب اذان کے باب کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (د)

حدیث قریش کا ایک عالم زمین کو علم کی دولت سے بھر دے گا کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (د)

صلوۃ التسبیح کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابو الفرج نے موسیٰ بن عبد العزیز کی جہالت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا ہے۔

سہ رسالہ فضائل نصف شعبان

سہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب الاذان فصل ثانی مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ طمان ۱۶۱/۲

سہ الاسرار المرفوۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث ۶۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۵۷

سہ لآلی مصنوعہ صلوۃ التسبیح التجاریۃ البکرنی مصر ۴۴/۲

یہی دونوں امام تخریج احادیث رافضی و لائی میں فرماتے ہیں:

لا يلزم من الجهل بحال الراوى ان يكون  
الحديث موضوعاً. لازم نہیں آتا۔  
راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا

امام ابو الفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء  
الأخرة لم تقبل له صلاة تلك الليلة<sup>ؑ</sup> جس نے آخری عشاء کے بعد کوئی (شعر) کہا اس کی اس رات  
کی نماز قبول نہ ہوگی۔ (ت) کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطا ہے، اس  
پر شیخ الحافظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدوفی الذب عن مسند احمد پھر امام سیوطی نے لائی و تحقیقات میں فرمایا:  
لیس فی شئ مما ذكره ابو الفرج ما يقتضي الوضع<sup>ؑ</sup> یہ عین جوا ابو الفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت  
کی مقتضی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقة میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی تزویج فاطمة من علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت فرماتے ہیں:

كونه كذا يافيه نظراً، وانما هو غريب في مسنده  
مجہول<sup>ؑ</sup> اس کا کذب ہونا مسلم نہیں، ہاں غریب ہے اور راوی

علامہ زر قانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

عنه قاله في حديث وعبد تارك الحج فليمت  
انشاء يهوديا او نصرانيا ۱۲ من رضى الله تعالى عنه  
ایسا بندہ جو حج کو ترک کرنے والا ہو اگر وہ چاہے تو  
یہودی یا نصرانی مر جائے ۱۲ من رضى الله تعالى عنه  
عنه (ت)

عنه باب وفاة امه وما يتعلق بابويه صلى الله  
تعالى عليه وسلم ۱۲ منہ  
باب وفاة امه وما يتعلق بابويه صلى الله  
تعالى عليه وسلم ۱۲ منہ

۱۱۸/۲	مطبوعة التجارية الكبرى مصر	صلوة التيسيع	لہ لائی مصنوعہ
۲۶۱/۱	مطبوعة الفكر بيروت	في حديث انشاء الشعر بعد العشاء	۱۱۸ کتاب الموضوعات
ص ۳۶	مطبوعة دائرة المعارف العثمانية حیدرآباد دکن ہند	الحديث الثاني	۱۱۸ القول المسدوف
ص ۱۲۳	مکتبہ حمید یہ بلدان	الباب الحادی عشر	۱۱۸ الصواعق المحرقة

قال السهيلي في اسناده مجاهيل وهو ينفيد  
ضعف فقط، وقال ابن كثير منكر جدا وسنده  
مجهول وهو ايضا صريح في انه ضعيف فقط،  
فالمنكر من قسم الضعيف، ولذا قال السيوطي  
بدلاً ما ورد قول ابن عساكر منكر "هذا حجة  
لما قلته من انه ضعيف، لا موضوع، لان المنكر  
من قسم الضعيف، وبينه وبين الموضوع فرق  
معروف في الفن، فالمنكر ما انفرد به الراوي  
الضعيف مخالفاً لرواته الثقات فان انتفت  
كان ضعيفاً فقط وهي مرتبة فوق المنكر اصلح  
حالاته اهـ ملخصاً

امام سیلی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں جو اس کی  
فقط ضعف پر ڈال ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ بہت زیادہ منکر  
ہے اور اس کی سند مجہول ہے اور یہ بھی اس بات کی  
تصریح ہے کہ یہ فقط ضعیف ہے، کیونکہ منکر ضعف کی قسم  
میں سے ہے، اسی لیے امام سیوطی نے ابن عساکر کے قول  
"یہ منکر ہے" وارد کرنے کے بعد فرمایا یہ میرے اس قول  
"یہ ضعیف ہے" کی دلیل ہے موضوع ہونے کی نہیں  
کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے بعد اور حدیث موضوع  
کے درمیان فی اصول حدیث میں فرق واضح اور مشہور ہے  
منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور  
روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو یہ کمزوری  
روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو یہ کمزوری

اگر فتنی ہو جائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ منکر سے اعلیٰ ہے اور اس سے حال کے لحاظ سے بہتر ہے ملخصاً  
خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث  
منکر سے احسن و اعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو، پھر وہ بھی موضوع نہیں تو فقط  
ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ، امام علیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم۔  
افادہ سوم (حدیث منقطع کا حکم) اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں، ہمارے ائمہ کرام اور  
جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت و حمیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر  
میں فرماتے ہیں:

ضعف بالانقطاع وهو عندنا كالارسال بعد  
علی یعنی حدیث احوال الابرارین انکریمین حتی احنا  
به صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ من (ہ)  
علی قولہ کالارسال ای علی تفسیر وہو منہ علی آخر  
وہرہو علی اطلاق ۱۲ من (ہ)

اسے انقطاع کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے جو کہ نقصان نہیں  
یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور کے والدین کریمن زندہ ہو کر  
آپ کی ذات پر ایمان لائے یہ اس حدیث کے تحت مذکور ہے ۱۲ من (ہ)  
قولہ کالارسال یعنی ایک تفسیر پر اور وہ یہ ہے کہ سند کے آخر  
سے راوی ساقط ہو اور وہ ارسال انقطاع علی لا اطلاق ہے ۱۲ من (ہ)

عدالة الرواة وثقتهم لا يضره

کیونکہ راویوں کے عادل وثقہ ہونے کے بعد منقطع ہمارے  
نزدیک مرسل کی طرح ہی ہے۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج علیہ السلام فرماتے ہیں :

لا يضر ذلك فان المنقطع كالمرسل في قبوله  
من الثقات

یہ بات نقصان نہیں دیتی کیونکہ منقطع قبولیت میں مرسل  
کی طرح ہے جبکہ ثقہ سے مروی ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں :

قال ابو داود هذا مرسل اي نوع مرسل وهو  
المنقطع لكن المرسل حجة عندنا وعند  
الجمهور

ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے  
لیکن مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت  
ہے۔ (ت)

اور جو اسے قاذح جانتے ہیں وہ بھی صرف مورث ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت، مرقاۃ شریف  
میں امام ابن حجر مکی سے منقول :

لا يضر ذلك في الاستدلال به ههنا لان المنقطع  
عليه اول صفة الصلاة في الكلام على زيادة وجل  
ثناؤك في الشفاء ۱۲ منہ (م)

یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل  
صنۃ الصلوٰۃ کی ابتدا میں جہاں ثناء میں وجل ثناء کے  
الفاظ کے اضافہ میں کلام ہے وہاں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)  
اس کا ذکر امام المؤمنین کی اس حدیث کے تحت ہے کہ نبی کریم  
سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج مطہرات سے  
تقبیل فرماتے تو وضو کے بغیر کوئی نماز پڑھ لیتے تھے۔  
۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

عکس تحت حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ  
عنها کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
يقبل بعض ازواجه ثم یصلی ولا یتوضؤ  
۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

اس حدیث کے تحت اس کا ذکر ہے کہ جب تم میں سے  
کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں تین دفعہ سبحان اللہ  
العظیم پڑھے اس طرح اس کا رکوع مکمل ہو جائیگا۔ ترمذی نے کہا  
اسکی سند متصل نہیں حافظ ابن حجر نے کہا یہ نقصان دہ نہیں ۱۲ منہ (ت)

عکس تحت حدیث اذ ارکع احدکم فقال فی رکوعه  
سبحان ربی العظیم ثلاث مرات فقد تم رکوعه قال  
الترمذی لیس اسنادہ بمتصل فقال ابن حجر  
هو لا يضر ذلك ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۹/۱

کتاب الطہارۃ

سۃ فتح القدر

سۃ حلیۃ المحلی

سۃ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب یوجب الوضوء مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۴۳/۱



اُسی میں ہے،

رَأَيْتُ الذَّهَبِيَّ قَالِي فِي تَارِيخِهِ \* هَذَا حَدِيثٌ  
مَنْكُرٌ لَا يَعْرِفُ إِلَّا بِبَشْرٍ وَهُوَ ضَعِيفٌ أَنْتَهَى  
فَعَلِمَ أَنَّهُ ضَعِيفٌ لَا مَوْضُوعٌ<sup>۱</sup>

اُسی میں ہے،

حَدِيثُ ابْنِ إِسْمَاعِيلَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَيْكُمْ  
بِلِبَاسِ الصُّوفِ تَجَدُّ وَاحِلًا وَهُوَ الْإِيمَانُ فِي  
قُلُوبِكُمْ عَلَيْكُمْ الْحَدِيثُ بِطَوْلَةٍ فِيهِ الْكَذِبِيُّ وَضَاحٌ  
قُلْتُ، قَالَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الشَّعْبِ هَذِهِ الْجُمْلَةُ  
مِنَ الْحَدِيثِ مَعْرُوفَةٌ مِنْ غَيْرِ هَذَا الطَّرِيقِ،  
وَنَرَادُ الْكَذِبِيَّ فِيهِ زِيَادَةٌ مَنْكُورَةٌ، وَيُشَبِّهُ  
أَنَّهُ كَوْنٌ مِنْ كَلَامٍ لِبَعْضِ الرِّوَاةِ فَالْحَقُّ بِالْحَدِيثِ  
أَنْتَهَى، وَالْجُمْلَةُ مَعْرُوفَةٌ أَخْرَجَهَا الْحَكَمُ  
فِي السُّتَدْرَكِ وَالْحَدِيثُ الْمَطُولُ مِنْ قِسْمِ  
الْمَدْرَجِ لَا الْمَوْضُوعَ<sup>۲</sup>

میں نے پڑھا ہے امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں کہا  
کہ یہ حدیث منکر ہے، یہ بشر ضعیف کے علاوہ معروف  
نہیں انتہی، پس معلوم ہوا کہ یہ ضعیف موضوع نہیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ  
تم صوف کا لباس پہنو اس سے تمہارے دلوں کو  
صلواتِ ایمان نصیب ہوگی (طویل حدیث) اس میں  
کدیمی راوی حدیث گھڑنے والا ہے، میں کہتا ہوں  
کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہے حدیث کا  
یہ حصہ اس سند کے علاوہ سے معروف ہے اور کدیمی  
نے اس میں ایسی زیادتی کی ہے جو منکر ہے اور ممکن ہے کہ  
یہ کسی راوی کا کلام ہو اور انھوں نے اسے حدیث کا  
حصہ بنا دیا ہو انتہی، اور اس جملہ معروفہ کی امام حاکم  
نے مستدرک میں تحریر کی ہے اور یہ طویل حدیث مدرج  
ہے موضوع نہیں۔ (ت)

**افادہ پنجم** (جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں) خیر جہالت راوی کا تو یہ  
حاصل تھا کہ شاگرد ایک یا عدالت مشکوک شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے، مبہم میں تو اتنا بھی نہیں، جیسے  
حدیثی سراج (مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی) یا بعض اصحابنا (ایک رفیق نے خبر دی) پھر یہ بھی

ملاحظہ ذکرہ فی آخر باب التَّوْحِيدِ ۱۲ منہ ۱۴۱ باب التَّوْحِيدِ کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے۔

۱۵ اول باب اللباس ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م) باب اللباس کے شروع میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۵ التَّعْقِبَاتُ عَلَى الْمَوْضُوعَاتِ باب التَّوْحِيدِ مکتبہ اثریہ سارنگھل، شیخوپورہ ص ۴  
۱۶ " " " باب اللباس " " ص ۳۳



صرف مورث ضعف ہے نہ کہ موجب وضع۔ امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوۃ الاحتجاج فی عموم المغفرۃ للاحتجاج پھر خاتم الحفاظ لاکلی میں فرماتے ہیں :

لا یتحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث ان راویہ لم یسم۔  
موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہو جاتی۔ (ت)

(تعدد طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہوتا ہے) ولہذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہو جاتا ہے، تعقیبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ (حسین چہرے والوں سے محبت لائی طلب کرو۔ ت) کہ عقیلی نے بطریق یزید بن ہارون قال انبأنا شیخ من قریش عن الزہری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا روایت کی، فرمایا :

اور وہ (یعنی ابوالفرج) من حدیث عائشۃ من طرق، فی الاول سراج لم یسم، وفی الثانی عبد الرحمن بن ابی بکر الملیکی متروک، وفی الثالث الحکم بن عبد اللہ الدلیلی احادیث موضوعۃ، قلت عبد الرحمن لم یتهم بکذب، ثم انه لم ینفرد به بل تابعه اسمعیل بن عیاش وکلاهما جبران ابہام الذی فی الطریق الاول آھ مختصراً۔  
اسے اس (یعنی ابوالفرج) نے حدیث عائشہ سے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے، پہلی سند میں مجہول شخص ہے (نام معلوم) اور دوسری میں عبد الرحمن بن ابی بکر الملیکی متروک راوی ہے، تیسری میں حکم بن عبد اللہ الدلیلی ہے جس کی احادیث موضوع ہیں، میں کہتا ہوں کہ عبد الرحمن متهم بالکذب نہیں، پھر وہ اس میں متفرد بھی نہیں بلکہ اسمعیل بن عیاش نے اس کی متابعت کی ہے اور ان دونوں نے اس ابہام کی کمی کا ازالہ کر دیا جو سند اول میں تھا مختصراً۔ (ت)

(حدیث مبہم دوسری حدیث کی مقوی ہو سکتی ہے) بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی یاقوت رکھتی ہے استاذ الحفاظ قوۃ الحجاج پھر خاتم الحفاظ تعقیبات میں فرماتے ہیں :  
رجالہ ثقات الا ان فیہ مبہم لم یسم اس کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں ایک راوی مبہم ہے

عہ باب الحج حدیث دعا لامتہ عشیۃ عرفۃ  
بالمغفرۃ ۱۲ منہ (مر)  
یہ باب الحج کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم نے عرفہ کی شام امت کے لئے بخشش کی عامانگی ہے۔

سہ الا لای المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب البیاس مطبعۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۲/۲۶۳  
سہ التعقیبات علی الموضوعات باب الادب والرقائق مکتبۃ اثریہ سانکھریہ لکھنؤ ۳۵

فان كان ثقة فهو على شرط الصحيح ، وان كان ضعيفا فهو عاضد للمستند المذكور۔  
 جس کا نام معلوم نہیں ہے پس اگر وہ ثقہ ہے تو یہ صحیح کے شرائط پر ہے اور اگر وہ ثقہ نہیں تو ضعیف ہے مگر سند مذکور کو تقویت دینے والی ہے۔ (ت)

**افادہ ششم** (ضعیف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے) محض جہالت و ابہام تو عدم علم عدالت ہے اور یدایت عقل شاہد کہ علم عدم ، عدم علم سے زائد ، مجہول و مبہم کا کیا معلوم ، شاید فی نفسہ ثقہ ہو کما مرانفاعن الامامین الحافظین (جیسا کہ ابھی دو حافظ ائمہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ ت) اور جس پر جرح ثابت ، احتمال ساقط۔ ولہذا محدثین دربارہ مجہول روو قبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے زود پر متفق ہوئے۔ امام نووی مقدمہ منہاج میں ابو علی غسانی جیانی سے ناقل ،

الناقلون سبع طبقات ، ثلث مقبولة ، وثلث متروكة والسابعة مختلف فيها (الی قولہ)  
 السابعة قوم مجهولون انفرادا وبراوایات ، لم يتابعوا علیها ، فقبلهم قوم ، ووقفهم آخرون۔  
 ناقلین کے سات درجات ہیں ، تین مقبول ، تین متروک ، اور ساتواں مختلف فیہ ہے (اسفل تک) ساتواں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات کو لینے میں منفرد ہیں ، ان کی متابعت کسی نے نہیں کی ، بعض نے انہیں قبول کیا ہے اور بعض نے ان کے بارے میں توقف سے کام لیا ہے۔ (ت)

پھر علماء کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے ، حافظ سیف الدین احمد بن ابی الجود پھر قدوة الفن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقیبات و لآلی و تدرب میں فرماتے ہیں ،

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی اس میں انہوں

عہ قالہ تحت حدیث من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا ان يموت ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (م)  
 یہ انہوں نے اس حدیث کے تحت کہا ہے جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اس کے جنت میں داخل ہونے کو موت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں ۱۲ مرتبہ

لہ التعقیبات علی الموضوعات باب الحج مکتبہ اثربہ سالک بل شیخوپورہ ص ۲۳  
 لہ مقدمہ منہاج للنووی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

نے ایسی روایات کی نشان دہی کر کے بہت ہی اچھا کیا جو عقل و نقل کے خلاف ہیں، لیکن بعض روایات پر وضع کا اطلاق اس لیے کر دیا کہ ان کے بعض راویوں میں کلام تھا، یہ درست نہیں کیا، مثلاً راوی کے بارے میں یہ قول کہ فلاں ضعیف ہے یا وہ قوی نہیں یا وہ کمزور ہے یہ حدیث ایسی نہیں کہ اس کے بطلان پر دل گواہی دے نہ اس میں مخالفت ہے نہ یہ کتاب و سنت اور اجماع کے معارض ہے اور نہ ہی یہ اس بات پر محبت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے سوائے راویوں میں اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی و تخمین ہے۔ (ت)

**افادہ، متفقہ** (ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کر لے اس کی حدیث بھی موضوع نہیں) پھر کسی بلکہ سے ضعف کی خصوصیت نہیں، بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں جو، کا ہر ایک جہالت راوی سے بدرجہا بدتر ہے، یہی تصریح ہے کہ اُن سے بھی موضوعیت لازم نہیں، مثلاً راوی کی اپنی مرویات میں ایسی غفلت کہ دوسرے کی تلقین قبول کر لے یعنی دوسرا جو بتا دے کہ تو نے یہ سنا تھا وہی مان لے، پُر ظاہر کہ یہ شدت غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے، امام الشان نے نخبۃ المفکر میں اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں :

(۱) کذب کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کرے۔

(۲) قہمت کذب کہ جو حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی، مخالفت قواعد دینیہ ہو یا اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو۔

- |                 |              |
|-----------------|--------------|
| (۳) کثرت غلط    | (۴) غفلت     |
| (۵) فسق         | (۶) وہم      |
| (۷) مخالفت ثقات | (۸) جہالت    |
| (۹) بدعت        | (۱۰) سوء حفظ |

اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے،

حدیث قال الطعن يكون بعشرة أشياء بعضها  
اشد في القدح من بعض وترتيبها على الاشد  
فالاشد في موجب الرد اه ملخصا۔  
الفاظ یہ ہیں کہ اسباب طعن دس اشیا ہیں، بعض بعض  
سے جرح میں اشد ہیں اور ان میں موجب رد کے اعتبار  
سے "الاشد" "فالاشد" کی ترتیب سے (ملخصات)

پھر علماء فرماتے ہیں ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں، او آخر تعقیبات میں ہے،  
فیہ یزید بن ابی نریاد وكان یلقن فیتلقن، قلت  
هذا لا یقتضی الحكم بوضع حدیثہ۔  
اس میں یزید ابن زیاد ہے اسے تلقین کی جاتی تو وہ  
تلقین کو قبول کر لیتا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس  
کی وضع حدیث کا تقاضا نہیں کرتا۔ (بت)

**افادہ، شتم (منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں)**، یوں ہی منکر الحدیث، اگرچہ یہ جرح  
امام اجل محمد بن اسماعیل بخاری علیہ رحمۃ الہی نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے کہ میں جسے منکر الحدیث کہوں  
اُس سے روایت حلال نہیں، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے،

نقل ابن القطان ان البخاری قال كل من  
قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایة عنہ۔  
ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا  
ہر وہ شخص جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس  
سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

علہ کا تم مرضی اللہ تعالیٰ عنہ کانت یتورع  
عن اطلاق الفاظ شديدة مخافة ان يكون  
بعضه من باب شتم الاعراض وقد وجب  
الذب عن الاحادیث فاصطدح علی هذا  
جمعاً بين الامرین ۱۲ منہ (م)

علہ ذکرہ فی ابان بن جبلة الکوفی ۱۲ منہ (م)  
گویا امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت الفاظ کے  
استعمال سے پرہیز کرتے تھے تاکہ کسی کی عزت دری  
لازم نہ آئے حالانکہ احادیث کی حفاظت و دفاع لازم  
ہے لہذا دونوں امور کو ہمیشہ نظر رکھتے ہوئے یہ اصطلاح  
استعمال کی ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۔ شرح نخبہ الفکر بحث الرسل الخفی  
۲۔ تعقیبات باب المناقب  
۳۔ میزان الاعتدال فی ترجمہ ابان بن جبلة الکوفی  
مطبوعہ مطبعہ علمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۵۴  
مکتبہ اشرفیہ سائیکہ ہل، شیش پورہ ص ۵۸  
مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۶/۱

اُسی میں ہے ،

قد مرنا ان البخاری قال من قلت فید منکر  
الحديث فلا یحل رواية حدیثہ

بیچے امام بخاری کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جس کے پاس  
میں میں منکر الحدیث کہہ دوں اس کی حدیث روایت  
کرنا جائز نہیں۔ (ت)

با اینہم علمائے فرمایا ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں ، تعقیبات میں ہے ،

قال البخاری منکر الحدیث ، فغایۃ امر  
حدیثہ انیکون ضعیفاً۔

بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ  
اس کی حدیث ضعیف ہوگی۔ (ت)

افادۃ نہم (متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں) ضعیفوں میں سب سے بدتر وہ متروک کا ہے جس کے بعد  
صرف مستم بالوضع یا کذاب و جال کا مرتبہ ہے ، میزان میں ہے :

سليمان بن داود يمانی کے ترجمہ میں یہ تحریر کیا ۱۲ منہ (ت)  
باب فضائل القرآن میں یہ مذکور ہے ۱۲ منہ (ت)

عنه قاله في سليمان بن داود اليماني ۱۲ منہ (م)

عنه باب فضائل القرآن ۱۲ منہ رضي الله تعالى عنہ

عنه بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیہ نزہۃ النظر میں متروک و متهم بالوضع کا ایک مرتبہ میں ہونا نقل کیا :

ان کے الفاظ یہ ہیں تیسرا مرتبہ یہ ہے فلان

حيث قال في المرتبة الثالثة فلان متهم

متهم بالكذب یا بالوضع یا ساقط یا ہالك یا ذاهب

بالكذب او بالوضع او ساقط او هالك او ذاهب

الحديث اور فلان متروک یا متروک الحدیث یا تو کوٹھا

الحديث وفلان متروک او متروک الحديث او تو کوٹھا

نے اسے ترک کر دیا ہے اقول گویا اس قائل نے

اقول وكان هذا النكائل ايضا لا يقول باستواء

بھی تمام مذکور کو ایک مرتبہ میں برابر قرار نہیں دیا بلکہ اس

جميع ما ذكر في المرتبة بل فيهما ايضا تشكيك

میں بھی اس کے نزدیک تشکیک ہے ۔ گویا انہوں نے

عنده وكانه الى ذلك اشار باعادة فلان قبل قوله

اپنے قول "متروک" سے پہلے "فلان" کا اعادہ

متروک الا ان فيه ان ساقطاً وما بعده لا يفوق

کر کے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس میں

متروکاً وما بعده فافهم ۱۲ منہ (م)

کلام ہے کہ ساقط اور اس کا مابعد ، متروک اس کے مابعد سے فوق و بلند مرتبہ نہیں ہو سکتے ۱۲ منہ (ت)

متروکاً وما بعده فافهم ۱۲ منہ (م)

اردی عبارات الجرح، دجال کذاب، او وضاع  
یضع الحديث ثم متهم بالكذب ومتفق علی  
ترکہ، ثم متروک الخ

جرح کے سب سے گھٹیا الفاظ یہ ہیں، دجال، کذاب،  
وضاع جو حدیثیں گھڑتا ہے اس کے بعد متهم بالکذب متفق  
علی ترکہ ہے پھر متروک کا لفظ ہے الخ (ت)

امام الشان تقریب التہذیب میں ذکر مراتب فرماتے ہیں،

العاشرۃ، من لم یوثق بالبتۃ وضعف مع ذلك  
بقادح والیس الاشارة بمتروک او متروک  
الحديث او واهی الحديث او ساقط، الحادیۃ  
عشر، من اتهم بالكذب "الثانیۃ عشر" من  
اطلق علیه اسم الکذب والوضع

دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو  
اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو، اس کی طرف  
اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا واهی الحدیث اور  
ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے "کیا دھواں درجہ ہے"  
جو متهم بالکذب ہو، اور بار دھواں درجہ یہ ہے کہ جس  
پر کذب و وضع کے اسم کا اطلاق ہو۔ (ت)

اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں، امام ابن حنبلہ  
اثران العشرۃ پھر خاتم الحفاظ لابی میں فرماتے ہیں،

مرعم ابن حبان و تبعه ابن الجوزی ان هذا  
المتن موضوع، ولیس كما قال، فان الراوی  
وان كان متروکا عند اکثر ضعیفا عند البعض  
فلم ینسب للوضع

ابن حبان نے یہ علم کیا اور ابن جوزی نے ان کی اتباع میں  
کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگرچہ  
راوی اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف  
ہے، لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے اور مختصراً

عنه في التوحيد تحت حديث ابن عدي ان الله  
عز وجل قرأه وليس قبل ان يخلق آدم  
الحديث ۱۲ منه (م)

اس کا ذکر کتاب التوحید میں ابن عدی کی اس  
حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ اللہ عز وجل نے  
ظہ اور لیس تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے پڑھا  
الحديث ۱۲ منہ (ت)

۴/۱ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت

۳ ص " مطبع فاروقی دہلی

۱۰/۱ " التجاریۃ الکبریٰ مصر

۱۰/۱ " کتاب التوحید

۱۰/۱ " تقریب التہذیب

۱۰/۱ " المیزان الاعتدال



حدیث چلہ صوفیہ کو اہم قدس اسرار ہم کہ

جس شخص نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص  
کیا اس کے دل سے حکمت کے چشے اس کی زبان پر

من اخلص لله تعالى اس بعين يوهما ظهرت  
ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه

جاری ہو جائیں گے۔ (ت)

ابن جوزی نے بطریقِ عدیدہ روایت کر کے اس کے رواۃ میں کسی کے مجہول، کسی کے کثیر الخطا، کسی کے مجروح، کسی کے متروک ہونے سے طعن کیا، تعقیبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ ”ما فیہم متہم بکذب“ یہ سب کچھ سہی پھر اُن میں کوئی متہم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں۔ یوں ہی ایک حدیث کی علت بیان کی: بشر بن نمیر عن القاسم متروکاً (بشر بن نمیر نے قاسم سے روایت کی) یہ دونوں متروک ہیں۔ (ت) تعقیبات میں فرمایا: بشولسم یتہم بکذب (بشر متہم بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ ”اتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً“ الحدیث (اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا، پوری حدیث۔ ت) میں کہا تفرد بہ مسلمة بن علی الخشني وهو متروک (اس میں مسلمہ بن علی الخشني منفرد ہے اور وہ متروک ہے۔ ت) تعقیبات میں فرمایا: مسلمة وان ضعف فلم یجرح بکذب (مسلمہ اگر ضعیف ہے مگر اس پر جرح بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ ثلثة لا یعادون (تین چیزیں نہیں لوٹائی جائیں گی۔ ت) پر بھی مسلمہ مذکور سے طعن کیا، تعقیبات میں فرمایا: لم یتہم بکذب، والحدیث ضعیف لا موضوع (یہ متہم بالکذب نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔ ت)

سبحان اللہ! جب انتہا درجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی، تو صرف جہالتِ راوی یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدل و عقل سے انقطاع کی حالت ہے و لکن الوہابیۃ قوم یجھلون۔

عہ یعنی حدیث ابی امامۃ من قال حین یمنی  
صلی اللہ تعالیٰ علی نوح وعلیہ السلام لو تلذخہ  
عقرب تلک اللیلۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)  
اس سے مراد حدیث ابی امامہ ہے جس میں ہے کہ جس شخص  
نے شام کے وقت یہ کہا: ”صلی اللہ تعالیٰ علی نوح و  
علیہ السلام“ تو اسے اس رات بچھ نہیں ڈے گا (۱۲)

۳۷	مکتبہ انبیاء سانگہ ہل شیخ پورہ	باب الادب والدقائق	۲۰۱
۴۶	"	"	۳۳
۵۳	"	باب المناقب	۶۵
۱۷	"	باب الجنائز	۷۵



**تذہیب** یہ ارشادات تو ہمارے ائمہ کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کے تھے، ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعات ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جنون و جذام و برص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس سال والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ برس والے کو توبہ و عبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد سال کو اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، نوے برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے، بطریقِ عدیدہ روایت کر کے اُس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی منکر لیس لشی ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ وہابی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو ملٹ دیتا، ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عزری مڑوک اور عباد بن عباد مستحق ترک اور عزہ کو کجی بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوئی مجہول اور عارض ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کر کے کہا:

هذا غاية ما ابدى ابن الجوزي دليلا على ما حكم به من الوضع، وقد افترط وجازف فليس مثل هذه المقالات توجب الحكم بالوضع بل اقل احوال الحديث ان يكون حسنا لغيره - انتهى  
والله الهادي الى سبيل الهدى -

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم وضع کیا اُس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بیباکی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔

**افادہ دہم** (موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے) فرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) یا سنت متواترہ (۳) یا جماعی قطعی قلعیات الدلالتہ (۴) یا عقل صریح (۵) یا حسن صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔

(۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور پر نور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفسہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تو اترا کر پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اُس

کذب و بطلان پر گواہی مستند انی الحس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح ظہور و ضوح وضع کی ہیں۔

(۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکبک و سنجف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بھینہا الفاظ کریمہ حضور اقصیٰ العرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہلبیت کرام علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کئے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث:

لحمک لحمی ودمک دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون۔ ت)

اقول انصافاً یوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ و عسمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں، کما نص علیہ الحافظ ابو یعلیٰ و الحافظ الخلیلی فی الاثر شاذ (جیسا کہ اس پر حافظ ابو یعلیٰ اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ ت) یوں ہی نواصب نے مناقب امیر مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گھڑیں کما ارشاد الیہ الامام المذاب عن السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی جو سنت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ ت)

(۱۳) یا قرآنِ حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب و غیر ہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کر دی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرائے عام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلہ حفاظ اکابر شان کا کام تھا جس کی یاقوت صد ہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کرے خواہ صراحتہ خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ

میں نے اس کا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حیات کے علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصول میں اس کی تصریح کی ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ ذوقہ لان التواتر لا یعتبر الا فی الحسیات  
کما نصوا علیہ فی الاصلین ۱۲ منہ (م)

بدیہی سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخ و قات وہ بتائے کہ اُس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔

یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس مجمع و توفیق کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں و لو بسطنا المقال علی کل صورة لطال الکلام و تقاصی المرام، ولسنا هنالك بصدد ذلك (اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیل گفتگو کریں تو کلام طویل اور مقصد دور ہو جائے گا لہذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔ ت)

**ثُمَّ أَقُولُ** (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے، اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکار محض یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اُس کا مدار ہو، امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا، فرماتے ہیں:

مجرد تفرد الکذاب بل الموضع ولو كان بعد الاستقصاء فی التفقیص من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذلك بل لابد معه من انضمام شئی مما سبقت۔

تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربارہ اتحاد وجاہ کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند میں علی بن عروہ و مشقی ہے، ابن حبان نے کہا، وہ حدیث وضع کرتا تھا۔ پھر فرمایا، والظاهر ان الحدیث ضعیف لا موضوع (ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابو عقال ہلال بن زید ہے، ابن حبان نے کہا وہ اُس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا و لہذا ابن الجوزی نے اُس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قول مسند و پھر خاتم الحفاظ نے لائی میں فرمایا:

هذا الحدیث فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط، و لیس فیہ ما یحیل الشروع ولا العقل، فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونه من روایۃ ابی عقال لایتبعہ، و طریقۃ الامام احمد معروفۃ فی التسامح فی

یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے، اس میں مجرد و التحریض پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں ہے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابو عقال ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا، امام احمد کی روش معلوم ہے کہ اتحاد فضائل

احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام<sup>۱</sup>۔  
 میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت)

یعنی تو اسے درج مسند فرمانا کچھ میسر نہ ہوا۔

(۲) کذاب وضاع جس سے عہد انبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان و افترا کرنا ثابت ہو، صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ تم کذب و وضع ہو، یہ مسلک امام الشان وغیرہ علماء کا ہے، مجتہد و فہمہ میں فرماتے ہیں:

اطعن اما ان يكون لكذب الراوى بان يروى عنه  
 ما لم يقله صلى الله تعالى عليه وسلم متعده ذلك  
 او فهمته بذلك، الاول هو الموضوع، والحكم  
 عليه بالوضع انما هو بطريق الظن الغالب  
 لا بالقطع، اذ قد يصدق الكذب، والشافي  
 هو المتروك اھ ملقطاً

ظن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہوگا مثلاً اس نے  
 عہد اپنی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو،  
 پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر  
 وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض  
 اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بولتا ہے، اور دوسری صورت  
 میں روایت کو متروک کہتے ہیں اھ ملقطاً۔ (ت)

یہی امام کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں حدیث ان الشیطان یحب الحمرة فیاکھ و الحمرة وکل ثوب  
 فیہ شھرة (شیطان سُرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سُرخ رنگت سے بچو اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔ ت)  
 کی نسبت فرماتے ہیں:

قال الجوز قانی فی کتاب الاباطیل هذا حدیث  
 باطل و اسنادہ منقطع کذا قال و قوله باطل  
 مردود فان ابابکر الہذلی لم یوصف بالوضع  
 وقد وافقه سعید بن بشیر، و انت مراد فی

جوز قانی نے کتاب الاباطیل میں کہا کہ یہ روایت باطل  
 ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اسی طرح  
 انھوں نے کہا اور ان کا باطل کہنا مردود ہے کیونکہ ابوبکر  
 ہذلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے موافقت

عہ ذکرہ فی ترجمۃ سرافع بن یزید الشافعی (۴) رافع بن یزید ثقفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ مرتبہ (ت)

۱۔ القول المسدود الحدیث الثامن مطبوعہ مطبعة مجلس دار المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۶  
 ۲۔ شرح نخبہ الفکر مع نزهة النظر بحث الطعن مطبوعہ مطبع علمی لاہور ص ۵۴ تا ۵۹

کی، اگرچہ سند میں انہوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر وضع کا حکم جاری کرنا مردود ہے۔ (ت)

السند رجلا، فخايت ان المتن ضعيف اما حكمه بالوضع فمردود

علی قاری حاشیہ نزہہ میں فرماتے ہیں،

موضوع اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے راوی پر کذب کا طعن ہو۔ (ت)

الموضوع هو الحديث الذي فيه الطعن بكذب الراوى

علامہ عبد الباقی زرقانی شرح مواہب لدینیہ میں فرماتے ہیں،

روایات دیک (مرغ) کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے اور حافظ نے ان کا رد کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا مرفوع قرار دینا بیان نہیں کیا کیونکہ اس میں نہ کوئی وضاح ہے اور نہ کذاب، ہاں وہ جمع طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ (ت)

احاديث الديك حكم ابن الجوزي بوضعها وسد عليه المحافظ بما حاصله انه لم يتبين له الحكم بوضعها اذ ليس فيها وضاع ولا كذاب نعم هو ضعيف من جميع طرقه

اُسی ہی حدیث کان لا يعود الا بعد ثلاث (سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دن کے بعد عیادت مریض فرماتے تھے۔ ت) پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلمہ بن علی متروک واقع ہے فرمایا،  
اور وہ ابن الجوزی فی الموضوعات و تعقبوا بانہ ضعیف فقط، لا موضع، فان مسئلة يحبره بكذب كما قاله المحافظ ولا التفات لمن غسر

دوسرے مقصد کی ساتویں فصل کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)  
اٹھویں مقصد کی پہلی فصل سے طبیب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عله المقصد الثاني آخر الفصل التاسع ۱۲ منہ (م)  
عله المقصد الثاني من الفصل الاول في طبیب  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۰۰/۱ مطبوعہ دار صادر بیروت

له الاصابه في تميز الصحابة القسم الاول "حرف الراء"

ص ۵۶ مطبع علمی لاہور

له حاشیہ نزہۃ النظر مع نخبة الفكر بحث الموضوع

۴۵۰/۳ مطبوعہ مطبوعہ عامہ مصر

له شرح الزرقاني على المواهب المقصد الثاني آخر الفصل التاسع

۵۸/۴ مطبوعہ مطبوعہ عامہ مصر

له الفصل الاول من المقصد الثاني من في طبیب صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبوعہ عامہ مصر



(اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا جھوٹ ہے۔ ت) علامہ زرقانی نے اُس کے رد میں فرمایا،

هذا تهو عجيب ، فان الحكاية دواها ابو الحسن  
بن فھر فی کتابہ فضائل مالک باسناد کلباس  
یہ ، واخرجہا القاضي عیاض فی الشفاء من  
طریقہ عن شیوخ عدة من ثقات مشایخہ  
فمن این انہا کذب ولیس فی اسنادھا وضاع  
ولا کذاب۔

یہ بہت بڑی زیادتی ہے کیونکہ اس واقعہ کو شیخ ابوالحسن بن فھر

نے اپنی کتاب "فضائل مالک" میں ایسی سند کے ساتھ  
نقل کیا ہے جس میں کمزوری نہیں اور اسے قاضی عیاض  
نے شفاء میں متعدد ثقہ مشائخ کے حوالے سے اسی سند  
سے بیان کیا ہے لہذا اسے جھوٹا کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟  
حالانکہ اسکی سند میں نہ کوئی راوی وضاع ہے اور نہ ہی  
کذاب۔ (ت)

افادہ نہم میں امام الشان و امام خاتم الحنفیہ کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی کسی نے اُسے وضاع تو نہ کہا،  
امام آخر کا قول گزرا کہ مسلمہ ضعیف سہی اس پر طعن کذب تو نہیں، نیز تعقیبات میں فرمایا،  
لم یجرح بکذب فلا یلزم ان ینکون حدیثہ موضوعا۔ اس پر کذب کا طعن نہیں لہذا اس کی روایت کا موضوع  
ہونا لازم نہیں آتا۔ (ت)

(۴) بہت علماء جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں وہہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل  
فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع  
توجب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔ افادہ دوم میں امام زکریا  
امام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو۔ افادہ پنجم میں گزرا کہ ابوالفرج  
کہا ٹیکے متروک ہے، تعقیبات میں فرمایا متہم کذب تو نہیں۔ افادہ نہم میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی  
متہم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم الحنفیہ کے چار قول گزرے کہ راویوں کے مجہول، مجروح، کثیر الخطا، متروک ہونے  
سب کے یہی جواب دیے۔ نیز تعقیبات میں ہے،

علیہ المقصد العاشر الفصل الثانی فی زیارة قبر النبی  
صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ منہ  
باب فضائل القرآن ۱۲ منہ  
باب البعث کے آخر ۱۲ منہ

۳۴۸/۸ مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر  
مکتبہ اثیریہ سانکرلہ بل  
۱۵ شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الثانی المقصد العاشر  
۱۵ التعقیبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن

اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقہ کوئی شے نہیں، میں  
کتا ہوں کہ یہ متہم بالکذب نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ  
حدیث ضعیف ہے۔ (ت)

حدیث فیہ حسن بن فرقہ لیس بشری، قلت، لم  
یتہم بکذب، واکثر ما فیہ ان الحدیث  
ضعیف <sup>۱</sup> <sup>۲</sup> <sup>۳</sup> <sup>۴</sup> <sup>۵</sup> <sup>۶</sup> <sup>۷</sup> <sup>۸</sup> <sup>۹</sup> <sup>۱۰</sup> <sup>۱۱</sup> <sup>۱۲</sup> <sup>۱۳</sup> <sup>۱۴</sup> <sup>۱۵</sup> <sup>۱۶</sup> <sup>۱۷</sup> <sup>۱۸</sup> <sup>۱۹</sup> <sup>۲۰</sup> <sup>۲۱</sup> <sup>۲۲</sup> <sup>۲۳</sup> <sup>۲۴</sup> <sup>۲۵</sup> <sup>۲۶</sup> <sup>۲۷</sup> <sup>۲۸</sup> <sup>۲۹</sup> <sup>۳۰</sup> <sup>۳۱</sup> <sup>۳۲</sup> <sup>۳۳</sup> <sup>۳۴</sup> <sup>۳۵</sup> <sup>۳۶</sup> <sup>۳۷</sup> <sup>۳۸</sup> <sup>۳۹</sup> <sup>۴۰</sup> <sup>۴۱</sup> <sup>۴۲</sup> <sup>۴۳</sup> <sup>۴۴</sup> <sup>۴۵</sup> <sup>۴۶</sup> <sup>۴۷</sup> <sup>۴۸</sup> <sup>۴۹</sup> <sup>۵۰</sup> <sup>۵۱</sup> <sup>۵۲</sup> <sup>۵۳</sup> <sup>۵۴</sup> <sup>۵۵</sup> <sup>۵۶</sup> <sup>۵۷</sup> <sup>۵۸</sup> <sup>۵۹</sup> <sup>۶۰</sup> <sup>۶۱</sup> <sup>۶۲</sup> <sup>۶۳</sup> <sup>۶۴</sup> <sup>۶۵</sup> <sup>۶۶</sup> <sup>۶۷</sup> <sup>۶۸</sup> <sup>۶۹</sup> <sup>۷۰</sup> <sup>۷۱</sup> <sup>۷۲</sup> <sup>۷۳</sup> <sup>۷۴</sup> <sup>۷۵</sup> <sup>۷۶</sup> <sup>۷۷</sup> <sup>۷۸</sup> <sup>۷۹</sup> <sup>۸۰</sup> <sup>۸۱</sup> <sup>۸۲</sup> <sup>۸۳</sup> <sup>۸۴</sup> <sup>۸۵</sup> <sup>۸۶</sup> <sup>۸۷</sup> <sup>۸۸</sup> <sup>۸۹</sup> <sup>۹۰</sup> <sup>۹۱</sup> <sup>۹۲</sup> <sup>۹۳</sup> <sup>۹۴</sup> <sup>۹۵</sup> <sup>۹۶</sup> <sup>۹۷</sup> <sup>۹۸</sup> <sup>۹۹</sup> <sup>۱۰۰</sup>

اس حدیث کی سند میں عطیہ اور بشر دونوں ضعیف ہیں  
میرے نزدیک اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کرنا محل نظر  
ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی پر بھی کذب کی تہمت نہیں۔

اسی میں ہے :  
حدیث فیہ عطیہ العوفی و بشر بن عمارۃ  
ضعیفان قلت "فی الحکم بوضعه نظر فلم  
یتہم واحد منهما بکذب" <sup>۱</sup> <sup>۲</sup> <sup>۳</sup> <sup>۴</sup> <sup>۵</sup> <sup>۶</sup> <sup>۷</sup> <sup>۸</sup> <sup>۹</sup> <sup>۱۰</sup> <sup>۱۱</sup> <sup>۱۲</sup> <sup>۱۳</sup> <sup>۱۴</sup> <sup>۱۵</sup> <sup>۱۶</sup> <sup>۱۷</sup> <sup>۱۸</sup> <sup>۱۹</sup> <sup>۲۰</sup> <sup>۲۱</sup> <sup>۲۲</sup> <sup>۲۳</sup> <sup>۲۴</sup> <sup>۲۵</sup> <sup>۲۶</sup> <sup>۲۷</sup> <sup>۲۸</sup> <sup>۲۹</sup> <sup>۳۰</sup> <sup>۳۱</sup> <sup>۳۲</sup> <sup>۳۳</sup> <sup>۳۴</sup> <sup>۳۵</sup> <sup>۳۶</sup> <sup>۳۷</sup> <sup>۳۸</sup> <sup>۳۹</sup> <sup>۴۰</sup> <sup>۴۱</sup> <sup>۴۲</sup> <sup>۴۳</sup> <sup>۴۴</sup> <sup>۴۵</sup> <sup>۴۶</sup> <sup>۴۷</sup> <sup>۴۸</sup> <sup>۴۹</sup> <sup>۵۰</sup> <sup>۵۱</sup> <sup>۵۲</sup> <sup>۵۳</sup> <sup>۵۴</sup> <sup>۵۵</sup> <sup>۵۶</sup> <sup>۵۷</sup> <sup>۵۸</sup> <sup>۵۹</sup> <sup>۶۰</sup> <sup>۶۱</sup> <sup>۶۲</sup> <sup>۶۳</sup> <sup>۶۴</sup> <sup>۶۵</sup> <sup>۶۶</sup> <sup>۶۷</sup> <sup>۶۸</sup> <sup>۶۹</sup> <sup>۷۰</sup> <sup>۷۱</sup> <sup>۷۲</sup> <sup>۷۳</sup> <sup>۷۴</sup> <sup>۷۵</sup> <sup>۷۶</sup> <sup>۷۷</sup> <sup>۷۸</sup> <sup>۷۹</sup> <sup>۸۰</sup> <sup>۸۱</sup> <sup>۸۲</sup> <sup>۸۳</sup> <sup>۸۴</sup> <sup>۸۵</sup> <sup>۸۶</sup> <sup>۸۷</sup> <sup>۸۸</sup> <sup>۸۹</sup> <sup>۹۰</sup> <sup>۹۱</sup> <sup>۹۲</sup> <sup>۹۳</sup> <sup>۹۴</sup> <sup>۹۵</sup> <sup>۹۶</sup> <sup>۹۷</sup> <sup>۹۸</sup> <sup>۹۹</sup> <sup>۱۰۰</sup>

حدیث "علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے" اس کی سند  
میں ابو عاتکہ منکر الحدیث ہے میں کتا ہوں اس پر کذب  
اور تہمت کا طعن نہیں ہے۔ (ت)

حدیث اطلبوا العلم ولو بالصین، فیہ ابو عاتکہ  
منکر الحدیث "قلت" لم یجرح بکذب ولا تہمة۔

اس حدیث کی سند میں عمارہ ہے لہذا یہ قابل استدلال  
نہیں، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کی اغلب متابعت  
کی ہے اور اغلب ضعف میں عمارہ کے مثل ہے، لیکن  
میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اس پر کذب کی  
تہمت لگائی ہو۔ (ت)

اسی میں ہے :  
حدیث فیہ عمارۃ لا یحتج بہ قال الحافظ  
ابن حجر، تابعہ اغلب و اغلب شبیہ بعمارۃ  
فی الضعف، لکن لم اس من اتہمہ بالکذب۔

علامہ زرقاتی نے شرح مواہب میں حدیث عالم قریش یملؤ الارض علماً (عالم قریشی زمین کو علم سے  
بھر دے گا۔ ت) کی نسبت فرمایا: کیف یتصور وضعہ ولا کذاب فیہ ولا متہم اس کا موضوع ہونا

باب التوحید کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)  
باب العلم کی ابتداء میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عَلَمُ آخِر التَّوْحِيدِ ۱۲ مِنْهُ

عَلَمُ أَوَّلِ الْعِلْمِ ۱۲ مِنْهُ

عَلَمُ أَوَّلِ بَابِ الْبَعْثِ

۵۳	مکتبہ اثریہ سالک ہل	باب البعث	۱۰	التعقیبات علی الموضوعات
۴	"	باب التوحید	۱۱	التعقیبات علی الموضوعات
۴	"	باب العلم	۱۲	"
۵	"	باب البعث	۱۳	"
۵۹	مطبوعۃ المطبعۃ العامرہ مصر	فی اثباتہ بالاشیاء الغیبات	۱۴	شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی فی اثباتہ بالاشیاء الغیبات



کیونکہ متصور ہو حالانکہ نہ اُس میں کوئی کذاب نہ کوئی متہم۔

باجملہ اس قدر پر اجماع محققین ہے کہ حدیث جب اُن دلائل و قرائن قطعیہ و غالبہ سے خالی ہو اور اُس کا مدار کسی متہم یا کذاب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اُسے موضوع کنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم یا وضع کر دے یا مشدوم فرمے یا مخطی یا لواط یا متعصب مخالف و اللہ الہادی و علیہ اعتمادی۔

**افادہ یازدہم** (بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے) جو حدیث فی نفسہ ان پندرہ دلائل سے منزہ ہو محدث اگر اُس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اُس سند پر جو اُس وقت اُس کے پیش نظر ہے، بلکہ بارہا اسانید عدیدہ حاضرو سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہ حاصل حاصل، ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عالم کا حکم وضع یا ضعف دیکھ کر خواہی خواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے، ناواقفوں کی فہم بغیث ہے، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے،

ابراہیم بن موسیٰ المروزی مالک سے نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضۃ کو کذب فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے، ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعیف سے وارد ہے۔ (ت)

ابراہیم بن موسیٰ المروزی عن مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث طلب العلم فریضۃ "قال احمد بن حنبل" هذا کذب" یعنی بهذا الاسناد واکلا فالمتنت له طرق ضعیفۃ۔

امام شمس الدین ابو الخیر محمد بن محمد بن الجوزی استاد امام الشان امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حصین شریعت میں جس کی نسبت فرمایا، فلیعلم انی ارجو ان یتکون جمیع ما فیہ صحیحاً (معلوم رہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں) حدیث حاکم و ابن مردودہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہامی

اُس کی شرح ترز ثمین میں لکھتے ہیں ،

ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے "میں  
کہتا ہوں ممکن ہے اس مذکورہ سند کے اعتبار سے  
ان کے نزدیک موضوع ہو۔ (ت)

صرح ابن الجوزی بان هذا الحديث موضوع  
قلت "يمكن ان يكون بالنسبة الى استاده المذكور  
عنده موضوعاً"

اسی طرح حرز حنین میں ہے ، نیز موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں ،

جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے  
تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیش نظر  
ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے  
موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو (ت)

ما اختلفوا في انه موضوع تركت ذكره للمحذر من  
الخطر لاحتمال ان يكون موضوعاً من طريق  
وصحيحاً من وجه آخر

علامہ زرقانی حدیث اچھا ہے ابن کریمین کی نسبت فرماتے ہیں ،

سہیل نے کہا ہے کہ اس کی سند میں راوی مجہول ہیں جو اس  
کے قطعاً ضعف پر دال ہیں اور اسی بات کی تصریح  
الروض میں دوسرے مقام پر کی ہے اور اس کو حدیث  
کے ساتھ تقویت دی اور یہ ضعیف حدیث کی توجیہ کے  
منا فی نہیں کیونکہ اس کی مراد اس سند کے علاوہ ہے  
اگر وہ موجود ہو ورنہ نفس الامر کے اعتبار سے کیونکہ ضعف  
وغیرہ کا حکم ظاہر میں ہوتا ہے۔ (ت)

قال السهيلي ان في استاده مجاهيل وهو  
يفيد ضعفه فقط ، وبه صرح في موضع آخر  
من الروض وايداه بحديث ولا ينافي هذا  
توجيه صحته لان مراده من غير هذا  
الطريق ، ان وجد ، اوفى نفس الامر لانت  
الحكم بالضعف وغيره انما هو في الظاهر

اور سنیے حدیث "صلاة بسواك خير من سبعين صلاة بغير سواك" (مسواک کے ساتھ نماز  
بے مسواک کی شتر نمازوں سے بہتر ہے) ابو نعیم نے کتاب السواک میں دو جید و صحیح سندوں سے روایت کی ،  
امام ضیاء نے اسے صحیح مختار اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد و ابن خزيمة و  
حارث بن ابی اسامہ و ابویعلی و ابن عدی و بزار و حاکم و بیہقی و ابو نعیم و غیر ہم اجلہ محدثین نے بطریق عدیدہ و اسانید متنوعہ

لہ حرز ثمین مع حصن حنین تعزیتہ اہل رسول اللہ عند وفایتہ نو لکھنؤ ص ۲۱۰

لہ الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ الدافع للوٹت لایف ہذا المختصر مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۵۶-۵۷

لہ شرح زرقانی علی المواہب باب وفات ائمہ رہا متعلق بابو یعلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعة العامة مصر ۱۹۶/۱

لہ مسند احمد بن حنبل از مسند عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۰۲/۶

احادیث اُمّ المؤمنین صدیقہ و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر و جابر بن عبد اللہ و انس بن مالک و اُمّ الدرداء و غیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تخریج کی، جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال، با اینہما ابو عمر ابن عبد البر نے تمہید میں امام ابن معین سے انس کا بطلان نقل کیا، علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنیہ میں اسے ذکر کر کے فرماتے ہیں،  
 قول ابن عبد البر فی التمهید عن ابن معین، یعنی امام ابن معین کا یہ فرمانا ذکر یہ حدیث باطل ہے  
 انه حدیث باطل، هو بالنسبة لما وقع له اس سند کی نسبت ہے جو انھیں پہنچی۔  
 من طریقہ۔

ورنہ حدیث تو باطل کیا معنی ضعیف بھی نہیں، اقل وجہ حسن ثابت ہے۔

اور نیچے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داؤد و نسائی و صحیح مختار

وغیرہ با صحاح و سنن،

ان سر جلا اقی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 فعال اھن امر اقی لا تدفع یدک لاس قال  
 طلقھا قال اقی اجبھا قال استمتع بھا۔  
 ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس  
 میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری بیوی کسی بھی چھوٹے والے کے  
 ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا: اسے طلاق دے دے۔  
 عرض کیا: میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا:  
 اس سے نفقہ حاصل کر۔ (ت)

کہ باسانید ثقات و مؤثرین احادیث جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آئی، امام ذہبی  
 نے مختصر سنن میں کہا: "اسنادہ صالحہ" (اس کی سند صالح ہے۔ ت) امام عبد العظیم منذری نے مختصر سنن میں  
 فرمایا: "رجال اسنادہ محتج بہم فی الصحیحین علی الاتفاق والافراد" (اس روایت کے تمام راوی

عہ اکل من سألھا شیئا من طعام او مال  
 اعطتہ ولم تردھذا هو الراجح عندنا فی  
 معنی الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (م)  
 یعنی جو شخص بھی اس سے طعام یا مال مانگتا ہے وہ اسے  
 دے دیتی ہے رد نہیں کرتی، حدیث کے معنی میں ہمارے  
 نزدیک یہی راجح ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۔ المقاصد الحسنیہ للسخاوی حدیث ۶۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۲۶۳  
 ۲۔ سنن النسائی باب ما جاء فی الخلع "المکتبۃ السلفیہ لاہور" ۹۸/۲  
 ۳۔ مختصر سنن ابی داؤد للمحقق المنذری باب النہی عن تزویج من لم یلد من النساء مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگھہ بل ۶/۳

ایسے ہیں جن سے بخاری و مسلم میں اتفاقاً اور انفراداً استدلال کیا جاتا ہے (امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: حسن صحیح (حسن صحیح ہے۔ ت) اس حدیث کو جو حافظ ابو الفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لیس لہ اصل ولا یثبت عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ت) کی تبعیت سے لا اصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ت) کہا امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کر کے فرماتے ہیں:

لا یلتفت الی ما وقع من ابی الفرج ابن الجوزی؛  
 حیث ذکر هذا الحدیث فی الموضوعات، ولہ  
 یدکر من طرقہ الا طریق التی اخرجہا  
 الخلال من طریق ابی الزبیر بن جابر، واعتمد  
 فی بطلانہ علی ما نقلہ الخلال عن احمد،  
 قایان ذلك عن قلة اطلاع ابن الجوزی  
 وغلبت التقليد علیہ، حتی حکم بوضوح  
 الحدیث بمجرد ما جاء عن امامہ، ولو عرضت  
 هذه الطرق علی امامہ لاعتترف ان للحدیث  
 اصلاً، ولکنہ لم تقم لہ فلذلك لم امر لہ  
 فی مسندہ، ولا فی جایزوی عنہ ذکر اصلاً  
 لا من طریق ابی عباس ولا من طریق جابر  
 سوی ما سألہ عنہ الخلال وهو معذور  
 فی جوابہ بالنسبة لتلك الطريق بخصوصہا  
 اھ ذمہ فی اللالی۔

ابو الفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں  
 دی جائے گی کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات  
 میں شامل کیا ہے اور اس کی دیگر اسناد ذکر نہیں کیں  
 ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے  
 ابو الزبیر بن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں  
 اسی پر اعتماد کر لیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے،  
 قوی بات ابن جوزی کے قلت مطالعہ اور غلبہ تقلید کو  
 واضح کر رہی ہے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے امام سے  
 منقول محض را۔ کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا  
 حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے امام کے سامنے پیش  
 کی جاتیں تو وہ فی الفور اعتراف کر لیتے کہ حدیث کی اصل ہے  
 لیکن ایسا نہ ہو سکا اس وجہ سے یہ حدیث اصلاً ان کی  
 سند میں نہیں آئی اور نہ ہی ان روایات میں جو ان سے  
 مروی ہیں نہ سند ابن عباس سے اور نہ ہی سند جابر سے  
 ماسوائے اس سند کے جس کے بارے میں خلال نے سوال کیا تھا اور

امام احمد اس کے جواب میں معذور ٹھہرے کیونکہ ان کا جواب ایسی سند کے اعتبار سے ہے اور اسے لالی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

باب النکاح کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے (ت)

عہ فی اوخر النکاح

(غنیۃ الافادات) بحمد اللہ تعالیٰ فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالیٰ لہ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیروز

وماہ نیم ماہ کی طرح روشن کر دیا کہ احادیث تقبیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں، اُن پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا یہ کسی ضاع کذاب یا متم یا تکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض بے اصل واجب الدفع، ولہذا علیائے کرام نے صرف لایصحہ فرمایا یہاں تک کہ وہاں سید کے امام شوکانی نے بھی بآئنگہ ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی تفرد کی عادت ہے، فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصاد کیا اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا، اگر بالفرض کسی امام معتد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو تو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہو گا نہ اصل حدیث پر جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں جنہیں وضع و اضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جہالت و انقطاع اگر ہیں تو مورث ضعف نہ کہ ثبوت وضع۔ بعونہ تعالیٰ یہاں تک کی تقریر سے موضوع حدیث کی نسبت منکرین کی بالا خرائیاں بالا بالا گئیں، آگے چلے وبانہ التوفیق۔

افادہ دوازدهم (تعدد طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں، بلکہ اگر ضعف غایت شدت و قوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہو کہ حدیث درجہ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکام حلال میں حجت ہو جاتی ہے۔

مرقاۃ میں ہے : تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن۔ متعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

آخر موضوعات کبیر میں فرمایا : تعدد الطرق ولو ضعف طریق الحدیث الی الحسن۔ طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق فتح القدر میں فرماتے ہیں : لو تم تضعیف کلھا کانت حسنة لتعدد الطرق اگر سب کا ضعف ثابت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن

علہ آخر الفصل الثانی باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة ۱۲ باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة کی فصل ثانی کے آخر میں ذکر کیا ہے

علہ ذکر فی مسئلۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ (عمامہ پر سجدہ کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل الثانی من باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان ۱۸/۳

سہ الاسرار الموعود فی انبار الموعود احادیث المیض مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۴۶



الی درجۃ الضعیف الغریب، بل ربما ارتقى الی الحسن<sup>۱۲</sup>۔  
تعد و طرق سے ضعیف غریب، بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک ترقی کرتی ہیں۔

**افادۃ سیزدہم** (حدیث مجہول و حدیث مبہم تعد و طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابر و منہجر ہونے کے صانع ہیں) جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انہیں کم درجہ کے ضعیفوں سے ہے جو تعد و طرق سے منہجر ہو جاتے ہیں اور حدیث کو رتبہ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے، یہ حدیثیں جابر و منہجر دونوں ہونے کے صانع ہیں، افادۃ پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منہجر ہو گئی، امام الشان کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابو الفرج نے حدیث :

لیث عن مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم من ولد له ثلثة اولاد فلم  
یسما احدہم محمد ا فقد جہل<sup>۱۳</sup>۔  
حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں اور ان  
میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے اس نے جہالت سے

کام لیا۔ (ت)

پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے مختلط بتایا، امام سیوطی نے اس کا شاہد  
بروایت نصر بن شنفی مرسل مسند عمارت سے ذکر کر کے ابن العنقان سے نظر کا مجہول ہونا نقل کیا، پھر فرمایا،  
یہ مرسل اس حدیث ابن عباس کی تزیید ہو کر اسے قسم مقبول میں  
داخل کرے گی۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں :

فی اسنادہ جہالة لکنہ اعتضد فصاح حسنا۔  
اس کی اسناد میں جہالت ہے مگر تائید پاکر حسن ہو گئی۔

۱۲۔ لا فی کتاب البتداء

۱۳۔ تحت حدیث ابوالمساجد و اخرجوا القمامة منها ۱۲ مترضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۔	التعقیبات علی الموضوعات	باب المناقب	مکتبہ اثریہ سالنگہ پل	ص ۷۵
۲۔	کتاب الموضوعات	باب التسمیۃ بجمہ	مطبوعہ دار الفکر بیروت	۱۵۲/۱
۳۔	اللائئ المصنوعۃ	کتاب البتداء	دار المعرفۃ بیروت	۱۲۶/۱

۴۔ تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث ابوالمساجد کے تحت مکتبہ الانام الشافعی ریاض سعوریہ ۱۵۶/۱





رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب والعمل علی  
 هذا عند اهل العلم ، قال النووی واسنادہ  
 ضعیف نقلہ میرک ، فکان الترمذی یرید تقویۃ  
 الحدیث بعمل اهل العلم ، والعلوم عند اللہ تعالیٰ  
 نعم قال الشیخ محی الدین ابن العربی انه بلغنی  
 عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، انما  
 من قال لا الہ الا اللہ سبعین الفا ، غفر اللہ  
 تعالیٰ لہ ، ومن قیل لہ غفر لہ ایضا ، فکنت  
 ذکرت التہلیلۃ بالعدد السروی من غیر ان  
 انوی لاحد بالخصوص ، فحضرت طعاما مع  
 بعض الاصحاب وفیہم شاب مشہور بالکشف ،  
 فاذا ہو فی اثناء الاکل اظہر البکا ، فسألتہ  
 عن السبب ، فقال یری امی فی العذاب ، فوجبت  
 فی باطنی ثواب التہلیلۃ المذكورۃ لہا فضعک  
 وقال انی اسراہا الآن فی حسن المآب فقال  
 الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ  
 وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث

یعنی امام ترمذی نے فرمایا حدیث غریب ہے اور اہل علم  
 کا اس پر عمل ہی سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا  
 کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم  
 سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم  
 اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین  
 ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص  
 ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت  
 ہو اور جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے  
 لا الہ الا اللہ اتنے بار پڑھا تھا اُس میں کسی  
 کے لیے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے  
 ساتھ ایک دعوت میں گیا اُن میں ایک جوان کے کشف  
 کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے  
 سبب پوچھا، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں ،  
 میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اُس کی ماں کو بخش  
 دیا فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اُسے اچھی جگہ  
 دیکھتا ہوں ، امام محی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں تو میں  
 نے حدیث کی صحت اُس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی ۔

امام سیوطی تعقیبات میں امام بیہقی سے ناقل تداولہا الصالحون بعضهم عن بعض وفق ذلك  
 تقویۃ للحدیث السرفوع (۱) سے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور اُن کے اخذ میں حدیث مرفوع

علہ باب الصلاة حدیث صلاة التسبیح ۱۲ منہ

لہ مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی باب اعلی المارم من المتابعۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۹۸/۳  
 ملکہ التعقیبات علی الموضعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثیریہ سالکہ کل ۱۳ ص

کی تقریت ہے) اُسی میں فرمایا ،

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة  
الحديث قول اهل العلم به وان لم يكن له  
اسناد يعتمد على مثله۔  
متممہ علمائے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت صحت  
حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لیے کوئی سند  
قابل اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشاد علمائے احادیث احکام کے بارہ میں ہے پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں۔

**افادہ شانزدہم** (حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالبہ تین قسم ہیں) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے  
پایا جائے وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو  
اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔  
(عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار، عملیہ  
تقارراتی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں ،

خبر الواحد على تقدير اشتماله على جميع  
الشرائط المذكورة في اصول الفقه لا يفيد  
الا لظن ولا عبارة بالظن في باب الاعتقادات۔  
حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو  
ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقادی میں ظنیات  
کا کچھ اعتبار نہیں۔

عنه باب الصلاة حديث من جمع بين الصلاتين  
من غير عذر فقد اتى بابا من ابواب الكياس  
اخرجه الترمذى وقال حين ضعفه احمد  
وغیره والعمل على هذا الحديث عند اهل  
العلم فاشار بذلك الى امت الحديث اعتضد  
بقول اهل العلم وقد صرح غير واحد الخ  
۱۲ منه رضي الله تعالى عنه (م)  
باب الصلاة کی اس حدیث کے تحت ذکر ہے جس میں ہے  
کہ جس نے دونوں نمازیں بغیر عذر کے جمع کیں اس نے کیا کریم  
ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا اسے ترمذی نے روایت کی ہے  
اور حسین نے کہا احمد وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے  
اور اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے اس سے اس بات کی  
طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث نے اہل علم کے قول  
کے ذریعے قوت حاصل کی ہے اور اس کی تصریح  
متعدد محدثین نے کی ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د)

۱۲ ص مکتبہ اثریہ سالکہ ہل باب الصلاة  
مطبوعہ دار الاشاعت العربیہ قندھار بحث تعداد الانبیاء  
۱۰۱ ص مکتبہ اثریہ سالکہ ہل باب الصلاة  
۱۲ ص مکتبہ اثریہ سالکہ ہل باب الصلاة

مولانا علی قاری منہج الروض الازہر میں فرماتے ہیں : الاحاد لا تغید الا اعتماد فی الاعتقاد (احادیث  
احاد و بارۃ اعتقاد ناقابل اعتماد)۔

(دربارۃ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لیے اگرچہ اتنی قوت و کار نہیں پھر بھی حدیث  
کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے، جبکہ علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(فضائل مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے  
یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا  
ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ اُنھیں اللہ عز و جل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے  
مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کر کے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مرآ  
نہ جاننے سے ناشی، جیسے بعض جاہل بول اُٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں  
یہ اُن کی نادانی ہے علماء محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے  
ہیں، عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے، رسالہ قاری و مرقاۃ و  
شرح ابن حجر کی و تعقیبات و لا الی الامام سیوطی و قول مسند امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادۃ دوم و سوم و چہارم و دہم میں  
گزریں، عبارت تعقیبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے، بالآخر اس میں  
ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوٹی کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کیسے بدتر ہے، امام اجل شیخ العطار  
والعرفاء سیدی ابوطالب محمد بن علی کی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملہ المہبوب

علہ ۱۵۱ دلا عبرۃ بمن شذ ۱۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں رہتا)

علہ الاجماع المذکور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ ۱۲ منہ

علہ مسئلہ امیر مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ من تحف اجلۃ و رسالہ الاحادیث  
الراویۃ لمدح الامیر معویۃ و رسالہ عرش الاعزاز و الاکرام لاول ملوک الاسلام و رسالہ ذب الہواء الواہیۃ فی  
باب الامیر مغویۃ وغیرہ میں ہے و فقنا اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ لتوصیئہا و تبیینہا و نفعہا و لبساتہا تصانیفی امۃ  
الاسلام یفہمها و تفہیمہا امین باعظم القدرة و اسم الرحمة امین صلی اللہ تعالیٰ و بارک وسلم علی سیدنا محمد و آلہ  
وصحبہ و سلم ۱۲ مندرضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

علہ فی فصل الحادی و الثلثین ۱۲ منہ

لہ منہج الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منزہ عن الکبار والصفائر مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۷

میں فرماتے ہیں،

الأحادیث فی فضائل الأعمال وتفضیل اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی  
متقبلہ محتملة علی کل حال تقاطیعہا و مراسیلہا  
لا تعارض ولا ترد، کذلک کان السلف  
یفعلون<sup>۱</sup>۔

ففضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی  
حدیثیں کسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و مانع نہیں موقوف  
ہوں خواہ مرسل نہ ان کی مخالفت کی جائے نہ انہیں  
رد کریں، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔

امام ابو زکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر کی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ و حرز ثمین شرح حصین  
میں فرماتے ہیں،

قد اتفق الحفاظ و لفظ اربعین قد اتفق العلماء  
علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل  
الأعمال و لفظ الحرز لجواز العمل بہ فی فضائل  
الأعمال بالاتفاق<sup>۲</sup>۔

یعنی بیشک حفاظ حدیث و علمائے دین کا اتفاق ہے کہ  
فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔  
(مختصاً)

فتح البین بشرح الاربعین میں ہے،

لا نہ ان کان صحیحاً فی نفس الامر فقد اعطی  
حقه من العمل بہ، والا لہی ترتب علی العمل  
بہ مفسدة تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق  
للغیر و فی حدیث ضعیف من بلغه عنی ثواب عمل  
فعلہ حصل لہ اجرہ وان لہ اکن قلیلہ او کما

یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک  
ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس  
پر عمل کیا جائے حق ادا ہو گیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر  
عمل کرنے میں کسی تکلیف یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو  
نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس

علہ تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً قال النووی طرقہ کلہا ضعیفۃ ۱۲ منہ (م)  
علہ فی شرح الخطبۃ تحت قول المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ انی اسجوان یکون جمیع ما فیہ صحیحاً ۱۲ منہ (م)  
علہ فی شرح الخطبۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۷۸/۱	مطبوعہ دار صادر مصر	فصل الحادی والعشرون	سہ قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب
ص ۴	مصطفیٰ البابی مصر	خطبۃ الکتاب	سہ شرح اربعین للنووی
ص ۲۳	نو لکھنؤ لکھنؤ	شرح خطبۃ کتاب	سہ حرز ثمین شرح مع حصین

قال واشار المصنف رحمه الله تعالى بحكاية  
الاجماع على ما ذكره الى الروعي من ناسخ  
فيه الخ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جسے مجھ سے کسی عمل پر  
ثواب کی خبر پہنچی وہ اس پر عمل کر لے اُس کا اجر اُسے حاصل  
ہو اگرچہ وہ بات واقع میں میں نے نہ فرمائی ہو۔ لفظ حدیث  
کے یونہی ہیں یا جس طرح حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نقل اجماع  
علمائے اُردو سے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے الخ  
مقاصد الحسنہ میں ہے،

قد قال ابن عبد البر انهم يتساهلون في  
الحديث اذا كان من فضائل الاعمال الخ  
بے شک ابو عمر ابن عبد البر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل  
فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو۔

امام متقی علی الاطلاق فتح القدير میں فرماتے ہیں،  
الضعيف غير الموضوع يعمل به في فضائل  
الاعمال الخ  
یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا  
بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔

مقدمہ امام ابو عمرو ابن الصلاح و مقدمہ جرجانیہ و شرح الافیۃ للمصنف و تقریب النواوی اور اس کی شرح  
تذریب الراوی میں ہے،

واللفظ لهما يجوز عند اهل الحديث وغيرهم  
التساهل في الاسانيد الضعيفة ورواية ما سوى  
الموضوع من الضعيف والعمل به من غير بيان  
ضعفه في فضائل الاعمال وغيرها مما لا تعلق له  
بالعقائد والاحكام ومن نقل عنه ذلك ابن حنبل  
وابن مهيدي وابن المبارك قالوا اذرونا  
محدثین وغیر ہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور  
بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت  
اور اُس پر عمل فضائل اعمال وغیرہ امور میں جائز ہے  
جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل  
و امام عبد الرحمن بن مہدی و امام عبد اللہ بن مبارک  
وغیر ہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول آگاہ فرماتے جب

عنه ذكره في مسألة تعدية الاورع ۱۲ من (م)  
صاحب درع و تقری کی تعلیم میں اس کا بیان ہے ۱۲ من (ت)

فتح المبين شرح الاربعين

المقاصد الحسنه تزيير حديث من ينفخ عن الله الخ  
فتح القدير باب الامامة  
مطبوعہ دار الكتب العلمیۃ بیروت  
نوریہ رضویہ سکھر

ص ۲۰۵

۳۰۳/۱

فی الحلال والحرام شد دنا و اذا س وینافی الفضائل  
و نحوہا تاساہلنا اہل مخلصا۔  
ہم حلال و حرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور  
جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اور مخلصا۔

امام زین الدین عراقی نے القیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مہدی وغیرہ واحد  
(یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شارح نے فتح المغیث میں امام احمد و امام ابی یوسف  
و امام ابی المبارک و امام سفین ثوری و امام ابن عیینہ و امام ابو زکریا عنہری و حاکم و ابن عبد البر کے اسما و اقوال  
نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی نے کامل اور غیث نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ  
مشہور ہے اور نصوص نامحسور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔  
تذریعہ کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں، مولوی خرم علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں،  
ضعاف در فضائل اعمال و فیما نحن فیہ باتفاق علما معمول  
بہا است الخ  
فصائل اعمال میں اور جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں  
میں باتفاق علما ضعیف حدیثوں پر عمل درست ہے الخ

مظاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ او ابیہ کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا: اس حدیث کو  
اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے الخ  
اسی میں حدیث فضیلت شب برات کی تضعیف امام بخاری سے نقل کر کے کہا: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے  
لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق جائز ہے الخ

افادۃ ہرقد ہم فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوت  
استحباب کے لیے پس ہے۔ امام شیخ الاسلام ابو زکریا یافعا رحمہ اللہ تعالیٰ بکتاب الاذکار المنعجب من کلام اللہ پر  
یہ تینوں عبارات ہمارے دور کے عظیم محقق اور ہمارے  
علمہ نقل ہذا العبارات الثلاثہ محقق اعصارنا  
ونزینۃ امصارنا تاج: انھوں محب الوسیل مولا نا  
المولوی عبد القادر البدایونی ادام اللہ تعالیٰ فیضہ  
فی کتابہ سیف الاسلام السلول علی المناع بعمل المولد  
والقیام ۱۲ منہ (د)  
ملک کی زینت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی  
عبد القادر بدایونی ادام اللہ تعالیٰ فیوضہ نے اپنی کتاب "سیف  
الاسلام السلول علی المناع بعمل المولد والقیام" میں ذکر  
کی ہیں ۱۲ منہ (د)

علمہ اول (کتاب ثالث فصول المقدمۃ ۱۲ منہ (م) یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ منہ (د)

۱/ ۲۹۸ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور  
۱/ ۲۹۶ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی  
۱/ ۸۴۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی  
۱/ ۲۹۸ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور  
۱/ ۲۹۶ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی  
۱/ ۸۴۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

محدثین و فقہاء و غیر ہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بُری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔

قال العلماء من المحدثین و الفقہاء و غیر ہم یجوز و یتحب العمل فی الفضائل و الترغیب و الترہیب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعاً۔

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہائم نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوجیہ بھرحارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی نے حلیۃ تدریس شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرمائی، امام فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں ، الاستجاب یثبت بالضعیف غیر الموضوع (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے) علامہ ابراہیم حلی علیہ السلام فی شرح غیۃ المصلیٰ میں فرماتے ہیں ،

(نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب جیسا کہ ترمذی نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضاء مبارک صاف فرماتے۔ ترمذی نے روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا۔)

یتحب ان ینسج بدنہ بمنذیل بعد الغسل۔ لماروت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرقة یتنشف بها بعد الوضوء رواہ الترمذی و هو ضعیف و لکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسیح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں ،

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل

الضعیف یعمل بہ فی الفضائل الاعمال اتفاقاً

باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (د)  
فصل فی حمل الجنائزہ سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (د)  
سنن غسل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (د)

علہ او اخر الفصل الثانی من باب الاول ۱۲ منہ (د)  
علہ قبیل فصل فی حمل الجنائزہ ۱۲ منہ (د)  
علہ فی سنن الغسل ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د)

۱۔ کتاب ان ذکا المنتخب من کلام سیدالابرار علیہ السلام فصل قال العلماء من المحدثین مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ص ۷

۲۔ فتح القدیر فصل فی الصلاۃ علی المیت مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۹۵/۲

۳۔ غنیۃ المستمل فی شرح منبغۃ المصلیٰ سنن الفضل سہیل اکبریدی لاہور ص ۵۲

ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبة مستحب او  
سنة۔  
کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں  
گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

امام حنبل جلال سیوطی رحمہ اللہ طووع الثریا بالظہار ما کان فضیاً میں فرماتے ہیں :

استحبه ابن الصلاح وتبعه النووي نظراً الى  
ان الحديث الضعيف يتسامح به في فضائل  
الأعمال۔  
تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے  
مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے  
ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ محقق جلال دوانی رحمہ اللہ تعالیٰ انموذج العلوم میں فرماتے ہیں :

الذي يصلح للتقويل عليه ان يقال اذا وجد  
حديث في فضيلة عمل من الاعمال لا يحتمل  
الحرمه والكراهية يجوز العمل به ويستحب  
لانه مأمون الخطر ومرجوا النفع۔  
اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت  
میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت و کراہت  
کے قابل نہ ہو تو اس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے  
کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی امید۔

اندیشہ سے امان یوں کہ حرمت و کراہت کا محل نہیں اور نفع کی امید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی اگرچہ ضعیف  
ہی تھی۔

اقول وبالله التوفيق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

عہ نقلہ بعض العصریین وهو فیما نوری ثقتہ فی النقل ۱۷ منہ (م)

عہ نقلہ العلامة شہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیباچۃ  
حیث روی المصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ بسندہ الی ابی داود حدیث من سئل عن علم فکتمہ الحدیث و  
للمحقق ہہنا کلام طویل نقلہ الشارح ملخصاً ونازعہ بما ہو منازع فیہ والوجہ مع المحقق فی  
عامۃ ما ذکرہوا لولا خشیۃ الاطالۃ لآتینا بکلاهما مع مالہ وعلیہ ولكن سنشیر ان شاء اللہ تعالیٰ  
الی احرف لیسیر یظہر بہا الصواب بعون الملک الوہاب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

ص ۶۳

۱۹۱/۲

۳۳/۱

مطبوعہ مجتبیٰ فی دہلی

دار الفکر بیروت

مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان

۱۷ مضرعات کبیر حدیث مسح الرقۃ

۱۷ الحاوی للفتاویٰ خفیا

۱۷ نسیم الریاض شرح شفاء دیباچہ



ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت و انعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا، تو لاجرم ورود حدیث کے سبب جانب فعل کو ترجیح مانے کہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استجاب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلی و علامہ قاری نے اسے عمل و جواز عمل کو دلیل و ثبوت استجاب قرار دیا اور امام محمد محمد بن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو درجہ ترقی و اولیت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہونا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولیٰ اس سے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد و بالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استجاب و هذا ظاہر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) حلیہ شرح نیہ میں فرماتے ہیں،

الجمهور علی العمل بالحديث الضعیف الذی  
لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فهو فی ابقاء  
الاباحة التي لم يتم دلیل علی انتفاؤها  
كما فیما نحن فیہ اجد <sup>۱</sup>  
امام ابو طالب مکی قوت القلوب <sup>۲</sup> میں فرماتے ہیں،

الحديث اذا لم ینافه کتاب او سنة وان لم  
یشهد له ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع  
الامة، فانه یوجب القبول والعمل لقوله  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف و قد  
قیل <sup>۳</sup>  
حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو  
اگرچہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ ملے،  
تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے  
قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور سرور عالم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا  
حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

عہ سنن الفصل مسئلۃ المنذیل ۱۲ منہ (م)  
عہ فی الفصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ (م)  
سنن غسل میں رومال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)  
اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ حلیہ الحلی شرح نیہ المصلی

لہ قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ المطبعة المشرقیہ مصر ۱۴۷۱

اور میں کتاب و سنت و اجماع امت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے۔

اقول امام ابو طالب مکی قدس سرہ کے قول

اقول اما قوله قدس سرہ یوجب

”یوجب القبول“ سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تو اپنے  
قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ درمختار  
میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع  
واجب ہے (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس  
مسئکہ کی طرف اشارہ ہے جو مجاہدہ کرنے والے سادات  
ائمہ و صوفیہ (اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے  
لیے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح  
پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے  
بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا  
وہ محرمات ہیں یا این (ابو طالب مکی) کا مذہب ہے  
کیونکہ ہم آپ قدس سرہ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں  
ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا  
مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو  
پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہر اپنا انتساب کسی امام  
فقہی کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف بافتہ

فکانہ یرید التاکید کما تقول لبعض اصحابک  
حقک واجب علی فقال فی الدر المختار لانت  
المسلمین توارثوه فوجب اتباعہم او ان ملحقہ  
الی ما علیہ السادات المجاہدون من الائمة  
و الصوفیۃ قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم الصفیۃ  
من شدۃ تعاہدہم للمستحبات کانہا  
من الواجبات وتوقیہم عن المکروہات بل و  
کثیر من المباحات کانہن من المحرمات و ان  
هذا هو المذہب عنده فانه قدس سرہا  
فیما نری من المجتہدین و حق له ان یکون  
منہم کما هو شان جمیع الواصلین الی عین  
الشریعة الکبریٰ و ان انتسبوا ظاہرا الی احد  
من ائمة الفتویٰ کما بینہ العارف باللہ  
سیدی عبدالوہاب شعرائی فی المیزان واللہ  
تعالیٰ اعلم بہر اہل العرفان۔

سیدی عبدالوہاب شعرائی نے میزان میں تفصیل گفتگو کی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر  
بہتر جانتا ہے۔ (ت)

عَلَمَ آخر باب العیدین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م) باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)

عَلَمَ فی فصل فان قال قائل فہل یجب عندکم علی المقلد النہ فی فصل ان قال قائل کیف الوصول الی الاطلاع

علی عین الشریعة المظہرة الخ فی غیرہما ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

م درمختار باب العیدین مطبوعہ محبتی دہلی ۱۱۴/۱

سہ المیزان اکبر فی فصل ان قال قائل کیف الوصول الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۲/۱



فرماتے ہیں ،

ما جاءكم عنى من خير قلته اولم اقله فافى اقله  
وما جاءكم عنى من شرفافى لا اقول الشرف

تھیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی  
ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بُری بات  
کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں ،

ما قيل من قول حسن فانا قلته۔

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے  
فرمائی ہے۔

عقیقہ کی روایت یوں ہے ،

خذوا به حدثت به اولم احدثت به۔

اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے مندرمائی ہو  
یا نہیں۔

وفى الباب عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعن ابن عباس رضى الله  
تعالى عنهم ( اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ )  
علمی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبدالمجید رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی :

سأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
فى التومنى الحجرة فقلت بائى انت واقم  
يا رسول الله انه قد بلغنا عنك انك قلت من  
سمع حديثا فيه ثواب فعمل بذلك الحديث  
سرجاء ذلك الثواب اعطاه الله ذلك الثواب  
وان كانت الحديث باطلا فقال  
اى ورب هذه البلدة انه لمنى و

میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو  
خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یا رسول اللہ  
میرے ماں باپ حضور پر قربان ہیں حضور سے حدیث  
پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی  
حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس  
حدیث پر بامیہ ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے  
وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اور

انا قلت علیہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے رب  
کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے منہ مانی ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔  
ابویعلیٰ اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من بلغہ عن اللہ تعالیٰ فضیلة فلم یصدق  
بہا لم ینلہا۔  
جسے اللہ تعالیٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے  
اُس فضل سے محروم رہے۔

ابو اسر ابن عبد البر نے حدیث مذکور روایت کر کے فرمایا،

اہل الحدیث بجماعتہم یتساہلون فی الفضائل  
فیروونہا عن کل وانما یتشددون فی احادیث  
الاحکام۔  
تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے  
ہیں انھیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں، ہاں  
احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اُسے چاہیے  
نیک نیتی سے اس پر عمل کرے اور تحقیق صحت حدیث و نفاذ سنت سند کے پیچھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسن نیت اس نفع  
کو پہنچ ہی جائیگا اقول یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء و امید کے کوئی معنی نہیں۔  
فقول الحدیث وان لم یکن ما یلفہ حقا و نحوه  
انما یغنی بہ فی نفس الامر لا بعد العلم بہ و  
هذا واضح جدا فتثبت ولا تزول۔ نفس الامر ہے نہ کہ بعد از حصول علم۔ اور یہ بہت ہی اصرار ہے اسے یاد رکھو کہ  
اور جو اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عز و جل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے،  
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب عز و جل و ملا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ  
انا عند ظن عبدی (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے) رواہ البخاری و مسلم  
و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ و العاکب بمعناہ عن انس بن مالک (اسے بخاری، مسلم، ترمذی،

ابو داؤد اللخمی

مطبوعہ دار القبلة لثقافة الاسلامیرجہ سعودی عرب ۳/۳۸۷

۳۴۳۰ حدیث انس بن مالک

۳۴۳۱ کتاب العلم لابن عبد البر

۳۴۳۲ کتاب التوبہ

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۵۴

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے معناً سے روایت کیا۔ (ت)  
 دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے، "فلیظن فی ماشاء" (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) (خریجہ  
 الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح (اسے طبرانی نے  
 معجم کبیر میں اور حاکم نے حضرت واثلہ بن اسقع سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے، "ان ظن خیرا فله وان ظن شرا فله" (اگر بھلا گمان کرے گا  
 تو اس کے لیے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لیے بُرائی) (سرواۃ الامام احمد عن ابی ہریرۃ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط واثلہ بن النعمان فی المحلیۃ  
 عن واثلہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد نے سند حس سے صحیح قول پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 اور اسی کی مثل طبرانی نے اوسط اور ابونعیم نے علیہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)  
 جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عزوجل اسے اُس نفع کی امید رکھی تو مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے  
 اکرم الاکرمین ہے اُس کی امید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کسی ہی ہو۔ واللہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ۔

افادۃ نوزدہم (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے) وبالله التوفیق، عقل اگر عظیم  
 ہو تو ان نصوص و نقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر اور اس کا ضعف مغفکر کہ سند میں  
 کتنے ہی نقصان ہوں آخر سلطان پر یقین تو نہیں فان الکذب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا  
 معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابو عمر علی الدین شہر زوری میں ہے،

اذا قالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذلک  
 قطعاً بانہ کذب فی نفس الامور اذ قد یکون  
 صدقاً فی نفس الامور وانما المراد به لو یصح  
 اسنادہ علی الشرط المذكور۔  
 محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے  
 فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث  
 غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تواتر مراد  
 ہوتی ہے کہ اُس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے  
 صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب و تدرب میں ہے،

اذا قیل حدیث ضعیف، فمعناہ لم یصح	کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی
لہ المستدک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبۃ والاناۃ	مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۳۰/۴
۲ مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ	بروت ۳۹۱/۲
۳ مقدمہ ابن الصلاح النوع الاول فی معرفۃ الصحیح	فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۸

اسنادہ علی الشرط المذكور کلا اند کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب اھ ملخصاً۔  
 اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو اور ملخصاً۔

(تصحیح و تضعیف صرف بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو و بالعکس) محقق حیث اطلاق قطع میں فرماتے ہیں،

ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما هو باعتبار السند ظناً اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحة الضعیف۔  
 حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو۔  
 اسی میں ہے،

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل ما لم یثبت بالشروط المعتبرة عند اهل الحديث مع تجویز کونه صحیحاً فی نفس الامر فجوز ان یقتون قرینة تحقق ذلك، وان الراوی الضعیف اجاد فی هذه المتن المعین فی حکم بیہ۔  
 ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں ان پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کر دے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے اُس وقت با وصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کر دیا جائے گا۔

موضوعات کبیر میں ہے،

المحققون علی ان الصحة والحسن والضعف انما هی من حیث الظاهر فقط مع احتمال  
 محققین فرماتے ہیں صحت و حسن و ضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور

علہ مسألة التفضل قبل المغرب ۱۲ منہ (م)

علہ مسألة السجود علی کور العمامة ۱۲ منہ (م)

لہ تدریب الراوی شرح تقریب النزادى النزاع الاول الصحیح مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۵، تا ۶  
 فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹  
 باب صفة الصلاة ۱/ ۲۶۶

کون الصحیح موضوعاً و عکسہ کذا افسادہ اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افسادہ الشیخ ابن حجر المکی۔ فرمایا ہے۔

**اقول** (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب عرفائے رب ائمہ عارفین سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالیٰ باسراہم الجلیلہ و نور قلوبنا بانوارہم الجلیلہ انہیں مقبول و معتد بنا تے اور بصیغ جزم و قطع حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنہیں علما اپنے زبرد و فاریں کہیں نہ پاتے، ان کے علوم الہیہ بہت ظاہر بنیوں کو نفع دینا درکنار اُن کے باعث طعن و وقصیت و جرح و اہانت ہو جاتے، حالانکہ العظمۃ اللہ و عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی اللہ و اعلم باللہ و اشد توقیاً فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط کرنے والے تھے۔ ت) تھے۔ ولکن

کل حزب یعالیہم فرعون، و سربک  
اعلم بالمہتدین۔ اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے اور تیرا رب  
ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

میزان مبارک میں حدیث،  
اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی  
اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (ت)

کی نسبت فرماتے ہیں،  
ہذا الحدیث وان کان فیہ مقال عند المحدثین اس حدیث میں اگر چہ محدثین کو گفتگو ہے

عہ فی فصل فان ادعی احد من العلماء فوق ہذا المیزان ۱۲ من (م)۔

۱۔ موضوعات کبیر لکھنؤ علی قاری زیر حدیث من بلغہ عن اللہ شیخ ۱۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۸

۲۔ القرآن ۵۳/۲۳ و ۳۰/۳۲

۳۔ القرآن ۴۸/۴ و ۱۵۲/۱۶ و ۱۱۴/۶

۴۔ المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء ۱۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۰/۱



فہو صحیح عند اہل الکشف

کشف الغم عن جمیع الامم ارشاد فرمایا

کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی علی طہر قلبہ من النفاق ، کما یطہر الثوب بالماء ، وکان صلی اللہ تعالیٰ یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین بابا من الرحمة ، والقی اللہ محبتہ فی قلوب الناس فلا یبغضہ الا من فی قلبہ نفاق ، قال شیخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہذا الحدیث والذی قبلہ روینا ہما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ الصلوۃ والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ہما عندنا صحیحان فی اعلی درجات الصحة وان لم یشبہتہما المحدثون علی مقتضی اصطلاحہم۔

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے جیسے کپڑا پانی سے ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو کہ ”صلی اللہ علی محمد“ اس نے شر و رواج رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے ، اللہ عز و جل اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہاں اسے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں انہوں نے سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام انہوں نے حضور پر نور سید الانام علیہ افضل الصلوۃ و اکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انہیں ثابت نہ کریں۔

نیز میزان شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں :

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا اس کی سند حضرت الہی عز و جل تک پہنچتی ہے یونہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

کما یقال عن جمیع ما رواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتہی سندہ الی حضرت الحق جل و علا فکذا لک یقال فیما

عہ آخر المجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ فیہ تامل  
عہ فصل فی بیان استحالة خروج شی من اقوال المجتہدین عن الشریعة ۱۲ منہ

لہ میزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء الی مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۰/۱  
لہ کشف الغم عن جمیع الامم فصل فی الامر بالصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۲۵/۱

نقلہ اہل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ۔ اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع و اعلیٰ ہے و لہذا حضرت سیدی ابویزد بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے متکین سے فرماتے،

قد اخذتم علمکم میتاً عن میتہ واخذنا علمنا  
عن الحی الذی لا یموت

نقلہ سیدی الامام الشعرائی فی کتابہ المبارک  
الفاخر الیواقیت والجواہر آخر المبحث السابع  
والاسبعین۔

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مانی گئی تھیں،

کما ذکرہ فی باب الثالث والسبعین من الفتوحات  
الملکیۃ الشریفۃ الالہیۃ الملکیۃ ونقلہ فی  
الیواقیت ہنا۔

جیسا کہ انہوں نے فتوحات الملکیۃ الشریفۃ الالہیۃ الملکیۃ کے تیرھویں باب میں ذکر کیا اور الیواقیت میں اس مقام پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر بار بیداری میں جمال جہاں آرائے حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامة عبدالوہاب شعرائی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے من شاء فلیتشف بہ مطالعۃ (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس و جلیل و سائدہ کہ

عمہ فی الفصل المذكور قبل ما مر بنحوہ صفحہ ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ہر)

۴۵/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	لہ میزان الکبریٰ فصل فی استمالۃ خروج شیء من اقوال المجتہدین الم
۹۱/۲	" " " "	لہ الیواقیت والجواہر باب الثالث والسابع والاربعین
۸۸/۲	" " " "	لہ " " " "
۴۴/۱	" " " "	لہ میزان الکبریٰ فصل فی استمالۃ خروج شیء الم

بنا بہت مقام بھدا اللہ تعالیٰ نفع رسائی برادرانِ دین کے لیے حوالہ قلم ہوا لوحِ دل پر نقش کر لینا چاہئے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم سے

خلیلی قطاع الغیا فی الحب الہمی

کثیر و ابواب الوصول قلائد

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ ت)

بات دو پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن و جرح ہوں اُن کے سبب بطلانِ حدیث پر جزم نہیں ہو سکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہان نفع بے ضرر کی اُمید پاتا ہے اُس فعل کو بجالاتا ہے دین و دنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایک دست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور تجوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فافہم و تشبہت ولا تکن من المتعصبین (اے اچھی طرح سمجھ لے اس پر قائم رہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ ت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی وضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق سونے کے کھل میں سونے کی مڑلی سے عرق بید مشک یا استھلی پر انگلی سے شہد میں سخی بلین کر کے چٹا تجویز فرمایا ہے تو عقل سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اُس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات ذکر لے اس کا استعمال جہاں حرام جانے، بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصولِ طبیہ میں میرے لیے اس میں کچھ مفرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہ ہائے قراہان کی سندیں ڈھونڈتا اور حالِ رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اُن ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا نہ عراقِ قتیق سے تریاقِ یصیح یا تھو آکے گا نہ یہ مارگزیدہ دوا پائے گا! بے بندہ ہی حال ان فضائلِ اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیق محدثانہ کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے فہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا اھل تربصون بنا الا احدی الحسنین (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ ت)

**افادہ ۲۰** (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو) مقاصد شرع کا عارف اور کلماتِ علما کا واقف جب قبولِ ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حجر مکی و انموذج العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالیٰ و نیز تقریر فقیر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا

ان انوار تجلیہ کے پر تو سے بطور حدس بے تکلف اُس کے آئینہ ولی میں مرقم ہو گا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلاشبہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بنائے گا جانب ترک میں تنزیع و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا :

کیف وقد قيل: (کیونکہ زمانے کا حالانکہ کہا تو گیا) (سرواد البخاری عن عقبۃ بن عقیبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**اقول** وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **اقول** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں ۔

سرواد الامام احمد وابوداود والطیالسی والدارمی والترمذی وقال "حسن صحیح" والنسائی وابن حبان والمحاکم وصحاحہ "وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند قوی وابونعیم فی المحلیۃ والخطیب فی التاریخ بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اسے امام احمد، ابو داؤد طیالسی، دارمی، ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم ان دونوں نے اسے صحیح کہا۔ ابن قانع نے اپنی معجم میں امام ابن امام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے حلیہ اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کیا۔

(ت)

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورثِ ظن نہ ہو مورثِ شبہہ سے تو کم نہیں تو عمل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اجل و اعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

من اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه  
ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي

جو شبہات سے بچے اُس نے اپنے دین و آبرو کی حفاظت کر لی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا جیسے

رہنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رہنے کے اندر  
چراغے، سُن لو ہر پادشاہ کا ایک رہنا ہوتا ہے، سُن لو  
اللہ عزوجل کا رہنا وہ چیریں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔  
اسے بخاری و مسلم دونوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

حول الحمی یوشک ان ترقع فیہ الاوان کل ملکہ  
حمی الاوان حمی اللہ محاسنہ۔

رواہ الشیخان عن النعمان بن بشیر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما۔

امام ابن حجر مکی نے فتح المبین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا،

یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ  
کی بات میں پڑنا خلافِ اولیٰ ہے جس کا مرجح کراہت  
تتزیہ۔

رجوعہما الی شئ واحد وهو النہی التتزیہ  
عن الوقوع فی الشبہات۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے  
اور اگر سچا ہو تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت  
جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے۔

ان یک کا ذبا فعلیہ کذیہ وان یک صادقاً  
یصیبکم بعد الذی یعدکم۔

بمحد اللہ تعالیٰ یہ معنی ہیں ارشاد امام ابوالباب مکی قدس سرہ کے قوت القلوب شریف میں فرمایا،

ضعیف حدیثیں جو مخالف کتاب و سنت نہ ہوں اُن کا  
ذکر نہ کریں لازم نہیں بلکہ قرآن و حدیث اُن کے قبول  
پر دلالت فرماتے ہیں

ان الاخبار الضعاف غیر مخالفة لکتاب و  
السنة لا یلزمنا ردہا بل فیہا ما یدل علیہا۔

لاہرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارہٴ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط

اکتیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

عہد فی فصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ (م)

ص ۱۳

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۲۸/۲

" " " " " "

۳۱ القرآن ۲۸/۲

۱۴۴/۱

مطبوعہ دارصادر بیروت

لے صحیح البخاری باب فصل من استبرأ لیدینہ

مسلم شریف باب اخذ الخلال و ترک الشبہات

لے فتح المبین شرح اربعین

لے قوت القلوب باب تفضیل الاخبار الخ

میں ہو، امام نووی نے اذکار میں بعد عبادت مذکور پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں فرمایا:

اما الاحکام کالاحلال والحرام والبیع و  
النکاح والطلاق وغير ذلك فلا يعمل فيها الا  
بالحديث الصحيح او الحسن الا ان يكون في  
احتياط في شيء من ذلك كما اذا ورد حديث  
ضعيف بکراهة بعض البيوع او النکحة فان  
المستحب ان يتنزه عنه ولكن لا يجب له

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں:

ويعمل بالضعيف ايضا في الاحكام اذا كانت  
فيه احتياط -

علامہ علی غنیہ میں فرماتے ہیں:

الاصل ان الوصل بين الاذان والاقامة يكون  
في كل الصلوة لما روى الترمذی عن جابر  
رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى  
الله تعالى عليه وسلم قال ليلا اذا اذنت  
فترسل واذا اقامت فاحدرو واجعل بين  
اذانك واقامتك قدرا ما يفرغ الاكل من  
اكله في غير المغرب والشارب من شربه

علہ فی شرح الخطبة حيث اسند الامام المصنف حديث من شئ عن علم فكه الحديث ۱۲ من

علہ فی فصل سنن الصلاة ۱۲ من

علہ قوله في غير المغرب هكذا هو في نسخة الغنية وليس عند الترمذی بل هو مدرج فيه نعم هو تاويل من  
العلماء كما قال في الغنية بعد ما نقلنا قالوا قوله قدرا ما يفرغ الاكل من اكله في غير المغرب من شربه في المغرب

نسیم الریاض شرح الشفار تتمہ فائدہ ص ۱۱۲ فی شرح الخطبة مطبعة دار الفکر بیروت ۲۲/۱

تدریب الراوی شرح تقریب الزاوی النوع الثاني والعشرون المقلوب دار نشر الكتب الاسلامیہ ۲۹۹/۱

والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته وهو وان كان ضعيفا لكن يجوز العمل به في مثل هذا الحكم  
اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔

تفسیر (بُذ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بُذ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ،

من احتجم يوم الاس بعاء ويوم السبت فاصابه برص فلا يلومن الان نفسه  
جو بُذ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے پھر اُس کے بدن پر سپید ارغ ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔

امام سیوطی لال و تعقیبات میں مسند الفردوس دینی سے نقل فرماتے ہیں،

سمعت ابي يقول سمعت ابا عمرو محدث بن جعفر بن مطر النيسابوري قال قلت يوما ان هذا الحديث ليس بصحيح فاقصدت يسوع الاس بعاء فاصابني البرص فرأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم فشكوت اليه حالي فقال اياك والاستهانة بخديشي فقلت تبنت يا رسول الله صلى الله تعالى عليه  
ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو قصد کی ضرورت تھی بُذ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں قصد کی قرآن برص ہو گئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایاک والاستهانة بخديشي (خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا) انہوں نے توبہ کی

علہ امام ترمذی نے فرمایا، هو اسناد مجهول (یہ سند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

علہ او آخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م) کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (د)

علہ باب الجنائز ۱۲ منہ (م) باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (د)

سہ غنیۃ المستمل فصل سنن الصلاة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۴ - ۳۷۹

سہ الکامل لابن عدی من ابۃ اسمعین عبد اللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ شیخ پورہ ۱۳۴۶/ھ

سہ اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۳۶۸/۳





صحیح نہیں فوراً مبتلا ہو گئے۔ خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا، تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مہربانی الاکرم والابرص محی الموتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دو جہان و دستگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے اور اُسی وقت قہر کی کراہ کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کرونگا (۱)۔

علامہ شہاب الدین تغاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فیسم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،  
قص الاظفار وتغلیبھا سنة وورد النہی عنہ فی یوم الاربعاء، وانه یورث البوص، وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنہی عنہ فقال لم یثبت هذا فحققہ البوص من ساعته فرای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی منامہ فشکی الیہ فقال لہ الم تسمع نہی عنہ، فقال لم یصح عندی فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکفیک انه سمع، ثم مسح بدنہ بیدہ الشریفۃ، فذهب ما بہ فتاب عن مخالفة ما سمع اھ۔ (نوٹ، اس عربی عبارت کا ترجمہ مفید، ص ۴۹۹ سے شروع ہو کر عربی عبارت کے تحت ہوتا ہے) یہ بعض علما امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے علامہ طحاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں، بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کتروائے

والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انھیں یہ بھی الی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کتروانا سنت ثابتہ ہے اور اس سے بھی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انہوں نے ناخن کاٹ لیے تو انھیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی

ورد فی بعض الآثار النہی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانہ یورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفارہ یوم الاربعاء، فتذکر ذلک، فترک، ثم رای ان قص الاظفار سنة حاضرة، ولم یصح عنہ النہی فقصرها، فلحقہ ای احصاب البوص، فرای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نہی عن ذلک، فقال یا رسول اللہ لو یصح عندی ذلک فقال

يَكْفِيكَ اِنْ تَسْمَعُ ، ثُمَّ مَسَحَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ عَلَى يَدَيْهِ فَزَالَ الْبَرَصُ جَمِيعًا ، قَالَ ابْنُ الْحَاجِجِ  
رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَبَعْدَتْ مَعَ اللّٰهِ تَوْبَةُ اَنِي  
لَا اَخَالِفُ مَا سَمِعْتُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَدًا ۱۰

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا تو نے  
نہیں سنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے ؟ عرض کیا  
یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! وہ حدیث میرے  
نزدیک صحیح نہ تھی ، تو آپ نے فرمایا کہ تیرا سُن لینا ہی  
کافی ہے ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہو گیا ابْنُ الْحَاجِجِ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس  
بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا ۔ (ت)  
سُبْحَانَ اللّٰهِ ! جب محلِ احتیاط میں احادیثِ ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول ، تو فضائل تو فضائل  
ہیں ، اور ان فوائدِ نفیسہ حلیلہ مغیہ سے بجز اللہ تعالیٰ عقلِ سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہو گیا کہ ضعیف حدیث  
اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں ۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظ سند کسی ضعاتِ حق میں واقع ہیں اُن کی وہ شان کہ مخالفت  
کرتے ہی فوراً تصدیق ظاہر ہوئی ، کاش منکرانِ فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیمِ حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کی توفیق بخشے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے ، آمین !

**افادۂ بستی و حکم** (حدیث ضعیف پر عمل کے لیے خاص اُس باب میں کسی صحیح حدیث کا آنا ہرگز ضرور نہیں)  
بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محلِ فضائل میں استحباب یا موضعِ احتیاط میں حکمِ تنزیہ ثابت کرنے کے لیے نہار زنا  
اصلاً اُس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعلِ معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو ، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف  
ہی کا درودانِ احکام استحباب و تنزیہ کے لیے ذریعہ کا فیدہ ہے ، افاداتِ سابقہ کو جس نے ذرا بھی بگوش ہوشِ استماع کیا ہے  
اُس پر یہ امر شمس و امس کی طرح واضح و روشن ۔ مگر از انجا کہ مقامِ مقام افادہ ہے ایضاً با حق کے لیے چند تنبیہات  
کا ذکر مستحسن ۔

**اولاً** کلماتِ علمائے کرام میں با آنکہ طبقہً قطبۃً اُس جوش و کثرت سے آئے ، اس تفسیرِ بعیدہ کا کہیں نشان  
نہیں تو خواہی خواہی مطلق کو از پیش خویش مقید کر لینا کیونکر قابلِ قبول ۔

**ثانیاً** بلکہ ارشاداتِ علمائے کرام اس کے خلاف ، مثلاً عبارتِ اذکار وغیرہ یا خصوصاً عبارتِ امام ابنِ الامام  
جو نصِ صریح ہے کہ ثبوتِ استحباب کو ضعیف حدیث کافی ۔

**اقول** بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے  
پنجا مستحب ہے واجب نہیں ۔ اس استحباب و انکار وجوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیث صحیح  
نہ آئی کہ وجوب ہوتا ، تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب سے اعلیٰ و اجل کلامِ امام ابو طالب کی ہے اس

میں تو بالقصہ اس تفسیر جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشهد الہ" (اگرچہ کتاب و سنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

مثلاً علامہ فقہ و حدیث کا علمدرآمد قدیم و حدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدلی، جابجا انھوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔  
اقول مثلاً،

(۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاة التیسع کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضعف و جهالت امام زرکشی و امام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گزرا وہاں اس تفسیر کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقہانِ صحت سے مشروط فرمایا ہے،

قال دوی الحاکم عنہ علیہ الصلاة والسلام ان  
سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیام رفان  
صح و الا فالضعیف غیر الموضوع یعمل بہ  
فی فضائل الاعمال لہ

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی  
ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول  
ہو جائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ۔ اگر یہ  
روایت صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے (ت)

(۴) نیز امام ممدوح نے تجہیز و تکفین قرہبی کا فرقہ بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابو طالب مرے حضور اقدس  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انھیں نہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل  
کریں بعد غسل میت سے غسل کی حدیث نقل کریں، پھر فرمایا،

لیس فی هذا ولا فی شیء من طرق علی  
حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرۃ  
والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع لہ

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے  
طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے  
ثابت ہو جاتا ہے۔

(۵) غسل کے بعد استحباب منہیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی۔

(۶) تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

(۷) استجاب مسح گردن کی نسبت مولانا علیؒ کی۔

(۸) استجاب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح و امام نووی و امام سیوطی کے ارشادات افادۂ ہفہم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان والاقامت کی نسبت علامہ علیؒ کا کلام۔

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض و علیؒ کے اقوال افادۂ ہفہم میں زیورگرش سامعین ہوئے۔

یہ دس تو یہیں موجود ہیں اور خوفِ اطاعت نہ ہو تو تودو تودو ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاح واضح میں اظہار تا کے۔

رابعاً، اقول نصوص و احادیث مذکورہ افادات ہفہم و ہفتم کو دیکھتے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مساعدت فرماتے ہیں؟ حاشا بلکہ باعلیٰ نہ اُس کی لغویات بتاتے ہیں کمالا یخفی علیٰ اولیٰ النہی (جیسا کہ صاحب عقل لوگوں پر مخفی نہیں۔ ت)

خامساً، اقول وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسالہ اجماعیہ کو محض لغو و مہمل کر دے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ یہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح صحیح ورنہ قبیح۔

اولاً اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہو گا یا من حیث ہو مقتضی الصصح، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رد کر دینا ہے؟ ہذا لا یقول بہ جاہل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کر سکتا۔ ت) اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتناہین ہو کر مدفع کہ جب صحیح عمل و ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر! ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی مگر آتی تو وہی کفایت کرتی بہر حال اس کا وجود و عدم یکساں پھر معمول بہ ہونا کہاں!

ثالثاً بعبارۃ اخری اظہر و اجلی (ایک سری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو کہ اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اُس کی طرف اسناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی، مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نور آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ جب مہرِ نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرنا کہیں گے یا نورِ شمس میں! ع

آفتاب اند جہاں آنکہ کہ مجھ پر سہا

(جب جہاں میں آفتاب ہو تو سہا (ستارہ) ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

لاحرم معنی مسئلہ یہی ہے کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارہ فضائل کافی ووافی۔

(تحقیق المقام وازاحة الاوهام)

(تحقیق مقام وازالة اوهام)

ثُمَّ اَقُولُ تحقيق المقام وتنقيح المرام بحيث يكشف الغمار ويصوّف الاوهام ان المسألة تدور بين العلماء بعبارة تين العمل والقبول اما العمل بحديث، فلا يعني به الا امتثال ما فيه تعويلا عليه والجري على مقتضاه نظر اليه ولا بد من هذا القيد الاتي ان لو توافق حديثان صحيح وموضوع على فعل ففعل للمريه في الصحيح لا يكون هذا اعلا على الموضوع، واما القبول فهو وان احتل معنى الرواية من دون بيان الضعف، فيكون المحاصل ان الضعيف يجوز روايته في الفضائل مع السكوت عما فيه دون الاحكام لكن هذا المعنى على تقدير صحته انما يرجع الى معنى العمل كيف ولا منشا، لايجاب اظهار الضعف في الاحكام الا التحذير عن العمل به حيث لا يسوغ فلوله يسغ في غيرها ايضا لكان ساوفا في الايجاب فدارا لا مرفى كلنا العبارتين الى تجويز المشي على مقتضى الضعاف في ما دون الاحكام فاقضح ما سئد لنا به خامسا وانكشف الظلام هذا هو التحقيق بيد ان ههنا رجلين من اهل العلوم لت اقداما قلامهما فحملا العمل والقبول على ما ليس بمراد ولا حقيقا بقبول۔

ثُمَّ اَقُولُ اب ہم تحقیق مقام اور وضاحت مقصد کیلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں اور شکوک و شبہات ختم ہو جائیں گے اور وہ بتائے کہ اس مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجالایا جائے، اس قید کا اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں اگر موافق ہوں اور فعل کو بجالانے والا حدیث صحیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع ہر عمل نہ ہو گا قبول بالحدیث پر ہے کہ اگرچہ ضعف بیان کے بغیر روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہو گا کہ ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں نہیں، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے؟ وہ ایسے کہ احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان کرنا اس لئے واجب و ضروری ہے کہ اس پر عمل نہ ہو گا جاسے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ابیجاب میں فضائل و احکام دونوں برابر ہو جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں جہاتوں میں اس امر پر دلیل ہے کہ غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے

اب ہمارا پانچواں استدلال واضح ہو گیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہل علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھیل گئے، انھوں نے عمل بالمحدیث اور قبول بالمحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابل قبول نہیں۔ (ت)

ان میں سے ایک علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہیں انھوں نے محقق دوائی کے رد کا ارادہ کیا اور انھیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہو گیا کہ اس کا عمل وہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ثواب کے بارے میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت ہے اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار منقولہ کے بارے میں ہو کہ ان احکام و اعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اور

أحد هما العلامة الفاضل الخفاجي رحمه الله تعالى حيث حاول الرد على المحقق المدوني وأوهم بظاهر كلامه أن محله ما ذكر في حديث ضعيف في ثواب بعض الأمور الثابت استحبابها والترغيب فيه أو في فضائل بعض الصحابة أو الأذكار الماثورة قال ولا حاجة إلى لتخصيص الأحكام والأعمال كما توهم للمفروق الظاهر بين الأعمال فضائل الأعمال

اقول كاش فاضل مدق محقق دوائی کی مخالفت نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اباحت کی اصل پر ہو کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہو جاتا ہے اور ہم قبول ضعاف کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے اگر فاضل مدق بھی یہی معنی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول "أو الأذكار الماثورة" کے تکرار سے محفوظ ہو جاتے لیکن فاضل رحمۃ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

اقول لو أن الفاضل المدق خالف المحقق لكان كلامه معني صحيحاً ، فإن الثبوت اعم من الثبوت عينا أو باندراج تحت اصل عام ولو اصاله الإباحة فإن المباح يصير بالنية مستحباً ونحن لا ننكر أن قبول الضعاف مشروط بذلك كيف ونولاه لكان فيه ترجيح الضعيف على الصحيح وهو باطل وفقاً لقلو إيراد الفاضل هذا المعنى لأصحابه ولسلم من التكرار في قوله أو الأذكار الماثورة لكنه رحمه الله تعالى بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقد كان المحقق إنما عول على هذا المعنى

الصحيح حيث قال المباحات تصير بالنسبة  
عبادة فكيف ما فيه شبهة الاستحباب لاجل  
الحديث الضعيف المحاصل أن الجواز معلوم من  
خارج والاستحباب أيضا معلوم من القواعد  
الشرعية الدالة على استحباب الاحتياط  
في امر الدين فلم يثبت شيء من الاحكام بالحديث  
الضعيف بل اوقع الحديث شبهة الاستحباب فصار  
الاحتياط ان يعمل به فاستحباب الاحتياط  
معلوم من قواعد الشريعة ملخصا فالظاهر  
من عدم ارتضاؤه انه يبيد الثبوت عندا بخصوصه  
ويؤيده تشبّه بالفرق بين الاعمال وفضائلها  
فان اراده هذه جنود براهين لا قبل لاحد بها  
وقد اتاك بعضها.

اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات  
نیست سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال  
ہوگا جس کے استحباب میں حدیث ضعیف کی وجہ سے  
شہرہ ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوتا ہے  
اور استحباب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے  
جو امر دین میں احتیاطاً استحباب پر دال ہیں، پس  
احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا  
بلکہ حدیث استحباب کا شہرہ پیدا کر دے گی لہذا احتیاطاً  
اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاطاً استحباب کے قواعد شرع سے  
معلوم ہو اسے اور مطلقاً ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر  
ہوتا ہے کہ انہوں نے ثبوت سے مراد صرف عینی لینا ہے اور اس  
کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال  
اعمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انہوں  
نے یہی مراد لیا ہے تو یہ لائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

عہ ویکدره ايضا على ما قيل مغايرة العلماء بين  
فضائل الاعمال والترغيب على ما هو الظاهر  
من كلامهم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال  
وسائر فنون الترغيب والترهيب وسائر ما لا تعلق  
له بالاحكام والعقائد هذا توضيح ما قيل، اقول  
بل المراد به بفضائل الاعمال الاعمال التي هي  
فضائل تشهد بذلك كلمات العلماء السادة في  
الافادة السابعة عشر كقول الغنية والقاري و  
السيوطي وغيرهم كما لا ينهى على من له اولى  
مسكة ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (م)

اسے یہ بات بھی رد کرتی ہے کہ علماء کی عبارات میں امت  
ہوتا ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب ایک شے نہیں،  
ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب  
ترہیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام  
عقائد سے نہیں ہے یہ ماقیل کی وضاحت ہے اقول  
(میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائل اعمال ہیں  
جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ ستر حوالی افادہ میں  
گزارا مثلاً غنیہ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال  
اور یہ بات ہر اس شخص پر مخفی نہیں جس میں ادنیٰ سا  
شعور ہو ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ت)

سے اقوال و جال العلوم للردواني

علیٰ فی قول اذن یرجم معنی العمل  
بعد الاستقصاء التام الی ترجی اجر مخصوص  
علیٰ عمل منصوص ای یجوز العمل بشئ مستحب  
معلوم الاستحباب مترجیا فیہ بعض خصوص  
الثواب لورود حدیث ضعیف فی الباب فالأنت  
نأتم عن هذا الرجاء اهو كمشله بحديث صحيح  
ان وردا منه الا اول باطل فانت صحة  
الحديث بفعل لا يجبر ضعف ما ورد في الثواب  
المخصوص عليه وعلى الثاني هذا القدر من  
الرجاء يكفي في الحديث الضعيف فاي حاجة  
الی ورود صحيح بخصوص الفعل نعم لابد ان  
يكون مما يجيز الشرع رجاء الثواب عليه و  
هذا حاصل بالاندر ارج تحت اصل مطلوب او  
مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان  
الوجه مع المحقق الدواني والله تعالى اعلم۔

کے تحت اندراج کا یا مباح بقصد مندوب کا ثواب واضح ہو گیا کہ دلیل محقق دوانی کے ساتھ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثانیہما بعض من تقدم الدواني منهم  
ان مراد النووي ای بما مر من كلامه في الاربعين  
والا ذكرا انه اذا ثبت حديث صحيح او حسن في  
فضيلة عمل من الاعمال تجوز رواية الحديث  
الضعيف في هذا الباب قال المحقق بعد نقله  
في الا نود ج لا يخفى ان هذا لا يرتبط بكلام النووي  
فضلا عن ان يكون مراده ذلك ، فكم بين جواز  
العمل واستحبابه وبين مجرد نقل الحديث  
فرق، علیٰ انه لو لم يثبت الحديث الصحيح و

علاوہ ازیں میں کہتا ہوں اتہائے گفتگو کے بعد  
اب عمل کا معنی عمل منصوص پر اجر مخصوص کی امید دلانا ہے  
یعنی شئی مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور  
اس میں خصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہوگا اس لئے  
کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب  
ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی  
رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر  
وہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی ہے پہلی صورت باطل ہے  
کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں  
ہو سکتی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لیے وارد  
ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لیے حدیث  
ضعیف ہی کافی ہے کہ اب کسی مخصوص فعل کے لیے حدیث  
صحیح کے وارد ہونے کی ضرورت نہ رہی ، ہاں یہ بات ضروری  
ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس  
پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب  
ان میں سے دوسرے دوانی سے پہلے کے کچھ لوگ  
ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اور  
اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ  
جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا  
حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا  
روایت کرنا جائز ہے ، محقق دوانی نے ان نود ج العلوم  
میں اسے نقل کرنے کے بعد کچھ معنی نہ رہے کہ اس علم کا  
امام نووی کے کلام کے سانچہ کوئی تعلق ہی نہیں ہے چنانچہ یہ  
انکی مراد ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز عمل استحباب عمل اور محض نقل حدیث



کے درمیان فرق ہوتا ہے، علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا محور اس مطالعہ بھی کیا ہے اہل دت

الحسن في فضيلة عمل من الأعمال يجوز نقل الحديث الضعيف فيها، لا سيما مع التنبيه على ضعفه ومثل ذلك في كتب الحديث وغيره شائع يشهد به من تتبع أدنى تتبع

مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا محور اس مطالعہ بھی کیا ہے اہل دت

**اقول** میں ایسے کسی اہل علم کو نہیں جانتا جو غبار کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے لہذا مراد یہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت حدیث ہو تو درست، لہذا محقق دوانی کا قول لا سیما مع التنبيه علی ضعفہ۔ بحسب نہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں اور اگر یہ بیان کردہ قول اگر صحیح ہو اور اسے درست تسلیم کریں گے تو پھر قبول حدیث ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی یا اس طرح روزے کے بارے میں روایت کر کے نہ تو اسے روزہ بھی رکھا ہو، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوانی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان هذا لا يرتبط الا

**اقول** لا اری احدا من ينتهي الى العلم ينتهي في القيادة الى حد يجعل رواية الضعاف مطلقا حق مع بيان الضعف فان فيه خسرانا لاجماع المسلمين وتاثيرا بينا لجميع المحدثين وانما المراد الرواية مع السكوت عن بيان الوهن فقول المحقق لا سيما مع التنبيه علی ضعفه، ليس في محله والآن نعود الى تزيف مقالته فنقول أولا هذا الذي ابدى ان سلم و سلم لم يتمش الا في لفظ القبول كما اشرنا اليه سابقا فمجرد رواية حديث لو كان عملا به لزم ان يكون من سماع حديثا في الصلاة فقد صلى اوف الصوم فقد صام وهكذا مع ان الواقع في كلام الامام في كلا الكتابين انما هو لفظ العمل وهذا ما اشار اليه الدواني بقوله ان هذا لا يرتبط الا

ثانیاً میں کہتا ہوں کہ ہم صحیحے بیان کر آئے ہیں کہ قبول کا مرجع جوازِ عمل ہے تو اب اس کے ابطال کے لیے خامساً سے ہماری مذکورہ دلیل مع مذکورہ کشتگو کے کافی ہے۔

ثالثاً اب حاصل فرق یہ ہو گا کہ احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کی روایت حسبِ رُز نہیں اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو مگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف کے ساتھ جائز ہے اپنا نذرانہ کتب کا کیا بنے گا جن میں ایسی احادیث ضعیفہ مردی ہیں جو سیر، واقعات، وعظ، ترغیب، ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ خاص اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوائی نے علاوہ کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول ان مسانید کی وسعت کو چھوڑیے جو صحابی سے روایات بیان کرتی ہیں اور معاجم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جو ہی باب میں وارد شدہ احادیث میں علیٰ قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً عیشہ عظیم پٹاڑا، ابنِ ابی عمیر میں کہتے ہیں میں علی بن عبد اللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، ہمیں یمن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی ہمیں ابنِ عباس بن سہل نے اپنے باپ سے اپنے دادا حدیث بیان کی انہوں نے

وثانیاً اقول قد بینا ان القبول انما مرجعه الى جواز العمل وحسنه يكتفى في ابطاله دليلنا المذكور خامساً مع ما تقدم۔

وثالثاً اذن يكون حاصل التفرقة ان الاحكام لا يجوز فيها رواية الضعفاء اصولاً ولو وجد في خصوص الباب حدیث صحیح اللهم الا مقرونة ببيان الضعف اما مادونها كالفضائل فتجوز اذا صح حدیث قيد بمخصوصه والا لا لابي بيان وح ما ذال يصنع بالوف مؤلفه من احاديث مضعفة مروية في السير والمقصص والمواعظ والترغيب والفضائل والمترهيب وسائر ما لا تعلق له بالعقد والحكم مع فقد ان الصحيح في خصوص الباب وعدم الاقتران ببيان الوهن وهذا ما اشار اليه الدواني بالعلامة۔

اقول دع عنك توسع المسانيد التي تستد كل ما جاء عن صحابي، والمعاجم التي توعي كل ما وعى عن شيخ، بل والجوامع التي تجمع امثال ما في الباب ورده ان لم يكن صحيح السند هذا الجبل الشامخ البخاري يقول في صحيحه حدثنا علي بن عبد الله بن جعفر ثنا معن بن عيسى ثنا ابی بن عباس بن سہل عن ابيه عن جده

قال كان للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم في حائطنا فرس يقال له الخفيف <sup>في تذييل</sup> في تذهيب التهذيب للذهبي ابى بن عباس بن سهل بن سعد الساعدي المديني عن ابيه و ابى بكر بن حزم وعنه معن القراني وابن ابى فديك وزيد بن الحباب و جماعة قال الدوكلاي ليس بالقوي قلت وضعفه ابن معين وقال احمد منكر الحديث اه وكقول الدوكلاي قال النسائي كما في الميزان ولم ينقل في الكتابين توثيقه عن احمد وبه ضعف الدارقطني هذا الحديث لاجرم ان قاله لحافظ فيه ضعف قال ماله في البخاري غير حديث واحد اه قلت قانما الظن باب عبد الله انه انما تاهل لان الحديث

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے ہمارے باغ میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام الخفيف تھا احمد امام ذہبی نے تذهیب التهذیب میں لکھا کہ ابی بن عباس بن سهل بن سعد الساعدي مدنی نے اپنے والد القراني اور ابو بکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القراني، ابن ابی فدیک، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے روایت کیا، دولاہی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں۔ میں کہتا ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا قول دولاہی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں اس کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لاجرم حافظ نے کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے اور کہا کہ

عنه قلت واما اخوه المهيم فاضعف و اضعف وضعفه النسائي والدارقطني وقال البخاري منكر الحديث اي فلا تحل الرواية عنه كما مر لاجرم ان قال الذهبي في اخيه ابى انه واه ۲ مترضى الله تعالى عنه - (م)

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبد المہیم ہے اور وہ اضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے ضعیف کہا، بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزرا لاجرم ذہبی نے اسے اس کے بھائی ابی کے بارے میں کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے (تذکرہ)

۱/۴۰۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی باب اسم الفرس والحوار  
۱/۶۲ مکتبہ اثیریہ سانگھری ۳۲ من اسم ابی  
۱/۶۸ دار المعرفۃ بیروت ۲۳ من اسم ابی  
نوٹ: تذهیب التهذیب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے نقل کیا ہے۔  
۱۷۰ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ذکر من اسم ابی

لیس من باب الاحکام واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابو عبد اللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انہوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

رابعاً میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کے مطلقاً روایت کرنے کو منع کرنا صریحاً باطل ہے، اور اس میں فرق ترغیب ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کی اساس جس پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے گر ختم ہو جاتی ہے یہ میں اسس یا اسس (یعنی عام آدمی) کی بات نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو بلند اور مضبوط پستار بخاری و مسلم کی صحیحین پر وہ اصول سکھادہ میں اپنے شرائط سے بہت زیادہ تنزل میں آگئیں، امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں نے مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے جنہیں امام ابو عمر و بن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ کہا) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں ہے جن میں بطور متابع اور شاہد ذکر کیا گیا ہے اصول میں ایسا نہیں کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اسکے

ورابعاً قول قدشاع وذاع ایراد الضعفاء فی المتابعات والشواہد فالقول بمنعہ فی الاحکام مطلقاً وان وجد الصحیح باطل صریحاً وح یرتفع الفرق یرتفع اساس المسئلة المجم علیہا بیت علماء المغرب والشرق، لا اقول عن هذا وذاك بل عن هذین الجبلین الشاخصین صحیحی الشیخین فقد تنزلا کثیراً عن شرطهما فی غیر الاصول قال الامام النووی فی مقدمۃ شرحہ لصحیح مسلم عاب عابون مسلماً رحمہ اللہ تعالیٰ بروایتہ فی صحیحہ عن جماعة من الضعفاء والمتوسطین الواقعین فی الطبقة الثانية الذین یسوا من شرط الصحیح ولا عیب علیہ فی ذلك بل جوابہ من اوجہ ذکرہ الشیخ الامام ابو عمر و بن الصلاح (الی انت قال) الشافی انیکون ذلك واقعا فی المتابعات والشواہد لا فی الاصول وذلك بان یدکر الحدیث اولاً باسناد فظیف رجالہ ثقات ویجعلہ اصلاً ثم اتبعہ باسناد اخر او اسانید فیہا بعض الضعفاء علی وجہ التکید بالمتابعة اولیاً زیادہ فیہ تنبیہ علی فائدة فیما قد مرہ وقد اعتذر المحاکم ابو عبد اللہ بالمتابعة والا استشہاد فی اخراجه من جماعة یسوا من شرط

الصحيح منهم مطر الوراق وبقية بن الوليد  
ومحمد بن اسحاق بن يسار وعبد الله بن عمر  
العصري والنعمان بن راشد (الخروج مسلم عنهم  
في الشواهد في اشباه لهم كثيرين انتهى) وقال  
امام البدر محمود العيني في مقدمة عمدة  
القاري شرح صحيح البخاري يدخل في المتابعة  
والاستشهاد رواية بعض الضعفاء وفي الصحيح  
جماعة منهم ذكروا في المتابعات والشواهد  
امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام بدر الدین عینی نے مقدمہ عمدة القاری  
شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعیفوں کی روایات بھی آئی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت  
محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں (ت)

### و خامسا قول ما لي اخص الكلام

بغير الاصول هذه قناطير مقنطرة من السقام  
مروية في الاصول والاحكام ان لم تروها العلماء  
فمن جاء بها وكو منهم التزموا بيان ما هنا  
اما الرواة فلم يعهد منهم الرواية المقرونة  
بالبيان اللهم الا ما دار الداع خاص، وقد اکتروا  
قدیما وحديثا من الرواية عن الضعفاء و  
المجاهيل ولم يعد ذلك قد حافیهم ولا اذکاب  
ماثم وهذا سليمان بن عبد الرحمن المدمشقي  
الحافظ شيخ البخاري ومن رجال صحيحهما  
قال فيه الامام ابو حاتم صدوق الا انه من

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں  
جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ  
تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدے پر تنبیہ کا اضافہ مقصود  
ہو، امام حاکم ابو عبد اللہ نے عذر پیش کرتے ہوئے یہی کہا  
ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد  
روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں  
یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیة بن الوليد، محمد بن اسحق بن  
یسار، عبد اللہ بن عمر العری اور نعمان بن راشد،  
امام بدر الدین عینی نے مقدمہ عمدة القاری  
شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعیفوں کی روایات بھی آئی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت  
محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں (ت)

### خامسا ضعیف اور منسوط راوی کی روایت کی بات

صرف غیر اصول و شواہد متابعت سے تخلص کرنے کی مجھے کیا  
ضرورت جبکہ کمزور غیر صحیح روایات کا یہ ایک ذخیرہ ہے جو  
اصول و احکام میں مردی ہے اگر علماء ہی ان کو ذکر نہ کریں تو کون  
ذکر کریگا اور بہت کم ہیں جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام  
کیا، رہا معاملہ راویوں کا تو ان کے ہاں روایت کے ساتھ  
بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے  
کے پیش نظر بیان بھی کر دیا جائے گا اور ان میں سلفا و خلفا یہ  
معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان  
کرتے ہیں اور اس بات کو ان میں طعن و گناہ شمار نہیں کیا جاتا  
دیکھتے ہیں ان بن عبد الرحمن دمشقی جو کما غلط یہ اور امام بخاری کے ساتھ  
ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں

اروی الناس عن الضعفاء والمجهولين  
ولوسرودت اسماء الثقات المرواة عن  
المجروحين نكث وطال فليس منهم من  
التزامت لا يحدث الا عن ثقة عنده  
الا نزل قليل كشعبة ومالك واحمد في  
المسند ومن شاء الله تعالى واحدا  
بعد واحد ثم هذا ان كانت ففی  
شیونهم خاصية لا من فوقهم و  
الاسماقی من طریقهم ضعیف اصلا  
ولکانت مجرد وقوعهم فی السند دلیل  
الصحة عندهما اذا صح السند اليهم  
ولم یثبت هذا الاخذ وهذا الامام  
الهما یرقول لا یشرع عبد الله  
لواردت ان اقتصروا علی ما صح  
عندکم لیسوا ومن هذا  
السند الا الشئ بعد الشئ  
ولکنک یا بنی تعرف طریقتی فی  
الحديث اف لا اخالفت ما یضعف  
الا اذا كانت فی الباب شیء یدفعه  
ذکره فی فتح المغیث واما المصنفون

امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں  
سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ  
روایت کرنے والے ہیں اہ اگر میں ان ثقہ محدثین کے  
نام شمار کروں جنہوں نے مجروح راویوں سے روایت  
کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا  
شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے  
روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین  
مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسند میں اور کوئی  
اکاؤ کا جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، پھر ان کے  
ہاں بھی معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس سے  
اوپر نہیں ورنہ ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مروی  
نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں  
آجنا صحت حدیث کے لیے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے  
ساتھ سندان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک  
کے لیے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبد اللہ کو  
فرماتے ہیں: اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی  
احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح  
ہیں تو پھر اس سند میں بہت کم احادیث روایت کرتا  
مگر اسے میرے بیٹے! تو روایت حدیث میں میرے طریقے سے  
آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا  
مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی سنی مل جائے جو اسے

عہ او اخر القسم الثانی الحسن ۱۲ منہ (م)

فاذا عدوت امثال الكتب الثلاثة للبغاري  
ومسلم والترمذي من التزم الصحة  
والبيان الفيت عامة المسانيد والمعاجيم  
والسنن والجوامع والاجزاء تنطوي في  
كل باب على كل نوع من انواع الحديث  
من دون بيان، وهذا مما لا ينكره  
الاجاهل او متجاهل فان ادعى مدع انهم  
لا يستحلون ذلك فقد نسبهم الى افتحام  
مالا يبيحون وان ترعم تراعم انهم  
لا يفعلون ذلك فهم بصنيعهم على خلفه  
شاهدون وهذا ابو داود الذي الين له الحديث  
كما الين لداود عليه الصلاة والسلام  
المحديد، قال في رسالته الى اهل مكة شرفها الله  
تعالى ان ما كان في كتابي من حديث فيه وهن  
شديد فقد بينته ومنه ما لا يصح سنده و  
ماله اذكر فيه شيئا فهو صالح وبعضها اصح  
من بعض اه والصحيح ما افاده الامام الحافظ  
ان لفظ صالح في كلامه اعم من ان يكون للاحتجاج  
اولا لاعتبار ما ارتقى الى الصحة ثم الى الحسن  
فهو بالمعنى الاول وما عداهما فهو بالمعنى  
الثاني وما قصر عن ذلك فهو الذي في  
وهن شديد وهذا الذي يشهد به

زاد في فتح المغيث میں مذکور ہے، باقی رہیں محدثین کی  
تصنیفات تو اگر آپ امثال الکتاب بخاری و مسلم اور ترمذی  
تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحت بیان کا التزام کر رکھا  
تو آپ اکثر مسانید، معاجم، سنن، جوامع اور اجزاء  
کے ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے  
پائیں گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور  
اگر کوئی دعویٰ کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ  
ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم  
آتا ہے کہ ایسا عمل کرتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور  
اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل  
اس کے برخلاف خود شاہد ہے، امام ابو داود  
کو ہی سمجھے ان کے لیے حدیث اسی طرح آسان لڑی گئی جس طرح  
حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم ہو جاتا تھا  
ابن مکر شرفنا اللہ تعالیٰ کی طرف خط میں لکھا میری کتاب  
(سنن ابی داؤد) میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت  
قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے، اور بعض  
ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جس کے بارے میں میں  
کچھ ذکر کروں وہ استدلال کے لیے صالح ہیں اور بعض احادیث  
دوسری بعض کے اعتبار سے اصح ہیں اور صحیح وہ ہے جس کا  
امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابو داؤد کے کلام میں لفظ صالح  
استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے، پس جو حدیث صحت  
پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ صالح ہے اور جو  
ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے

الواقع فعليک به وان قيل وقيل وقد نقل عن اعلام  
سير النبلاء للذهبي ان ما ضعف اساده للنقص

معنى اى قيل حسن عنده واختاره الامام المنذرى  
وبه جزم ابن الصلاح فى مقدمته وتبعه الامام  
النووى فى التقريب اى وقد لا يكون حسنا عند غير  
كما فى ابن الصلاح وقيل صحيح عنده ومضى عليه  
الامام الزيلعى فى نصب الراية عند ذكر حديث الثقلين  
وتبعه العلامة حلبى فى الغنية فى فصل فى  
التوافل وكذلك يقال ههنا انه قد لا يصح عند  
غيره بل ولا يصح اما الامام ابن الصلاح فى الفتح  
اول الكتاب وتلميذه فى المحلية قيل صفة الصلاة  
فاقتصر على الحجية وهى تشملها فيقرب من  
قول من قال حسن وهذا الذى ذكره الحافظ تبعه  
فيه العلامة القسطلانى فى مقدمة الادشاد و  
خاتم الحفاظ فى التذريب فى فروع فى الحسن قال  
لكن ذكر ابن كثير انه روى عنه ما سكت عنه فربما حسن  
فان صح ذلك فلا اشكال اى اقول نقائل ان يقول  
ان الحسن اطلاقات وان القدماء قل ما ذكروه و  
انما الترمذى هو الذى شهره وامره فايد مرتبا  
انه ان صح عنه ذلك لم يرد به الا هذا الذى  
استقر عليه الاصطلاح فافهم والله تعالى

اعلم ۱۲ منه (هـ)

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعف  
شدید اور نفس الامراس بر شاد ہے اور نتیجہ پر یہی لازم ہے  
اگرچہ قیل کے طور پر کہا گیا ہے۔

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے، اسے  
امام منذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ  
میں جزم کیا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی  
یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ  
مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے  
نزدیک وہ صحیح ہے، امام زلیعی نصب الراية میں قنیتین والی  
حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں۔ اور علامہ حلبی نے  
غنیۃ المستمل کی فصل فی التوافل میں اسی کی اتباع کی ہے  
اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی اس کے غیر  
کے ہاں وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام  
نے فتح القدر پر ابتدائے کتاب میں ان کے شاگرد نے  
حلیۃ المحلی میں صفة الصلوۃ سے تھوڑا پہلے اس کے صحیح  
ہونے پر اقتصار کیا ہے اور یہ بات ان دونوں اقوال کو  
شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے  
کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور فقہ  
ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے  
اور تدریب میں خاتم الحفاظ نے بیان فروع فی الحسن،  
لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے کچھ جس پر انہوں نے  
سکوت کیا، وہ حسن ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال  
باقی نہیں رہتا اہ اقول (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا

ہے کہ حسن کے تر مختلف اطلاقات ہیں بہت کم قدامت نے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس  
کا اجراء کیا پس الشریب العزیز نے ہماری تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو انہوں نے  
اس سے یہی مراد لی ہے نہ وہ جس پر اصطلاح قائم ہو چکی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)



حفظ راویہ فمثل هذا ای حکمت عنہ ابو داؤد وغالباً الخ  
و معلوم ان کتاب ابی داؤد انما موضوعہ الاحکام  
وقد قال فی رسالۃ الخاتم اصنف کتاب السنن  
الا فی الاحکام ولم اصنف فی الزهد و فضائل  
الاعمال وغیرہا الخ وقال الشمس محمد بن الخوافی  
فی فتح المغیث اما حمل ابن سید الناس فی شرحہ  
للترمذی قول السلفی علی ما لویقم التصریح  
فیہ من مخرجہا وغیرہ بالضعف فیقتضی کما  
قال الشارح فی انکبیر ان ما کان فی الکتب الخمسة  
مسکوتاً عنہ ولم یصرح بضعفه انیکون صحیحاً و  
لیس هذا الاطلاق صحیحاً بل فی کتب السنن احادیث لم یشکل فیہا  
الترمذی و ابو داؤد ولم تجد لغيرہم فیہا کلاماً و  
مع ذلك فهي ضعيفة لله وقال فی السرقاة الحق  
ان فیہ "ای فی مسند الامام احمد رضی اللہ  
تعالی عنہ" احادیث کثیرة ضعيفة و بعضها  
اشد فی الضعف من بعض الخ و نقل بعیدہ  
عن شیخ الاسلام الحافظ انہ قال  
لیست الاحادیث الزائدة فیہ علی  
ما فی الصحیحین باكثر ضعف من  
الاحادیث الزائدة فی سنن ابی داؤد

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلا سے منقول ہے کہ جس حدیث  
کی سند ضعیف اسکے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہو تو  
ایسی حدیث کے بارے میں ابو داؤد سکوت اختیار کرتے ہیں  
اور یہ بات معلوم ہے کہ ابو داؤد شریف کا موضوع احکام ہیں  
کیونکہ انہوں نے اپنے رسالہ میں یہ بات کہی ہے میں نے یہ کتاب  
احکام ہی کے لیے لکھی ہے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے لیے  
نہیں اور کس محمد بن الخوافی نے فتح المغیث میں بیان کیا ہے  
کہ ابن سید الناس نے اپنی شرح ترمذی میں قول سلفی کو ایسی  
حدیث پر محمول کیا ہے جس کے بارے میں اس کے مخرج وغیرہ  
کی ضعف کے ساتھ تصریح واقع نہیں ہوئی۔ پس اس کا  
اتفاقیہ جیسا کہ شارح نے کبیر میں کہا کہ کتب خمسہ میں جس  
حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس کے ضعف کی  
تصریح نہ کی گئی ہو وہ صحیح ہوگی حالانکہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ  
کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا

ابو داؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر نے ہمارے علم کے  
مطابق ان میں گفتگو کی ہے اسکے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں  
اور مرقات میں فرمایا حق یہ ہے کہ اس میں مسند احمد رضی اللہ  
تعالی عنہ میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں  
اور بعض دوسری بعض کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں الخ  
اور تھوڑا سا اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ سے نقل کیا کہ  
اس میں یعنی مسند احمد بن حنبل میں صحیحین پر جو زائد احادیث

سیر اعلام النبلاء ترجمہ علی ابو داؤد بن اشعث  
مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/ ۲۱۲

سیر اعلام النبلاء فی الامور التي تتعلق بالکتاب  
مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۵/ ۱

فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث للخواص القسم الثاني المحسن دار الامام الطبری بیروت ۱/ ۱۰۰ و ۱۰۱

مرقات شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری وسلم الذی التزمہ الخ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ ۲۳/ ۱

والترمذی علیہا و بالجملة فالسبیل واحد  
لین اسرار الاحتجاج بحديث من السنن  
لا سيما سنن ابن ماجه و مصنف ابن ابی شیبہ  
وعبد النوراق مع الامروفيہ اشد او بحديث  
من المسانيد لان هذه كلها العريش شرط جامعوها  
الصحة والحسن وتلك السبيل انت المحتج  
ان كان اهلا للنقل والتصحيح فليس له انت  
يعتبر بشئ من القسمين حتى يحيط به وانت  
لم يكن اهلا لذلك فان وجد اهلا تصحيح  
او تحسين قلده والا فلا يقدم على  
الاحتجاج فيكون كحاطب ليل قلعه يحتج  
بالباطل وهو لا يشعر له وقال الامام  
عثمان الشهورى في علوم  
الحديث حكى ابو عبد الله بن مندة  
المحافظ انه سمع محمد بن سعد  
الباوردی بمصر يقول كانت من  
مذهب ابی عبد الرحمن النسائي  
ان يخرج عن كل من لم يجمع  
على تركه وقال ابن مندة وكذلك  
ابو داود السجستاني ياخذ ما خذه  
ويخرج الاسناد الضعيف اذا لم  
يجد في الباب غيره لانه اقوى عنده  
من رأي الرجال اه وفيها بعيد ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں صحیحین پر زائد احادیث  
سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الغرض راستہ ایک ہی ہے  
اس شخص کے لیے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا  
چاہتا ہے خصوصاً سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ  
اور مصنف عبد الرزاق۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا معاملہ سخت  
ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ  
ان کے جامعین نے صحت و حسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور  
وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل و تصحیح کا اہل ہے  
تو اس کے لیے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست  
ہوگا جب ہر لحاظ سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا  
اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پائے جو تصحیح و تحسین کا اہل ہے  
تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ  
استدلال کے لیے قدم نہ اٹھائے ورنہ وہ رات کو ٹکڑیاں  
اکٹھی کرنے والے کی طرح ہوگا، ہو سکتا ہے وہ باطل کے  
ساتھ استدلال کر لے اور اسے اس کا شعور نہ ہو اور  
امام عثمان شہروری نے علوم الحدیث میں فرمایا: ابو عبد اللہ  
بن مندة حافظ نے بیان کیا کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد  
باوردی سے یہ کہتے ہوئے سنا "ابو عبد الرحمن نسائی کا  
مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے  
ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو" اور ابن مندة نے کہا،  
اسی طرح ابو داؤد سجستانی اس کے مانعہ کو لیتے اور سند  
ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے  
علاوہ کوئی دوسری شیعہ موجود ہو کیونکہ ان کے نزدیک لوگوں کی



کثيرة نرائدة على اصله وفيها الصحيح  
والحسن بل والضعيف ايضا فينبغي التحرز  
في الحكم عليها ايضا اه نصوص العلماء في  
هذا الباب كثيرة جدا وما وردنا كاف في  
ابانة ما قصدناو بالجملة فروايتهم الضعاف  
من دون بيان في كل باب وان لم  
يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا ينكر  
وانما اطنبنا ههنا لما شئنا خلافة من  
كلمات بعض المجلة، والمحمد لله  
على كشف الغمة وتثبيت القدم  
في الزلة فاستبان ان لو كان المراد  
ما نرحم هذا الذي نقلنا قوله لكانت  
التفرقة بين الاحكام والضعافات  
قد انعدمت والمسألة الاجماعية  
من اساسها قد انهت مت  
هذا الوجه ولك ان تسلك مسلك  
ارحاء العنان وتقول على وجه التحقيق  
ان الحكم الذي رويت فيه الضعاف مطلقا هل  
يوجد فيه صحيح ام لا فان وحيد فقد  
مر ووالضعيف ساكتين في الاحكام ايضا  
عند وجود الصحيح فامث الفرق  
وان لم يوجد فالمرشد فالت  
التجاء ملتج الى انهم يعدون سوق الاسانييد

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائد احادیث  
نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر  
حکم لگانے سے خرب احتراز و احتیاط چاہئے اور  
علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور  
جوہم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے  
کے لیے کافی ہیں، الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر نشانہ  
کے ہر مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث  
نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلم ہے نہ اسے رد  
کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے  
یہ طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے  
کلام سے ہم نے اس کے غلط محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ  
کے لیے ہی حمد ہے جس نے تبارکی دُور کر دی اور پھیلنے کے  
مقام پر ثابت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر  
ان کی مراد وہی جوہم نے ان کا قول نقل کیا تو پھر احکام اور ضعافات  
کے درمیان تفریق ختم ہو گئی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم  
ہو گئی ایک یہ قریحہ ہے اور ایک سری آسان راہ اختیار کرتے  
ہوئے علی وجہ العشق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے  
بارے میں مطلقاً ضعیف حدیثیں مری ہو چکیا جائیں گے اس میں کوئی  
صحیح حدیث پائی جاتی ہے لہٰذا صحیح حدیث صحیح پائی جائے تو لازم آتا کہ  
انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی صحیح کے ہوتے  
ہوئے کوتاہ روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟  
اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے  
اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سوقِ سند کو ہی بیان

من البيان اى فلم يوجد منهم رواية الضعاف في الاحكام الا مقرونة؛  
قراردیتے ہیں، پس اس صورت میں احکام میں ضعیف حدیثوں کی روایت سکوتاً نہ ہوگی بلکہ بیان کساتھ ہوگی تو اس کے جواب میں :

قلت اولاً هذا شئ قد يبديه بعض العلماء  
عذر امين روى الموضوعات ساكتاً عليها  
ثم هم لا يقبلون - قال الذهبي في الميزان  
كلام ابن مندة في ابى نعيم فظيع لا احب  
حكايته ولا اقبل قول كل منهما في الآخر  
بل هما عندي مقبولان لا اعلم لهما ذنباً  
اكثر من روايتهما الموضوعات ساكتين عنها  
اه وقد قال العراقي في شرح  
الفيتن ان من ابصر اسناده  
منهم فهو ابسط لعذره اذ احوال  
ناظر على الكشف عن سنده  
وانكاف لا يجوز لسالكوت  
عليه اه  
ثانياً لا يعهد منهم ايراد الاحاديث  
من اعياب كانت الا مسندة فهذا  
البيان لم تنفك عنه احاديث الفضائل ايضاً فهاذا  
تساهلوا في هذا دون ذلك -

میں کہتا ہوں اور اگر یہ وہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے عذر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو سکوتاً روایت کرتے ہیں پھر انہیں قبول نہیں کرتے۔ ذہبی نے میزان میں کہا کہ ابونعیم کے بارے میں ابن مندہ کا کلام نہایت ہی رکیک ہے میں اسے بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے روایات موضوعہ کو سکوتاً روایت کیلئے اور انکی نشان دہی نہیں کی اور عراقی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو وضع کیا تو اس نے اپنا عذر طویل کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لیے اس پر سکوت جائز تھا اھ

ثانیاً، ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں مسند احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیث فضائل بھی الگ نہیں، پھر ان میں تسابیل کیوں اور دوسری روایات میں نہ ہو۔

عہ فی احمد بن عبد اللہ ۱۲ منہ (م)  
عہ نقلہ فی اللہ رب نوع الموضوع قبیل التفتیہات  
۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (م)

احمد بن عبد اللہ کے ترجمہ میں ہے (ت)  
اس کو نقل کیا ہے تدریب میں نوع موضوع کے تحت  
تفتیہات سے کچھ پہلے - (ت)

لہ میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۳۳۵ احمد بن عبد اللہ ابونعیم الخ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱  
لہ تدریب الراوی شرح التقریب المعروف بوضع الحدیث مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۸۹



حجت بنانا نہیں، جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر و عیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال و حرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کراہت تو خود حکم اصالت ثابت اور استحباب تنزیہ قواعد قطعہ شریعہ و ارشاد اقدس کیف و قد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقاً زیور گوش سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید و احتیاط پر باعث ہوئی، آگے حکم استحباب و کراہت اُن قواعد و صحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے جلب مصالح و سلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ ہوتا تو ہم نے اباحت کراہت مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شریعہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے اقول تاہم از انجا کہ درود ضعیف وہ بھی لذاتہ بلکہ ملاحظہ اسکان صحت ترجیحی و احتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر اُس کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کر دیں یہاں ہے اہد ثبوت بالضعیف میں ہائے استعانت تو ادنیٰ مدافعت سے صادقی کہاں اگر دلائل شریعہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلکے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع و غروب یا استوا کے وقت بعض نماز فعل کی ترغیب آئی تو برگز قبول نہ کی جائے گی کراہ اگر ہم اُس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور مصالح اثبات نہیں یونہی اگر دلائل شریعہ مثبت ندب یا اباحت ہوں اور ضعافت میں نہی آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادا اسے سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی حرمت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی در نہ ضعافت کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بحمد اللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف در بارہ احکام حلال و حرام معمول بہ نہیں۔

**تھر اقول** اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا و لہذا شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دمار و فروج و مضار و نباشت تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا علت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے،

هذا تحقيق ما سلفنا في الافادة السابقة  
عن المحقق الدواني، وهذا هو معنى  
ما نص عليه الا ما ما بن دقيق العيد و  
سلطان العلماء عز الدين بن عبد السلام و تبعهما  
شيخ الاسلام الحافظ ونقله تلميذه السخاوي  
بروہ تحقیق ہے جو ہم نے افادہ سابقہ میں محقق دوانی کے  
حوالے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی  
تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء عز الدین  
بن عبد السلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان  
دونوں کی اتباع کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے

فی فتح المغیث وفي قبول البديع والسيوطي في  
التدرييب والشمس محمد الرملي في شرح  
المنهاج النووي، ستهتم من الشافعية، ثم  
اشره عن الرملي العلامة الشرنبلالي في غنية  
ذوي الاحكام والمحقق المدقق العلافي في  
الدر المختار و اقراء هما ومحشو الدر المحلبي  
والطحطاوي والشافعي فيها وفي منحة الخالق  
خمسهم من الحنفية، من اشتراط العمل  
بالضعيف باندراجہ تحت اصل عام، وهو اذا  
حققت ليس بتقيد خرائد بل تفسير بحضون  
مانصوا عليه ان العمل به فيما وراة العقائد  
والاحكام، كما اوضحناه لك وبه ازداد انزهاقا  
بعد انزهاق ما ظن الظانان من ان  
الكلام في الاعمال الثابتة بالصحيح، كيف  
ولو كان كذلك لما احييت جاني هذا الاشتراط  
كما لا يخفى والله الهادي الى سوى الصراط.  
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہو تا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور  
اللہ تعالیٰ سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (د)

فتح المغیث اور القول البدیع میں، سیوطی نے تدربیب  
میں شمس الدین محمد رملی نے شرح المنہاج النووي میں  
اسے نقل کیا ہے یہ چھ شواہخ میں سے ہیں، پھر  
رملی سے علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں  
اور محقق و مدقق العلافی نے در مختار میں اسے نقل کیا  
اور اسے ان دونوں نے اور در مختار کے محشین صلی،  
طحطاوی اور شامی نے اپنے اپنے حاشی اور نوخانیاتی  
میں ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ  
حدیث ضعیف پر عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی عمومی  
ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے  
تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے  
جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد  
و احکام کے علاوہ میں کیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے  
پہلے اسے واضح کر دیا ہے اور اس سے ان دو علما  
کا خوب رد ہو گیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال  
کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت  
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہو تا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور  
اللہ تعالیٰ سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (د)

بکہ اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جواز  
تقبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علما ناجائزہ بعض مغالطہ  
فریب دہی عوام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علما جو حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں  
مانتے صدمہ جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں اخادہ سابقہ  
میں گزریں کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا کھانا خود نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادہ ہفہم  
میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جہر علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے تو کسی فعل کی  
اباحت تمام رکھنا بدرجہ اولیٰ ولكن الوهابية لا يسمعون و اذا سمعوا لا يعقلون رب اني اسألك العفو و



العاقبة آمین (وہابی تو سنتے ہی نہیں، سنتے ہیں تو سمجھتے نہیں، اسے میرے رب! میں تجھ سے عفو و معافی کا سوال کرتا ہوں، آمین۔ ت)

**افادۂ بست و سوم** (ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے)  
**اقول اولاً** جمہور علماء کے عامہ کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع نہ کورہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم ضعف کی تفصیل نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو فتح القدیر والیفۃ عراقی و شرح الیفۃ لمصنف میں تحفۃ العیون (موضوع کے علاوہ ہو۔ ت) مقدمہ ابن الصلاح و تقریب میں ماسوی الموضوع (موضوع کے سوا ہو۔ ت) مقدمہ سید شریف میں دون الموضوع (موضوع نہ ہو۔ ت) علیہ میں الذی لیس بموضوع (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو۔ ت) اذکار میں ان الفاظ سے اجازت ائمہ نقل فرمایا کہ مالم یکن موضوعاً (وہ جو کہ موضوع نہ ہو۔ ت) یونہی امام ابن عبد البر نے اجازت محدثین ذکر کیا کہ برو و نہا عن کل (محدثین ان کو تمام سے روایت کرتے ہیں۔ ت) یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افادات سابقہ میں گزریں، زرقانی شرح مواہب میں ہے عادیۃ المحدثین التساہل فی غیر الاحکام و العقائد مالم یکن موضوعاً (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام و عقائد میں تساہل کرتے ہیں اس میں جو موضوع نہ ہو) یونہی علامہ حلبی سیرۃ الانسان العیون میں فرماتے ہیں:

علہ ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحت حدیث مناغاة القمر لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)  
 اس حدیث کے تحت جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انگلی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھیلنے (جھک جانے) کا بیان ہے وہاں اس کا ذکر ہے دیکھو۔ (ت)  
 علہ نقل هذا ما سیاق عن عیون الاثر لبعض ان کتبہن معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)  
 نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر رضاعت میں

فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۰۳/۱  
 مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی والعشرون معرفة المقلوب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ طمان ص ۴۹  
 مقدمہ سید شریف  
 حلیۃ المحلی شرح طیۃ المصلی  
 شہ الاذکار المفتحة من کلام سید الابرار فصل قال العلماء فی مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ص ۷  
 کتاب العلم لابن عبد البر  
 شرح الزرقانی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۱۶۲/۱

لا يخفى ان السيد تجميع الصحيح والسقيم و  
الضعيف والبلاغ والمرسل والمنقطع و  
المعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد  
وغيره من الائمة اذا سويينا في الحلال و  
الحرام شددنا واذا رويانا في الفضائل  
ونحوها تساهلنا.

واضح رہے کہ اصحاب سیر بر قسم کی روایات جمع کرتے  
ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع  
اور معضل وغیرہ، لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔  
امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و  
حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت  
کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات  
لاستے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحی محمد ثعلبی دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں،  
گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بحجت سوئے حفظ بعض روایہ  
یا اختلاف یا تدلیس بود با وجود صدق و دیانت منجر میکرد  
بتعد و طرق و اگر از جہت اتہام کذب راوی باشد یا  
شدوذ بخالفت الحفظ و اضطراب یا بقوت ضعف مثل  
فحش خطا اگرچہ تعد و طرق داشتہ باشد منجر نگردد و  
حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول  
محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف  
بعض راویوں کے سوئے حفظ یا تدلیس کی وجہ سے  
ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو یہ کمی تعد و طرق سے  
پوری ہو جاتی ہے اور اگر ضعف راوی پر اتہام کذب  
کی وجہ سے ہو یا حفظ و اضطراب راوی کی مخالفت کسی  
جسگہ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلطی ہو  
تو اب تعد و طرق سے بھی کمی کا ازالہ نہیں ہوگا اور  
حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں  
ہے الخ (ت)

ثانیاً کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم اس کے بعد صریح کذاب و شاع ہی کا درجہ ہے  
ائمہ شان نے اسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا کذبہ ابن حبان والجوزجانی وقال البخاری توکہ عیسیٰ  
وابن مہدی وقال الدارقطنی و جماعة متروک (ابن حبان اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے، بخاری  
کہتے ہیں کہ اسے عیسیٰ اور ابن مہدی نے ترک کر دیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ ت) لا حسم  
حافظ نے تقریب میں فرمایا متهم بالكذب و رہی بالرفض (اس پر کذب کا اتہام ہے اور اسے روافض کی

۱۔ انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ ابابانی مصر ۳/۱  
۲۔ شرح صراط مستقیم دیباچہ شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھ ص ۱۳  
۳۔ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر الکلبی مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۲۹۸

طرف فسرپ کیا گیا ہے۔ ت، با اینہم عامہ کتب سیر و تفاہیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں انھیں بلا تکثیر نقل کرتے رہے ہیں، میزان میں ہے،

قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفین  
و شعبة و جماعة و رضوه فی التفسیر و اما  
فی الحدیث فعنده مناکیر  
ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک عجمی  
نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے  
جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلق  
روایات انکے نزدیک مناکیر ہیں۔ (ت)

امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں،

غالب ما یروی عن الکلبی انساب و اخبار من  
احوال الناس و ايام العرب و سیرهم و ما  
یحتری مجری ذلک مما سمع کثیر من الناس  
فی حملہ ممن لای حمل عنه الا حکام و ممن  
حکى عنه الترخیص فی ذلک الا امام احمد۔  
کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب و احوال، عربوں  
کے شب و روز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر  
معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے  
لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور  
جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے  
وہ امام احمد ہیں۔ (ت)

مثلاً (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے چنیں و چناں کہا  
جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور، لاجرم تقریب میں کہا: صدقك مع سعة علمك (علمی وسعت  
کے باوجود متروک ہے۔ ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک اُن کی توثیق ہی رائج ہے کما افادہ الامام المحقق  
فی فتح القدیر (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) با اینہم یہ جرح شدید ماننے والے

عبہ حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ  
الوضوء عن الواقدی قال کانت بئر بضاعة  
جہاں انہوں نے "باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء"  
میں واقدی سے نقل کیا کہ بضاعة (باقی برصغیر آئندہ)

۱۔ میزان الاعتدال نمبر ۵۷۴، ترجمہ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۵۵۸/۲  
۲۔ عیون الاثر ذکر الاجوبہ عماری بہ مطبوعہ دار الحضارة بیروت ۲۳/۱  
۳۔ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گور انوالا ص ۳۱۲-۳۱۳  
۴۔ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶۹/۱

بھی انہیں سیر و مغازی و اخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات پر عمل کرتے ہیں کمالاً یخفی علی من طالع کتب القوم (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) میزان میں ہے،  
 کان الی حفظہ المنتہی فی الاخبار و السیر و یہ اخبار و احوال، علم سیر و مغازی، حوادث زمانہ  
 المغازی و الحوادث و ایام الناس و الفقه اور اس کی تاریخ اور علم فقہ وغیرہ کے انتہائی ماہر  
 وغیرہ ذلک۔ اور حافظ ہیں۔ (ت)

**رابعاً** ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا دوی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 اشیاء موضوعۃ (انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل  
 کی ہیں۔ ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک۔ باوصف اس کے جب انہیں ہلال نے انس رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابو الفرج نے بعقل مذکورہ درج موضوعات کیا اس  
 پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ دہم دیا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے سو اسے طعن ہلال کے  
 باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں، اور یہ بھی افادہ  
 نعم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد میں متم بالوضع و وضاع ہی  
 کا درجہ ہے اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ خواہ امام الشان ہی نے ہلال کو متروک کہا خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعیف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طریقاً للماء الی البساتین و هذا تقوم به الحجۃ  
 عندنا اذ وقتنا المواقی، اما عند المخالفین  
 فلا لتضعیفہ ایاہ اھ وقال فی فصل فی الآثار  
 قال فی الامام جمع شیخنا ابو الفتح الحافظ فی  
 اول کتابہ المغازی و السیر من ضعفہ و  
 من وثقہ و رجح توثیقہ و ذکر الاجوبۃ  
 عما قیل فیہ اھ ۱۲ منہ (م)  
 یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ (ت)  
 کے کنویں سے باغوں کو پانی دیا جانا تھا ہمارے نزدیک  
 حجت کے لیے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقعہ کی  
 توثیق کر دی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں  
 کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے اھ اور  
 "فصل فی الآثار" میں کہا کہ امام۔ کہ بارے میں ہمارے  
 شیخ ابو الفتح حافظ نے اپنی پہلی کتاب المغازی و السیر  
 میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی توثیق کی گئی  
 ہے

بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دوبارہ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابل نرمی و گوارائی ہے واللہ اعلم السامع۔

**خاصاً اور سنیہ و منو کے بعد** انا انزلنا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا، امام جلیل ابواللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعافت پر عمل روا ہے۔ امام ابن امیر الحاج علیہ میں فرماتے ہیں،

قد سئل شيخنا حافظ عصره قاضى القضاة شهاب الدين شهاب الدين الشهيد بآين حجر رحمته الله تعالى من هذه الجملة فاجاب بما نصه الاحاد التى ذكرها الشيخ ابوالليث ففهم الله تعالى ببركته ضعيفه والعلماء يتساهلون في ذكر الحديث الضعيف والعمل به في فضائل الاعمال ولم يثبت منها شئ عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لامن قوله ولا من فعله اه

ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاة شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وہ احادیث جن کو امام ابواللیث "اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے نفع عطا فرمائے" نے ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں، اور علماء حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و عمل ثابت نہ ہوا (ت۔)

**سادساً یہ حدیث کہ چاند گوارہ میں عرب کے چاند نجم کے سورج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بھلاتا، انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اُسی طرف جھک جاتا کہ یہی نے دلائل النبوة، امام ابو عثمان اسمعیل بن عبدالرحمن صابونی نے کتاب المناہجین، خطیب نے تاریخ بغداد، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا: احادیث باطلہ تدلہ علی کذبہ (اس کی احادیث باطلہ اس کے کذب پر دال ہیں۔ ت) باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا، ہذا حدیث غریب الاسناد**

رحمۃ المحلی شرح نیتہ لمصلی

میزان الاعتدال ترجمہ ۲۸۷ احمد بن ابراہیم حلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۸۱/۱

والمتمنوهونی المعجزات حسن (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب با اینہم معجزات میں حسن ہے) اُن کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ، امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعاً حدیث الدیک الابيض صدیق وصدیق صدیق وعد وعد واللہ وکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببیتہ معہ فی البیت (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالیٰ کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے شب کو مکانِ خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابوبکر برقی نے ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا، باسناد فیہ کذاب (اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا، فیغیب لنا فعل ذلك تأسیباً بحدیث میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقدا سے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خوابگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجے بکثرت لیجے وھذا الاخیار قد بلغ الغایة و فیما ذکرنا کفایة لاهل الدرایة (یہ آخری انتہا پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا وہ اہل فہم کے لیے کافی ہے۔ ت)

ثامناً احادیث واولل مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی اطلاق کے شاہد عدل ہیں خصوصاً حدیث وان کان الذی حدثہ بہ کاذباً (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمال صدق و نفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجملہ یہی قضیہ دلیل ہے اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کر شرط عمل عدم شدت ضعف ہے فقہ تلمیذہ السخاوی وقال سمعته مراراً یقول ذلك (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے ان سے یہ کئی مرتبہ کہتے سنا ہے۔ ت)

اقول (بحث قبول شدید الضعف) یہاں شدت ضعف سے مراد ہیں حافظ ہے نقل مختلف آئی، شامی نے فرمایا لمطالعہ نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا،

- عہ فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ (د) (شامی نے مستحبات الوضوء میں فرمایا ۱۲ منہ۔ ت)  
 ۱۵۴/۱ مواہب لدنیہ بحوالہ کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد الثقلین، المکتب الاسلامی بیروت  
 ۲/۳ کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الدیک الابيض دار الفکر بیروت  
 ۱۵/۲ تیسیر بشرح جامع صغیر للمناوی، حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ  
 ۱۵/۲ التیسیر بشرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ

شدید الضعف هو الذی لا یخلو طریق من طرقہ  
عن کذاب او متهم بالکذب <sup>۱</sup>

شدید الضعف وہ حدیث ہے جس کی اسنادوں سے کوئی  
اسناد کذاب یا متهم بالکذب سے خالی نہ ہو۔

یہاں صرف انہیں دو کو شدت ضعف میں رکھا امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا،  
انیکون الضعف غیر شدید فیخرج من الفرد  
من الکذابين والمتهمین بالکذب ومن فحش غلطہ <sup>۲</sup>

وہ ضعف شدید نہ ہو پس اس سے وہ نکل گیا جو کذاب  
اور متهم بالکذب میں منفسد ہو یا جو فحش الغلط  
ہو۔ (ت)

یہاں ان دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا نسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ فعل کیا،  
ان یکون الضعف غیر شدید کحدیث من الفرد من  
الکذابين والمتهمین ومن فحش غلطہ <sup>۳</sup>

یعنی میں ضعف شدید نہ ہو مثلاً اس شخص کی حدیث جو کذابین اور  
متهمین سے ہو یا وہ فحش الغلط ہو۔ (ت)

عس وهکذا عن بعض العصریین وهو المولوی  
عبد الحی النکنوی فی ظفر الامانی فی التدریب و  
القول البدیع حیث قال ان شرط للعمل بالحديث  
الضعیف ثلاث شروط علی ما ذکره المیوطی فی شرح  
تقریب النووی والسخاوی فی القول البدیع فی  
الصلاة علی الجیب الشفیع وغیرہما الاول عدم  
شدة ضعفه بحيث لا یخلو طریق من طرقہ من  
کذاب او متهم بالکذب الخ اقول لکن سئمتک  
نمی التدریب والقول البدیع فیظہر لک ان  
وقم ههنا فی النقل عنہما تقصر شنیع  
فلیتنبہ ۱۲ من رخصی اللہ تعالیٰ عنہ (۴)

معاصرین میں سے مولوی عبدالحی نکنوی نے ظفر الامانی میں  
"التدریب" اور "القول البدیع" کی طرف ایسے ہی  
منسوب کیا جہاں انہوں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل  
کی تین شرطیں ہیں جیسا کہ نووی نے "شرح تقریب النووی"  
اور سخاوی نے "القول البدیع فی الصلاة علی الجیب  
الشفیع" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر  
کیا، پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو بایں طور کہ اس کے  
تمام طرق کذاب اور متهم بالکذب سے خالی نہ ہوں اور  
اقول ابھی بعد میں ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی  
عبارت سنائیں گے جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا۔  
کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرزد  
ہوئی ہے وغور کرنا چاہیے۔ ۱۲ من رخصی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

یہاں کاف نے زیادت تو سب کا پتہ دیا، تجدید اول پر امر سہل و قریب ہے کہ ایک جماعت علماء حدیث کذاہین و متہین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انھیں خارج کر سکتے ہیں مگر ثانی تقریحات و معاملات جمہور و علماء و خود امام اثنان سے بعید اور ثالث بطاہرہ ابعہ ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مبرہن کر آئے ہیں کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں ہرگز نہ ضعف شدید سے پاک و منزہ ہیں ان پر صرف انقطاع یا جہالت راوی سے طعن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب و ضعف شدید و الحمد للہ العلیٰ المجید "ہذا" (اسے یاد رکھو۔ ت)

اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس مقام پر فتح المغیث کے حاشیہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو اس مقام پر مناسب ہے میں اتمام مقصد کی خاطر اس کا یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، پہلے میں وہ ذکر کروں گا جو امام شامی نے طحاوی سے اور انہوں نے ابن حجر سے نقل کیا ہے پھر اسے مزید قوی کروں گا علماء کے اطلاق

و رأیتنی کتبت ہہنا علی ہامش فتح المغیث،  
کلاماً یتعلق بالمقام احببت ابرادہ اتماماً  
للہرام، فذکرت اوکلاماً عن الشامی عن الطحاوی  
عن ابن حجر ثم ایدتہ باطلاق العلما، ثم  
اوردت ما عن النسیم عن السخاوی عن الحافظ  
ثم قلت ما نصہ۔

سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سخاوی سے انہوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے:

**اقول** جیسا کہ تمہیں معلوم ہے یہ بات علامہ قوی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود شیخ الاسلام سے امام طحاوی کی گزشتہ نقل کردہ تعریف کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں میں مخالفت کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ کہ یہاں انہوں نے راوی کے تفرد کی بات کی ہے اور پہلے انہوں نے کہا ہے کہ طرق میں سے کوئی طریق بھی (کذاب و متہم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ کذب و تہمت کے بغیر شدید ضعف ہو تو ان کے ہاں تفرد کی صورت میں فضائل میں قابل قبول نہیں، لیکن جب وہ کثرت طرق سے مروی ہو تو اس صورت میں وہ شدید ضعف سے ضعیف ضعف کے درجہ میں

**اقول** و ہذا کماتری مخالفت لا اطلاق  
ما مر عن النووی عن العلما، قاطبة، ولتحدید  
ما مر عن الطحاوی عن شیخ الاسلام  
نفسہ لکن ینظہر فی دفع المخالف عن  
کلامی شیخ الاسلام بانہ ہہنا ذکر التفرد  
وفیما سبق قال "لا یخلو طریق من طرقہ، فیکون  
الحاصل ان شدید الضعف بغير الکذب  
والثمة لا یقبل عنده فی الفضائل حین التفرد،  
اما اذا کثرت طرقہ فہی یبلغہ درجۃ یسیر  
الضعف فی خصوص قبولہ فی الفضائل، بخلاف  
شدید الضعف بالکذب والثمۃ فانہ  
وان کثر طرقہ التی لا تفوقہ بان لا یخلو



شئ منها عن كذاب او متهم لا يبلغ تلك الدرجة، ولا يعمل به في الفضائل، وهذا هو الذي يعطيه كلام السخاوی فیما مر حيث جعل قبول ما فيه ضعف شديد مطلقا ولو بغیر كذب فی باب الفضائل موقوفا علی كثرة الطرق، لكنه يخالفه فی خصلة واحدة، وهو حكمه بالقبول بكثرة الطرق فی الضعف بالكذب ایضا حکما تقدم، وهو كما ترى مخالفت لصريح ما نقل عن شيخ الاسلام وعلى كل فلو يرتفع مخالفة نقل شيخ الاسلام عن العلماء جميعا لنقل الامام النووی عنهم كافة، فانهم لم يشروطوا للقبول فی الفضائل فی شدید الضعف كثرة الطرق ولا غیرها سوى ان لا يكون موضوعا، فصريح ما يعطيه كلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط، مثلا وان تفرد ولم يكثر طريقه، فافهم، وتأمل فان المقام مقام خفاء وذل، والله المسئول لكشف الحجاب، وابانة الصواب اليس المرجع واليه المآب اه، ما اردت نقله مما علقته علی الهامش.

آجائگی پس اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی، اس کے برخلاف جو کذب اور تمسک کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشمار کثرت طرق کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابل عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور متهم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرت طرق پر موقوف کیا وہاں شدت ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے علاوہ ہی ہو، لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آڑے آئے گی۔ جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرت طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا کہ گزرا ہے حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحت خلاف ہے، بہر صورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا موقف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا، کیونکہ علماء نے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق وغیرہ کی شرط نہیں لگائی صرف یہ کہا ہے کہ وہ موضوع نہ ہو۔ ان کے کلام کا صریح ما حاصل یہ ہے

کہ مثلاً فسق یا فحش غلطی کی بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متفرد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے، غور و تأمل کرو، کیونکہ یہ مقام خفی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے، پردوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہوا۔ (دین)

اگر اعتراض کے طور پر فرمائیے کہ امام شیخ الاسلام

فان قلت هذا قيد ترايد افساده

کے بیان میں ایک زائد قید ہے جس پر علماء کے اطلاق کو محمول کیا جاسکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں اختلاف ختم ہو سکتا ہے قلت (تو میں جواباً کہتا ہوں) ہاں اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام ہی نہیں ہے بلکہ وہ شدید ضعف یا کمرہجی قبول کرنے پر عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ (شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق) کی قید نہ لگانا دلیل کے زیادہ موافق اور قواعد مستحبہ شرح جلیل کے زیادہ مناسب ہے، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابل اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے ہاں ہے۔ (ت)

امام فلیحمل اطلاقاتهم عليه دفعا  
للتخالف بين النقلين قلت نعم  
لو كانت ما ذكرها من الدليل عليه  
لايلائم سريان التخصيص اليه ، وكيف  
نصر بهما نشاهدهم يفعلون يرون شدة  
الضعف ثم يقبلون ، وبالجمله فالاطلاق هو  
الوافق بالدليل والالتصق بقواعد الشرع الجليل  
فنودان يكون عليه التحويل والعلم بالحق  
عند الملك الجليل۔

شرح جلیل کے زیادہ مناسب ہے، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابل اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے ہاں ہے۔ (ت)

### فائدة جلیلة (فائدة جلیلة)

في احكام انواع الضعيف والجبار ضعيفا هذا  
الذي اشرت اليه من كلام السخاوي المار المتقدم  
هو قوله مع متنه في بيان الحسن ، ان  
يكن ضعف الحديث كذب او شذوذ بامس  
خالف من هو احفظ او اكثر او قوى الضعف بغيرهما  
فلم يجبر ولو كثرت طرقه لكن بكثرة طرقه يرتقى  
عن مرتبة المردود المنكرو الى مرتبة الضعيف  
الذي يجوز العمل به في الفضائل وربما  
تكون تلك الطرق الواهية بمنزلة الطرقات  
التي فيها ضعف يسير بحيث لو فرض مجئ  
ذلك الحديث باسناد فيه ضعف يسير كان مرتقيا  
به الى مرتبة الحسن لغيره مخلصا۔

فائدة جلیلة (ضعیف حدیثوں کے احکام اقسام اور  
ان کی کوپڑا کرنے کے بیان میں) امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام  
کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ بمع تن، حدیث حسن کے  
بارے میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ  
یعنی وہ حدیث احفظ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے  
خلاف ہو، یا یہ ضعف قوی ہو جو ان دو مذکورہ (کذب  
اور شذوذ) کے علاوہ کسی اور دیر سے پیدا ہوا ہو،  
یہ ضعف کثرت طرق سے بھی ختم نہیں ہو سکتا، لیکن  
کثرت طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود منکر کے مرتبہ سے ترقی  
کر کے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے  
فضائل میں عمل کے لیے مقبول ہو جاتی ہے اور کبھی  
ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد کمزور طرق ایک

معمولی کمزور طریقہ جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کر لی جائے تو یہ درجہ حسن لغیرہ پر فائز ہو جاتی ہے، مطلقاً۔ (ت)

**ورائتہ علی علقہ علیہ ہننا ما نصہ**  
**اقول** حاصل ما تقرر و تحرر ہننا مع  
 نریادات نفیسة منا ان الموضوع لا یصلح  
 لشیء اصلاً ولا یلتئم جرحہ ابد اولو کثرت  
 طرقہ ما کثرت، فان زیادة الشر لا یزید  
 الشیء الا شراً، والیضا الموضوع کالمعدوم و  
 المعدوم لا یقوی ولا یتقوی، ومنہ عند جمع  
 منهم شیخ الاسلام ما جاء بروایة الکذابین  
 وعند آخرین منهم خاتم الحفاظ ما اقی من  
 طریق المتهمین، و سؤہما السخاوی  
 بشدید الضعف الا فی لذهابیہ الی ان الوضع  
 لا یتثبت الا بالقرائن المقررة ان تفرد بہ  
 کذاب او وضاع کما نص علیہ فی هذا الکتاب،  
 وهو عندی مذهب قوی اقرب الی الصواب،  
 اما الضعف بغیر الکذب والتمیہ من ضعف  
 شدید مخرج له عن خیر الا اعتبار کفحش  
 غلط الراوی فیہذا العمل بہ فی الفضائل علی  
 ما یعطیہ کلام سامۃ العلماء، وهو الا قد  
 بقضیۃ الدلیل والقواعد، لا عند شیخ  
 الاسلام علی احدى الروایات عنه ومن  
 تبعہ کالسخاوی الا اذا کثرت طرقہ الساقطة  
 عن درجۃ الاعتبار فح یكون مجموعہا  
 کطریق واحد صالح له فیعمل بہا فی الفضائل

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اس مقام  
 پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے اقول ہماری زائد اباحت  
 کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہو چکا ہے اس کا  
 حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے  
 اور کثرت طرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہو سکتا  
 کیونکہ شرک زیادتی سے شرمزید بڑھتا ہے، نیز موضوع  
 معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہو سکتی  
 ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم  
 وہ ہے جس کو ایک جماعت نے، جس میں شیخ الاسلام  
 بھی ہیں، نے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ  
 روایت کریں، اور ایک دوسری جماعت جس میں سے  
 ”خاتم الحفاظ“ بھی ہیں، نے بیان کیا ہے کہ ”موضوع“  
 وہ ہے جس کو متمم یا کذب روایت کریں۔ امام سخاوی  
 نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو ”شدید الضعف“  
 کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کرینگے،  
 امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی  
 سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذاب یا  
 وضاع اس روایت میں متفرد ہو، جیسا کہ امام سخاوی  
 نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی  
 موقفت قوی اور اقرب الی الصواب ہے، مگر کذب اور  
 تمہمت کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر  
 حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہو جاتی ہے مثلاً راوی  
 کی انتہائی غش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

کار آمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے۔ مگر شیخ الاسلام سے ایک روایت میں اور امام سخاوی کی طرح ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں معتبر نہیں ہے تاؤ قیلکہ اس کے کز و طرق کثیر نہ ہوں اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابل عمل قرار دیتے ہیں، تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو احکام کے لیے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی یہ درجہ حسن لغیرہ کو پاسکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے صالح طریق سے اس کی کمزوری اُل ہو جائے تو اور بات ہے، کیونکہ کمزور متعدد طرق اور ایک صالح طریق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

ولكن لا يحتج بها في الاحكام ولا تبلغ بذلك درجة الحسن لغيره الا اذا انجبرت مع ذلك بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع ذلك يكون كحديثين ضعيفين صالحين ماضدين فترتقى الى الحسن لغير فتصير حجة في الاحكام، اما مطلقا على ما هو ظاهر كلام المصنف اعني العراقي او بشرط تعدد الجابرات الصالحات البالغة مع هذه الطرق القاصرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد حد الكثرة في الصوالح على ما فهمد السخاوي من كلام النووي وغيره الواقع فيه لفظ الكثرة مع نزاع لنا فيه مؤيد بكلام شيخنا في نهضة والنخبة المكتفيتين

ان کے الفاظ یہ ہیں، جب راوی سوہ حفظ کا متابع معتبر راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلط جو اعیانہ نہیں کرتا، مستور اسناد میں اور اسی طرح مدرس جبکہ مجذوب مذکور پہچاننا ہو تو ان کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں لہذا یہ نہیں بلکہ باعتبار المجموع ہوگی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سوہ حفظ اور مختلط جن کا ذکر ہوا الخ) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح، پس جب معتبر راویوں میں کسی ایک کے موافق روایت آجائے تو مذکورہ دونوں احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور (باقی اگلے صفحہ پر)

عہدہ حیث قال متى توبه لى الحفظ بمعتبر كان يكون فوقه او مثله لا دونه وكذا المختلط الذى لا يتميز والمستور والاسناد المثل كذا المدس لم يعرف المحذوف منه صار حشيم حسنا لانه بل وصفه بذلك باختيار المجموع لانه كل واحد منهم ممن ذكر من السئ الحفظ والمختلط الخ باحتمال كون روايته صوابا او غير صواب على حد سواء فاذا جاءت من المعتبرين رواية موافقة لاحدهم مرجح احد الجانبين من الاحتمالين المذكورين ودل ذلك على ان الحديث محفوظ

بوحدة الجابر مع جواز انتكون الكثرة في كلام  
النووي بمعنى مطلق التعدد ، وهو لا وفق بما  
رأينا من ضيعهم في غير مقام والضعيف  
بالضعف الميسر اعني ما لم ينزله عن محل الاعتبار  
يعمل به في الفضائل وحده ، وان لم يجبر  
فان انجبر ولو بواحد صار حسنا لغيره ، و  
احتج به في الاحكام على تفصيل وصفنا ذلك  
في الجابر ، فهذه هي انواع الضعيف ، اما  
الذي لا نقص فيه عن درجة الصحيح الا  
القصور في ضبط الراوي غير بالغ الى درجة الغفلة  
فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتى في

حدیثوں کی طرح بن جاتی جو آپس میں مل کر لغت کا باعث  
بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث "حسن لغت" کے مرتبہ  
کو پہنچ کر احکام میں جت بن جاتی ہے ، اب یہ اختلاف  
اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ  
مصنف یعنی علامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا بشرطیکہ  
بعض متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہو سکے  
ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق ، جو ایک صالح طریق  
کے مساوی ہیں ، مل کر کثرت طرق صالحہ بن جاتے ہیں جیسا کہ  
امام سخاوی نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں  
لفظ کثرت استعمال ہوا ہے ، باوجودیکہ ہمارا اس میں  
اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فارتقى من درجة التوقف الى درجة القبول و  
الله اعلم اه وانظر كيف اجتزى في المتن بتوحيد  
معتبر وفي الشرح بافراد رواية وحكم بالاستقاء  
الى درجة القبول وما المراد به ههنا الا القبول  
في الاحكام فانه جعل الضعيف صالحا للاعتبار  
بالردود مع انه مقبول في الفضائل بالاجماع  
ويظهر ان الوجه معهما اعني العراقي و  
شيخ الاسلام لما بين في النزاهة من  
الدليل لهما منقول مما علقته على فتح  
المغيث ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ص)

یہ بات دلائل کی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقف سے  
درجہ قبول پر فائز ہو گئی ہے اور واللہ اعلم ، ذرا غور کرو  
متن میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کئی افراد کے  
ساتھ موافقت روا پر اکتفا کیسے کیا اور اسے قبول کا درجہ  
دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد  
ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح لا اعتبار و  
الرد کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں تو بالاجماع  
مقبول ہے ، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت  
نہ ہو اور میرے لیے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی اور  
شیخ الاسلام کے ساتھ ہے ، اس بنا پر جو نزہت میں  
ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ فتح المغيث پر  
میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ت)

الاحکام ، وهذا اذا كان معه مثله ولو واحد  
صار صحيحا لغيره او دونه مما يليه فلا  
بكثرة انتهى ما كتبت بتلخيص -

سکتے ہیں کہ امام نووی کے کلام میں لفظ کثرت مطلق ، تعدد ہے اور یہی احتمال ان کی عادت کے زیادہ قریب ہے  
جیسا کہ ہم نے متعدد جگہ یہ استعمال پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف ہو یعنی جس سے حد اعتبار ساقط  
نہ ہو یہ فضائل میں تنہا معتبر ہے خواہ کوئی مؤید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مؤید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کر دے  
تو یہ "حسن لغیرہ" بن جاتی ہے اور اس کو احکام میں حجت قرار دیا جائے گا جس کی تفصیل ہم نے کمزوری کو زائل کرنے والے  
امور میں بیان کر دی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں ماسوائے ضبط راوی کی کمزوری کے  
اور کوئی کمزوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ کمزوری غفلت کے درجہ تک نہ پہنچتی ہو، تو یہ  
"حسن لذاتہ" واحد حدیث بھی احکام کے لیے حجت ہو سکتی ہے اگر حسن لذاتہ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک بھی مل جائے  
تو یہ حدیث "صحیح لغیرہ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مؤید اس سے مل جائے تو "صحیح لغیرہ" نہ بنے گی  
تا وقتیکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہو جائیں میری نگہی ہوئی تعلیق ختم ہوئی، ملخصاً۔ (ت)

یہ چند جملے لوح دل پر نقش کر لینے کے ہیں کہ بعونہ تعالیٰ اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، و  
بالحمد والتوفیق وله الحمد الحمد لله القادر القوی علمه ما علمه وصلى الله تعالى على ناصر الضعيف و  
آله وسلم قبول ضعيف في فضائل الاعمال كالمسئله جليله ابتداء مسوده فقير في صرف دو افاده مختصر في تين صفو  
مقدار تصاب كرمه مبارك ربيع الاول ١٣١٣ هـ في رساله بعونہ تعالیٰ بمبئی میں چھپنا شروع ہو گیا اثنائے تبصیر میں  
بارگاہ مغیض علوم و نعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ اللہ تعالیٰ نے نفاس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادہ شانزدہم سے یہاں  
تک آٹھ افادات نافذ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القاء ہوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے، امید کی جاتی  
ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیل و تفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادہ اس مسئلہ  
خاص میں جدا رسالہ قرار دیئے جائیں اور علما و تاریخ الہاد الکاف فی حکم الضعاف<sup>۱۳</sup> (ضعیف  
حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ ت) لقب پائیں وہاں اللہ التوفیق وله المنۃ علی ما شارق من نعم تحقیق  
ما کنا لعشر معشر ہا نلیق والصلاۃ والسلام علی الحبیب الکریم وآلہ وصحبہ ہدایۃ

عہ منقوص محلی باللام سے بھی صحت یا فصیح کلام میں شایع و ذایع ہے یوم التلاق یوم التناد البکیر المتعالی الی غیر ذلک  
امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ (۲)

**افادہ ہست و چہارم** (حدیث کا کتب طبقہ رابع سے ہونا خواہی خواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں پر جائے ضعف شدید) و باللہ استعین کسی حدیث کا کتب طبقہ رابع سے ہونا موضوعیت بالاسے طاق بضعف شدید درکن مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں ان میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں، ہاں بوجہ اختلاط و عدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے ہر حدیث میں احتمال ضعف قدیم لہذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلمات ناقدین ان سے عقائد و احکام میں احتجاج نہیں پہنچتا، قول شاہ عبدالعزیز صاحب ایس احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عمل یا نہائے تمسک کردہ شود (یہ احادیث قابل اعتماد نہیں ہیں کہ ان سے عقیدہ و عمل میں استدلال کیا جاسکے۔ ت) کے یہی معنی ہیں، نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی حدیثیں ہیں سب وہی ساقط ہیں یا موضوع و باطل اور اصلاً در بارہ فضائل بھی ایراد و استناد کے ناقابل کوئی ادنیٰ ذی فہم و تمیز بھی ایسا دعا نہ کرے گا نہ کہ شاہ صاحب فاضل، ہاں متکلمان طائفہ و بابیہ اپنی جہالتیں جس کے سرچاپ ہیں و حریف۔

اولاً خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ و عمل کا انکار فرما رہے ہیں اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں، ہم افادہ ۲۲ میں روشن کر آئے کہ در بارہ فضائل کسی حدیث ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں، تو اس بات کو ہمارے سند سے کیا تعلق!

**ثانیاً** تصانیف خطیب و ابولعیم بھی طبقہ رابع میں ہیں اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابولعیم کی نسبت فرماتے ہیں،

از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاء است  
کہ نظیر آن در اسلام تصنیف نشدہ  
ان کی تصانیف میں سے حلیۃ الاولیاء ایسے  
نوادر میں سے ہے جس کی مثل اسلام میں آج تک  
کوئی کتاب تصنیف نہ ہوئی (ت)

اسی میں ہے،  
کتاب اقتضاء العلم و العمل از تصانیف خطیب است  
بسیار خوب کتاب ہے است و رہا ب خود  
خطیب بغدادی کی کتب میں اقتضاء العلم و العمل اپنے  
فن میں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ (ت)

۱۔ محالہ نافعہ فصل اول بحث طبقہ رابعہ  
مطبع نور محمد کارخانہ حجازت کراچی ص ۵

۲۔ بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم  
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵

۳۔ " " " " " کتاب اقتضاء العلم و العمل للخطیب " " " " " ۱۶۹

اُسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا:

التصانیف المفيدة التي هي بضاعة المحدثين و  
عروتهم في فقههم -  
فائدہ بخش تصنیفیں کوفہ حدیث میں محدثین کے بضاعت  
محل تمسک ہیں۔

پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدح جلیل نقل کی، سبحان اللہ کہاں شاہ صاحب کا یہ حسن اعتقاد  
اور کہاں اُن کے کلام کی وہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر محل و ناقابل استناد۔

ثالثاً جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ الباقیہ میں اس تقریر طبقات کے  
موجد اُسی حجۃ باللہ میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں،

اصلاح هذه الطبقة ما كان ضعيفا محتملا -  
یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صحاح تروہ حدیثیں ہیں  
جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعیف محتمل ادنیٰ انجبار سے خود احکام میں عجت ہوجاتی ہے اور فضائل میں تو بالا جماع تنہا ہی  
مقبول و کافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظ افراد ہوگا ورنہ ان میں بہت احادیث منجبرہ حسان ملیں گی اور عند تحقیق یہ  
بھی باعتبار غالب ہے، ورنہ فی الواقع ان میں صحاح حسان سب کچھ ہیں کماستسمع بعونہ تعالیٰ (جیسے کہ تہ  
عنقریب سنئے گا۔ ت۔)

رابعاً یہی شاہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں،

چون نرت علم حدیث بطبقہ دلی و خطیب و ابن عساکر  
رسید این عزیزاں دیدند کہ احادیث صحاح و حسان  
را متقدمین مضبوط کردہ اند پس مائل شدند بجمع احادیث  
ضعیف و مقلوبہ کہ سلف آزادیدہ و دانستہ گزاشته  
بودند و غرض ایشان ازین جمع آن بود کہ بعد جمع حفاظ  
محدثین و راں احادیث تامل کنند و موضوعات را  
جب علم حدیث دلی و خطیب و ابن عساکر کے طبقہ  
تمک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ متقدمین علما نے ایسی  
احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کر دیا ہے لہذا  
انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیف و مقلوبہ  
تھیں جنہیں اسلاف نے عمدتاً ترک کیا تھا ان کے جمع کرنے  
سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور و تامل کر کے

عہ قسم دوم از فصل دوم در شبہات و راقان ۱۲۸۵  
دوسری فصل کی قسم دوم جو کاتبین کے شبہات سے متعلق ہے اسکے  
تحت اس کا بیان ہے (ت)

لہستان المحدثین مع اردو ترجمہ تاریخ بغداد للخطیب  
رحمۃ اللہ الباقیہ باب طبقہ کتب حدیث، الطبقة الرابعة  
مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلی کراچی  
المکتبۃ السلفیہ لاہور  
ص ۱۸۸  
۱۳۵/۱



از حسن لغیر ہمتا ز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق  
احادیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح و حسن و ضعیف از  
یکہ گزمتا ز ساندن ہر دو فریق را خدا تعالیٰ محقق ساخت  
بخاری و مسلم و ترمذی و حاکم تمیز احادیث و حکم بصحت و  
حسن و متاخران ہذا احادیث خطیب و طبقہ او تصرف  
نمودند این جوری موضوعات را مجر و ساخت و سخاوی و  
مقاصد حسنہ سان لغیر ہا از ضعف و مناکیر ہمیز نمود  
خطیب و طبقہ او در مقدمات کتب خود بایں مقاصد  
تصریح نموده اند جزا ہم اللہ تعالیٰ عن امة النبی  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر اللہ مطلقا۔  
ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اللہ مطلقا۔ (ت)

موضوعات کو حسن لغیرہ سے ہمتا ز کردیں گے جیسا کہ  
اصحاب مسانید نے تمام طرق حدیث کو جمع کیا تاکہ  
حفاظ حدیث صحیح، حسن اور ضعیف کو ایک دوسرے  
سے ہمتا ز کردیں دونوں فریقوں کو اللہ تعالیٰ نے  
توفیق اور کامیابی عطا فرمائی، بخاری، مسلم، ترمذی اور  
حاکم احادیث میں امتیاز کرتے ہوئے ان پر صحیح، حسن  
ہونے کا حکم لگایا اور متاخرین نے خطیب اور ان کے طبقہ  
لوگوں کی احادیث میں تصرف کیا و حکم لگایا، ابن جوزی  
نے موضوعات کو الگ کیا، امام سخاوی نے مقاصد حسنہ  
میں حسن لغیرہ کو ضعیف اور منکر سے ہمتا ز کیا۔ خطیب اور  
ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اللہ مطلقا۔ (ت)

دیکھو کسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقہ را بعد میں نہ صرف ضعیف محمل بلکہ حسن بھی موجود ہیں اگرچہ لغیر ہا کہ وہ بھی  
بلاشبہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل۔

خامساً انھیں شاہ صاحب نے اسی حجت میں سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی کو طبقہ ثانیہ اور مصنف عبد الرزاق  
و ابویکربن ابی شیبہ و تصانیف ابی داؤد و طحاوی و سیوطی و طبرانی کو طبقہ ثالثہ اور کتب ابو نعیم کو طبقہ رابعہ میں  
گنا، امام جلیل جلال سیوطی خطبہ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں،

میں نے حوالہ جات کے لیے یہ رموز وضع کیے ہیں، رخسے  
بخاری، م سے مسلم، ح سے ابن حبان، ک سے مستدرک  
حاکم، ض سے مختارہ للضیاء، ان پانچوں کتب میں  
صحیح احادیث ہیں ماسوائے حاکم کے جن پر اعتراض  
کیا گیا ہے اس پر توجہ رکھ، د سے ابوداؤد جس پر  
وہ خاموش رہیں وہ صالح ہے اور جس کا ضعف

درمات للبخاری رخ ولسلم وکلابن حبان  
حب و للحاکم فی المستدرک لک و للضیاء  
فی المختارۃ ض و جمیع ما فی ہذہ  
الکتب الخمسة صحیح سوى ما فی المستدرک  
من المتعقب فائبه علیہ، درمات لابن داؤد د  
فما سکت علیہ فهو صالح و ما بین ضعفہ

عہ فی الاصل الذی وقفت علیہ بین  
لہ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم از شبہات

انہوں نے بیان کیا ہے میں نے اسے نقل کر دیا ہے۔  
 ت سے ترمذی میں ان کا حدیث پر تبصرہ بھی نقل کر دوں گا۔  
 ن سے نسائی، وہ سے ابن ماجہ، ط سے ابوداؤد الطیالسی  
 حم سے احمد، عب سے عبد الرزاق، ش سے ابن ابی شیبہ  
 ع سے ابویعلیٰ، طب سے طبرانی کی معجم کبیر، طس سے  
 معجم اوسط، طص سے معجم صغیر، حل سے حلیۃ بن نعیم  
 ق سے سنن بیہقی، هب سے شعب الایمان للبیہقی  
 مراد ہوگا، ان تمام کتب میں احادیث صحیح بھی ہیں حسن  
 اور ضعیف بھی اور میں اکثر طور پر ان کے بارے میں  
 نشان دہی بھی کروں گا اہ مختصراً۔ (ت)

نقلہ عنہ، وللترمذی ق وانقل کلامہ  
 علی الحدیث وللنسائی ن ولابن ماجہ کا  
 ولابی داؤد الطیالسی ط ولاحمد حم  
 ولعبد الرزاق عب ولابن ابی شیبہ ش  
 ولابی یعلیٰ ع ولطبرانی فی الکبیر طب و  
 الاوسط طس و فی الصغیر طص ولا بن نعیم  
 فی الحلیۃ حل وللبیہقی ق وله فی شعب  
 الایمان هب و هذه فیہا الصحیح والحسن  
 والضعیف فابینہ غالباً اہ مختصراً۔

دیکھو امام خاتم الحفاظ نے ان طبقات ثانیہ وثالثہ و رابعہ سب کو ایک ہی شق میں گنا اور سب پر یہی حکم  
 فرمایا کہ ان میں صحیح، حسن، ضعیف سب کچھ ہے۔  
 سا و ساء غرض اب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہا میں جا بحب  
 احادیث طبقہ رابعہ سے بلکہ اُن سے بھی اتر کر استناد موجود، اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا  
 نہ سمجھتے یا یہ سفہا مباحی تحریف معنوی کر کے احادیث طبقہ رابعہ کو مہمل و معطل ٹھہرانا اُن کے سر کیے دیتے ہیں،  
 تمثیلاً چند نقول حاضر، عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حاصل کی ہے اس میں لفظ فہما اور علیہ کے  
 درمیان ایک کلمہ ہے جو کتابت میں واقع نہیں تو میں  
 نے اس کی جگہ لفظ سکت لکھ دیا ہے اور چونکہ اس  
 سے آگاہ کرنا ضروری تھا تو میں نے آگاہ کر دیا،  
 ۱۲ منہ (ت)

لفظی فہما و علیہ کلمۃ لہ تبیین فی الکتابت  
 فکتبت مکانہا لفظ سکت اذہو المراد واذا  
 کان لابد من التنبیہ نبہت علیہ  
 ۱۲ منہ (م)

ابو نعیم و دہلی از ابو الدرداء روایت کرده اند کہ آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحہ کتاب  
کفایت می کند از انچه بیچ چیز از قرآن کفایت نمیکند  
الحديث۔  
فاتحہ کافی ہے الحديث (ت)

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابوشیخ و ابن مردد و دہلی و غیر ہم سے مذکور ہیں یہی ہے ،  
ثعلبی از شعبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد او آمد  
و شکایت در دگر کردہ کہ شعبی باو گفت کہ ترا لازم است  
کہ اساس القرآن بخوانی و بر جانے در دهم کنی او گفت  
کہ اساس القرآن چیست شعبی گفت فاتحہ کتاب۔

پاس اگر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے ، انہوں نے  
فرمایا تو اساس القرآن پڑھ کر جائے درد پر دم کر ،  
اس نے عرض کیا کہ اساس القرآن کہا ہے ؟ فرمایا  
سورة الفاتحہ ۔ (ت)

عزیزی سورة لقہ ذکر بعض خواص سورہ آیات میں ہے ،  
ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کردہ  
ابن نجار نے اپنی تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت

اور اس میں بعض روایات کے دارقطنی یا طبرانی یا وکیع  
کے ساتھ اقتران سے مخالفت کو سود مند نہیں کیونکہ اس  
طرح سے یہ معنی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسناد سے  
طبقہ ثالثہ سے مقرون ہیں اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہے  
کہ طبقہ رابعہ کی تمام احادیث درجۂ اعتبار سے ساقط نہیں  
پھر احتمال مذکور دیگر روایات کے ملاحظہ سے کہ جو صرف  
طبقہ رابعہ سے ہیں یہ بھی زعم مخالفت کو زیادہ زائل کرنے  
والا ہے ، مخالفت کا جو بھی زعم ہو ، اسے اچھی طرح  
سمجھو ۱۲ منہ (ت)

عند و دریں بعض روایات اقتران دارقطنی یا طبرانی یا  
وکیع مخالفت را سود مند بد زیراکہ ازیں چنانکہ احتمال  
ایں معنی رونمائی کہ اسناد بایں مقرون بطبقہ ثالثہ  
است بچناں ایں امر بر منقہ ثبوت نشیند کہ ہر احادیث  
طبقہ رابعہ ساقط از درجۂ اعتبار نیست باز احتمال  
مذکور بملاحظہ روایات دیگر کہ تنہا از طبقہ رابعہ ست  
ازل باشد زعم مخالفت را بیچ کن  
باشد فافهم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنی جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا الحدیث اہ مختصراً۔ (ت)

کہ حدیثی از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شنیدہ بودم کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند ہر کہ در شب سی و سه آیت بخواند اگر در آن شب درندہ و دزدے ایذا نرساند الحدیث اہ مختصراً۔

اسی میں ہے :

روى ابن جرير عن مجاهد قال سأل سليمان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن اولئك النصارى الحديث -

عزیزی آخر وانیل میں ہے :

حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت میکند کہ روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمود کہ حالاً شخصے سے آید کہ حق تعالیٰ بعد از من کے را بہتر اندو پیدا نکرده است

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان نصاریٰ کے بارے میں سوال کیا الحدیث (ت)

حافظ خطیب بغدادی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر

اس آیت کے تحت ہے ان الذين آمنوا والذين هادوا والذين هادوا والنصارى ۱۲ منہ (م)

شاہ صاحب نے حوالہ نافعہ میں جہاں چار طبقات کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر ابن جریر کو بھی چیتھے طبقے میں شمار کیا ہے جیسا کہ السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ زیر آیت ان الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى ۱۲ منہ (م)

علہ شاہ صاحب در حوالہ نافعہ جاییکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر را از ہمیں طبقہ رابعہ شمرده است کما ذکرہ فی السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

۱۔ تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ خواص وفضائل سورۃ فاتحہ وسی و سہ آیات الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۹۴  
۲۔ تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ زیر آیت ان الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى ص ۲۴۱

و شفاعت اور روز قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد  
جابر گوید کہ میں نے نہ گزشتہ بود کہ حضرت ابوبکر تشریف  
آوردند۔

تحفہ (اثنا عشریہ) میں ہے،

در روایات شیعہ و سنی صحیح و ثابت است کہ ایں امر خلیع  
بر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاق آمد و خود را برادر سرانے  
زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر آورد و امیر المومنین علی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ را شفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت  
زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا از خوشنود شد اما روایات اہل سنت  
پس در مدارج النبوة و کتاب الوفا بہیقتی و شرح مشکوٰۃ  
موجود است بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحی نوشتہ است  
کہ ابوبکر صدیق بعد ازیں قصہ بخاند فاطمہ رفت و در گرمی  
آفتاب بر در با ستاد عذر خواہی کرد و حضرت زہرا  
از و راضی شد و در ریاض النضرہ نیز قصہ تفصیل  
مذکور است و در فصل الخطاب بروایت بہیقتی از شعبی نیز  
ہم قصہ مروی است و ابن السمان در کتاب المواقف  
از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابوبکر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در روز گرمی الخ۔

شخص اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا اس کی شفاعت  
روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی شفاعت کی طرح  
ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی  
مٹھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

شیعہ اور سنی دونوں کے ہاں روایات صحیحہ میں ثابت  
ہے کہ یہ معاملہ حضرت ابوبکر پر نہایت شاق گزرا، لہذا  
آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازے  
پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ کو سفارشی بنایا تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
ان سے راضی ہو جائے، روایات اہل سنت مدارج النبوة،  
الوفاء، بہیقتی اور شرح مشکوٰۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح  
مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت  
ابوبکر اس واقعہ کے بعد سیدہ فاطمہ الزہرا کے گھر کے باہر  
دھوپ میں کھڑے ہوئے اور معذرت کی اور سیدہ فاطمہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو گئیں۔ ریاض النضرہ  
میں بھی یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے اور فصل الخطاب میں  
بروایت بہیقتی، شعبی بھی یہی واقعہ منقول ہے اور  
ابن السمان نے المواقف میں اوزاعی سے روایت کیا  
کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے الخ۔ (د)

عہد در طعن سیزدہم از مطاعن ملا عنہ بر حضرت افضل  
الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ (د)  
طعن لوگوں کے ان اعتراضات میں سے تیرھویں طعن  
میں ہے جو انھوں نے افضل الصدیقین حضرت صدیق اکبر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیے ہیں ۱۲ منہ (د)

۳۰۶ ص میطبوعہ لال کنواں دہلی  
۲۷۸ ص طعن سیزدہم از مطاعن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
۲۷۸ ص طعن سیزدہم از مطاعن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
۲۷۸ ص طعن سیزدہم از مطاعن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سابقاً طرف تریہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ را بعد میں گنا حالانکہ بلاشبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح و حسان ہیں بلکہ اُس میں صد ہا حدیثیں بر شرط بخاری و مسلم صحیح ہیں قطع نظر اس سے کہ تصنیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے اسناد ہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء و قرۃ العینین میں تو مستدرک کے تودہ آوردہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کھالا یخفی علی من طالعہما (جیسے کہ اس پر معنی نہیں جس نے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے) لطیف تریہ ہے کہ خود ہی یستان الحدیث میں امام الشان ابو عبید اللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں،

انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار بر شرط ایس ہر دو بزرگ یافتہ میشود یا بشرط یکے ازینہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب ازین قبیل باشد، و بقدر ربع کتاب از آن جنس است کہ بظاہر اسناد او صحیح است لیکن بشرط ایس ہر دو نیست و بقدر ربع باقی و ابیات و مناکیر بلکہ بعضی موضوعات نیز ہست چنانچہ من در اختصار آن کتاب کہ مشہور بتخصیص ذہبی است خبردار کردہ ام آہی جو کہ تخصیص ذہبی سے مشہور ہے، میں اس بارے میں خبردار کیا ہے، انتہی (ت)

لفظ "بظاہر" جو امام خاتم الحفاظ نے تدریب میں امام ذہبی سے نقل کیا ہے اس میں نہیں اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں بہت سی احادیث شیخین کی شرائط پر ہیں، اور بہت سی ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، شاید اس کا مجموعہ تقریباً آدھی کتاب ہو اور اس میں چوتھائی ایسی احادیث ہیں جن کی سند صحیح ہے بعض ایسی ہیں جن میں کوئی شئی یا علت ہے اور جو بقید چوتھائی ہے وہ مناکیر یا ابیات ہیں جو صحیح نہیں، اور بعض اس میں موضوع بھی ہیں ۱۲ منہ (ت)



مستدرک جس میں تین ربيع کتاب کی قدر احادیث صحیحہ ہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چہ جائے ضعیف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا ادعا نہ کرے گا اور اس بے اعتمادی کے یہی معنی اگر خود یا قوت نقد رکھتا ہو آپ پر کچھ وزن کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے ہے اس کے تحت نہ سمجھ لے اب انصاف یہ حکم نہ صرف کتب طبقہ راہبہ بلکہ ثانیہ ثالثہ سب پر ہے کہ جب منشا اختلاط صحیح و ضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم آخر نہ دیکھ کہ ائمہ دین نے صاف صاف یہی تصریح کسن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ و مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ و مصنف عبد الرزاق و غیر باسن و مسانید کتب طبقہ ثانیہ و ثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جس کی فصل امام الشان و علامہ قاری سے افادہ ۲۱ میں گزری، یونہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری و امام سخاوی نے تفصیل کی، امام خاتم الحفاظ کا قول ابھی سن چکے کہ اُنھوں نے ان سب کتب کو ایک سبک میں منسلک فرمایا اب شاید منکر کج فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر کسن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض مہمل و بیکار و اصلاً ناقابل استناد و اعتبار ہیں و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بالکلہ حق یہ کہ مدار استناد و نظر و انتقاد یا تحقیق نقد پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے فلاں میں نہ ہونے پر قلم ضراعت رقم جب اس محل پر آیا فیض کرم و کرم قدم نے خوش فرمایا اس مقام و مرام طبقات حدیث کی تحقیق جزلی و دقیق جمیل فقیر ذیل غفرلہ المولے الجلیل پر فائض ہوگی کہ اگر یہاں ایراد کرتا اظنا کلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پرائسوں نے تنقید کی وہ ان سے بہت کم ہیں جن پر تنقید نہیں کی، اور کہا کہ اس میں تکلیف دہ امر یہ ہے کہ وہ غیر موضوع کو موضوع گمان کرتے ہیں یہ اس کا عکس ہے جو مستدرک حاکم کا ضرر ہے کیونکہ وہ غیر صحیح کو بھی صحیح گمان کرتے ہیں، کہا کہ ان دونوں کتابوں کی کاٹ چھانٹ ضروری ہے کیونکہ کلام ان دونوں میں تساہل کی وجہ سے ان نفع حاصل کرنے کو معدوم کر دیتا ہے مگر اس شخص کے لیے

ما لا یشتد قلیل جداً قال و فیہ من الضرران یظن مالیس بموضوع موضوعاً عکس الضرر بمستدرک الحاکم فاند یظن مالیس بصحیحہ صحیحہ قال و یتعین الاعتناء بانتقاد الکتابین فان الکلام فی تساہلہما اعدم الانتفاع بهما الا لعالم بالظن لاند ما من حدیث الا ویسکن ان یکون قد وقع فیہ تساہل ۱۲ منہ (م)

جو اس فن کا ماہر ہو، کیونکہ ان کی کوئی ایسی روایت نہیں ہوئی جس میں تساہل نہ ہو اح ۱۲ منہ (ت)

علمہ ذکرنا نضہما فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)



و ابجد مرام سامنے تھا لہذا اسے توفیقہ تعالیٰ رسالہ مفروضہ اور بلحاظ تاریخ مدارج طبقات الحدیث لقب دیا واللہ العنتہ فیما الھم ولہ الحمد علی ما علم وصلى الله تعالى على سيدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

**افادہ بست و پنجم** (کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعیف کو ہی مستلزم نہیں) اقوال کتاب میں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو قسم ہیں، ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ابراہ موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعات ابن الجوزی و اباطیل جوزقانی و موضوعات صفائی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ ہی بنائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحتاً نفی موضوعیت نہ کر دی ہو ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے بلکہ واقع عدم صحت بھی ثابت نہ ہوگا کہ ضعیف ذکر سقوط ذکر بطلان ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکار بہت احادیث حسان و صحاح بھر دی ہیں اور محض بے دلیل ان پر حکم وضع لگا دیا ہے جسے ائمہ محققین و نقاد متعین نے بدلائل قاہرہ باطل کر دیا جس کا بیان مقدمہ ابن الصلاح و تقریب امام نووی والفیہ امام عراقی و فتح المغیث امام سخاوی وغیرہ تصانیف علما سے اجمالاً اور تقریب امام خاتم المفاد سے قدرے مفصلاً اور انہی کی تعقیبات و لالی مصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن الحسن و امام الشان کے القول المسد فی الذب عن مسند احمد وغیرہ سے نہایت تفصیل واضح و روشن مطالعہ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکار خود صحاح ستہ و مسند امام احمد کی پورا سی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے، مسند ایام احمد، صحیح بخاری شریف بروایت حماد بن شاکر، صحیح مسلم شریف، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ دوم و وہ جن کا عہد الحمد شہر عربی رسالہ مختصر عمالہ باوصف و جازت فوائد نفیسہ پر مشتمل اس میں،

اولاً طبقات اربعہ حدیث میں حجۃ اللہ ابانہ کا کلام نقل کیا۔  
ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام منظم ہو کر بہت شبہات کا ازالہ ہو گیا۔  
ثالثاً پھر بہت ابکاٹ رائقہ مؤلفہ ذائقہ ابراد کیس جن سے روشن ہو گیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع نہ ناقدہ کے کام کی نہ مقلد کو نافع۔

دابعاً اپنی طرف سے ایک عام و شامل تمام و کامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہر گونہ ناقدہ و غیر ناقدہ متوسط و عام ہر قسم کے آدمی کو حد استناد و طریق احتجاج واضح ہو گیا آخر میں اسے کلمات علما سے مزید کیا اس کے ضمن میں صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح کا شمار اور نیز یہ کہ ائمہ و علما میں کن کن کو دربارہ تصحیح احادیث تسامی اور کہیں درباب حکم وضع تشدد یا معاملہ جرح رجال میں نعت تھا بیان کیا جو کچھ دعویٰ کیا ہے اس کا روشن ثبوت دیا ہے واللہ الحمد (۱۲ منہ دم)۔

قصہ صرف ایراد موضوعات واقعیہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق و تنقیح جیسے لالی امام سیوطی یا نظر تنقید کے لیے اُن احادیث کا جمع کر دینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے انہیں کا ذیل اللہ تعالیٰ امام ممدوح خطبہ مضبوطی میں فرماتے ہیں،

ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کما نہی علی ذلک الا ثمة الحفاظ و بال ما اختلف فی ضعیفی انتقاؤہ و انتقادہ فاورد الحدیث ثم اعقب بکلامہ ثم انکان متعقباً بنہت علیہ اھ ملخصاً۔

ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کر دی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی مگر اس سے میرے دل میں تھا کہ اُس کا خلاصہ کروں اور اُس کے حکم پر کچھ تو اب میں حدیث ذکر کر کے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہو گا بتاؤں گا۔

اُسی کے خاتم میں فرماتے ہیں،

واذ قد اتینا علی جمیع ما فی کتابہ فنشروع الاکن فی الزیادات علیہ فمنہا ما یقطع بوضعه و منها ما نصح حافظ علی وضعه ولی فیہ نظر فاذکرہ لینظر فیہ۔

اب کہ ہم تمام موضوعات ابن الجوزی بیان کر چکے تو اب اُس پر زیادتی شروع کریں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ جنہیں کسی حافظ نے موضوع کہا اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے تو میں اُسے نظر غور کے لیے ذکر کروں گا۔

پُر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تھا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا نکلتا ہے مثلاً لا یصح (یہ صحیح نہیں - ت) یا "لہ یثبت" (یہ ثابت نہیں - ت) یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غایت درجہ ضعف معلوم ہوا، اور اگر "سفعہ" کی قبیہ زائد کر دی تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہوا، و علیٰ ہذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تنقیح رہے گا کمالاً بخفی شکر کافی کی کتاب موضوعات مستمی بہ فوائد مجبوعہ بھی اسی قسم ثانی کے ہے خود اُس نے خطبہ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعف بھی ضعیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اُس کے رد کی طرف اشارہ ہو جائے، عبارت اُس کی یہ ہے،

وقد اذکر ما لا یصح اطلاق اسوالموضوع علیہ  
بل غایۃ ما فیہ انہ ضعیف بمرۃ وقد یکون  
ضعیفاً ضعیفاً خفیفاً، وقد یکون  
اعلیٰ من ذلک والمحال علی ذکر ما کان ہکذا  
التنبیہ علی انہ قد عد ذلک بعض المصنفین  
موضوعاً کابن الجوزی فانہ تساہل فی  
موضوعاتہ حتی ذکر فیہا ما ہو صحیح فضلاً  
عن الحسن فضلاً عن الضعیف وقد تعقبہ  
السیوطی بما فیہ کفایۃ وقد اشترت الی تعقیباتہ

کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر موضوع  
کا اطلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض  
کے ضعف میں بھی خفت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی  
نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر  
تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع  
قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات  
میں تساہل سے کام لیا ہے۔ حتیٰ کہ صحیح  
روایات کو موضوعات میں ذکر کر دیا ہے جیسے حسن اور ضعیف،  
امام سیوطی نے ان کا تعاقب کیا ہے، میں نے بھی ان کے  
تعقیبات کی طرف اشارہ کیا ہے الخ (ت)

تو متکلمین طائفہ کا یہ سفیانہ زعم کہ حدیث تعقیب ابراہیم شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں  
کیوں ذکر کرتا، کیسی جہالت فاشہ ہے۔

تنبیہ ہر چند یہ افادہ اُن گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعم  
موضوعیت کا ابطال ہوا مگر از انجا کہ ایسی لچر بے معنی بات سے تو ہم موضوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا لہذا ان افادات  
کے ساتھ مسلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعف شدید کو بھی مستلزم نہیں جو ایک مسلک پر قبول نے  
الفضائل میں غل ہو بلکہ حقیقتہً نفس ذکر بے ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح و حسن  
مک موجود ہیں کما تبین۔

**لطیفہ اقول** حضرات و بابیہ کے کچھ متکلم اگر موضوعات شوکانی کو موضوع نہ سمجھے تو کیا عجب

کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص و رنکا کافی تھی یہیں خطبہ موضوعات میں علمائے نافیان کذب کی دو قسمیں  
کیں ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعیف و کذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل و میزان وغیرہما و قسم  
جعلوا مصنفاتہم منحصۃ بالاحادیث الموضوعۃ دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے  
خاص کیں جیسے ابن جوزی و صفاتی وغیرہما اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو لگن دیا حالانکہ وہ ہرگز تصانیف  
عہ افادہ ۲۳ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت و سخاوی در مقاصد حسنہ حسان لفرما  
از صفات و مناقیر حمیر نمود، یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کے مقاصد حسنہ کتب موضوعات سے کتنے جُدا ہیں ۱۲ منہ (م)

مقصود ہر موضوعات سے نہیں بلکہ اُس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ازیں کہ صحیح ہو یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل دلہذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں، یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی ہے یہ صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے، پچھلے مانس نے اُس کے نام کو بھی خیال نہ کیا المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشہورۃ علی الاسنۃ (مقاصد حسنہ زبانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں - ت) نہ اُسی کو آنکہ کھول کر دیکھا اس کے پچھلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث آیۃ المنافق ثلاث متفق علیہ (منافی کی تین علامات ہیں، بخاری و مسلم - ت) وہیں ساتویں حدیث ہے حدیث ابدأ بنفسک مسلم فی الزکوۃ من صحیحہ (اپنے آپ سے ابتدا کرو، اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں زکوۃ کے باب میں ذکر کیا ہے - ت)

طرف تریہ کہ انھیں میں تخریج الاحیاء للعراق بھی گن دی سبحان اللہ کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات، اسی فہم پر البصیفہ و شافعی سے دعویٰ مساوات و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم -

**نتیجۃ الافادات** الحمد للہ کلام اپنے ذرۃ اعلیٰ کو پہنچا اور احقاق حق حدائق کو، ان چوڑے افادوں نے ماہ شب چہارہ کی طرح روشن کر دیا کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق و عمل اہل علم سے متقوی نہ بھی ہوں تو انتہا درجہ ضعیف بضعیف اور فضائل اعمال میں باجماع علماء محدثین و فقہا مقبول و کافی اور ثبوت استجاب عمل کے لیے مفید و کافی ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ اُن کے ابطال و اہمال کے لیے بتیں بعونہ تعالیٰ اپنی سزائے کردار کو پہنچ گئیں والحمد للہ رب العالمین، اب پھر دست استعانت قائم توفیق کے ہاتھ میں دیکھو اور بعنایت الہی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوۃ والسلام غیر المتناہی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزیلی کلام اور آفریں ازالہ وازباق بقیہ اوہام منکرین لیام کیجئے وباللہ التوفیق -

**افادہ بسبب و ششم** (ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے) اقول بالفرض اگر ایسی جگہ ضعیف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتماد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی وہ علماء و صلحا کے تجربہ میں آپکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ اگر سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا، حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بنی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز فضل سے حاجت کئے

۴ ص	مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت	مقدمۃ الکتاب	لہ المقاصد الحسنہ
۶ ص	" " " "	حرف العزۃ	" " "
ص	" " " "	"	" " "

ایک ترکیب عجیب مرفوعہ روایت کی جس کے آخر میں ہے :

ولا تعلموها السفها ، فانه يدعون بها فيستجابون .  
یوقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعے سے  
جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی ۔

ائمہ جرح و تعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ متم بالکذب تک کہا ۔ امام احمد  
امام نسائی و امام ابوعلی نیشاپوری نے فرمایا ، متروک الحدیث ہے ۔ امام علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا : سنت  
ضعیف ہے ۔ صالح جزره نے کہا : کذاب ہے ۔ امام محیی بن معین نے فرمایا ، محض لاشیء کذاب خبیث ہے ۔  
(بالکل کوئی شے نہیں کذاب و خبیث ہے ۔ ت) کل ذلك في الميزان (یہ سب میزان میں ہے ۔ ت) لاجرم  
حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا ، متروک و کان حافظاً (یہ متروک ہے اور حافظ تھا ۔ ت) ذہبی نے  
میزان میں کہا :

كان من اوعية العلوم على ضعفه ، وكثرة  
مناكيره وما اظنه ممن يتعمد الباطل .  
اس ضعف و کثرت مناکیر کے باوجود وہ علم کا ذخیرہ  
تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی باطل کا ارادہ

کرتا ہو ۔ (ت)

تذکرۃ الحفاظ میں آخر کہا ، لا سبب فی ضعفہ (اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں ۔ ت)

امام اجل ثقہ حافظ عبد العظیم زکی منذری نے کتاب الترغیب میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کر کے عمر بن ہارون  
کے متروک و متم ہونے سے اسے معلول کیا ،

حيث قال قد تصرف به عمر بن هارون البلخي و  
جہاں کہا کہ اس کے بیان کرنے میں عمر بن ہارون ملوث متغوی

عنه في الترغيب في صلاة الحاجة ۱۲ منہ (م) ، (ترغیب میں نماز حاجت کے تحت اس کو بیان کیا ہے ۔ ت)

سہ الترغیب الترغیب فی صلاة الحاجة الخ مطبوعہ مطبعۃ البابا بمصر ۴۲۸/۱

نصب الرایۃ الحدیث الثانی و الاربعون من کتاب الکراہیۃ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴۴۳/۴

سہ میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۲۸/۲

سہ تقریب التذیب حرف العین مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۱۹۲

سہ میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۴ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۲۹/۳

سہ تذکرۃ الحفاظ الطبعة السابعة مطبوعہ دائرة المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳۱۲/۱





بایقین موضوع کہنا ذکر کر کے فرماتے ہیں :

ومشی علی هذا فی المحتوی القدسی فانہ ذکر  
هذه الصلوة للحاجة علی هذا الوجه من الصلوة  
المستحبة۔  
حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کیلئے  
اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر  
فرمایا۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف  
افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحت حدیث کو اس جو ان کی صحت کشف سے پہچانا یعنی جب اس کے کشف سے  
معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیک اُترا معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے  
نقول دیکھ لیجئے کہ اس تقبیل ابہامین کے کتنے تجربے علماء و صلحا سے منقول ہوئے ہیں لاجرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا  
روی تجربة ذلك عن كثيرين (اس کا تجربہ بہت سے لوگوں سے روایت کیا گیا) تو عزیزو! اگر بغرض غلط  
سند کسی قابل نہ سمجھتا ہم تجربہ علماء کو سند کافی جانو۔

افادہ یست و یفتم (بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علما  
میں بلا سند مذکور ہونا ہی بس ہے) اقول بھلایاں تو طرق مسندہ یا سانیہ متعددہ کتب حدیث میں موجود  
علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلا سند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقہ راہبہ وغیرہ

عنه هو أخر حديث من باب الصلاة في الموضوعات  
قال المخبر موضوع عن عمر بن هارون كذاب  
قال خاتم الحفاظ عمرو بن له المترمذی  
وابن ماجه وقال في الميزان كان من اوعية  
العلم الى آخر ما نقلنا قال ووجدت  
للحديث طريقا آخر فذكر ما اسند ابن عساكر  
عن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه نحوه و  
سكت عليه خاتم الحفاظ والله تعالى اعلم  
۱۲ مہ (م)  
نماز کے باب میں موضوعات میں یہ آخری حدیث ہے تخریج  
کرنے والے نے کہا یہ موضوع ہے عمر بن ہارون کذاب  
ہے، خاتم الحفاظ نے کہا عمر سے ترمذی اور ابن ماجہ  
نے روایت کی ہے، میزان میں "کان من اوعية العلم  
الى آخر ما نقلنا" (وہ علم کا ذخیرہ تھا آخر  
تک جو جملہ ہم نے نقل کی) کہا اور کہا کہ اس حدیث کی ایک سند بھی  
میں نے دیکھی ہے پھر وہ سند ذکر کی جو ابن عساكر نے حضرت  
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے  
اس پر خاتم الحفاظ نے سکوت کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)



کسی طبقہ حدیث میں اُس کا نام نہ نشان نہ ہو، حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور والا کو نہ اکر کے باقی انت و امی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل جلیلہ و شمائل جلیلہ عرض کرنا، یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ بن علی ثقی اندلسی زشاطی نے کہ پانچویں صدی کے علماء سے تھے ۴۶۶ھ میں انتقال کیا اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابو عبد اللہ محمد محمد ابن الحجاج عبد ری مکی مالکی نے کہ اٹھویں صدی کے فضلاء سے تھے، ۳۷۷ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی دونوں نے محض بلا سند ائمہ کرام و علمائے اعلام نے اس کے زائد اس کا پتا نہ پایا کتب حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا مگر از انجا کہ مقام مقام فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا، ان نادانوں گندہ جواسوں فرق مراتب ناشناسوں کی طرح طبقہ راہوں میں ہونا درکنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی انہیں اُس کے ذکر و قبول سے مانع نہ آیا بلکہ اس سے استناد فرمایا علامہ ابوالعباس قصار نے اسے شرح قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا اور انہیں زشاطی کا حوالہ دیا، پھر امام علامہ احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بصیغہ جزم ذکر کی، اسی شرح قصار و مدخل کی سند دی، اسی مواہب شریف و نسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی مصری و مدارج النبوة شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ لا اقسام بهذا البلد و انت حل بهذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور اسے محبوب! تو اس میں جلوہ افروز ہے۔ ت) جس میں رب العزت حل و علانیہ شہر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محل استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پر نور سیدہ المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعمرک انھم نفی سکر تھم یعمھون (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے شہر میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسام بهذا البلد مگر اس قسم میں اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ، اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پاکی قسم یاد فرمائی لا اقسام بهذا البلد ۵ نسیم کی دلکش عبارت یہ ہے :

علہ الفصل الاول من المقصد العاشر ۱۲ منہ (م) دسویں مقصد کی پہلی فصل میں دیکھو۔ (ت)

علہ الفصل الرابع من الباب الاول ۱۲ منہ (م) باب اول کی چوتھی فصل میں دیکھو۔ (ت)

نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶/۱  
 ۲/۹۰ القرآن ۲۲/۱۵ القرآن ۱/۹۰ القرآن

قد قالوا ان هذا القسم ادخل في تعظيمه صلى الله تعالى عليه وسلم من القسم بذاته و بحياته كما اشار اليه عمر رضي الله تعالى عنه بقوله يا بني انت وامى يا رسول الله قد بلغت من الفضيلة عنده ان اقسم بتراب قدميك فقال لا اقسم بهذا البلد

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے شہر کی قسم، آپ کی ذات اور عمر کی قسم سے زیادہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا، یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنے عظیم المرتبت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مبارک قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے، لا اقسم بهذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں) (ت) مواہب میں ہے،

على كل حال فهذا متضمن للقسم ببلد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا يخفى ما فيه من تزيادة التعظيم وقد روى ان عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه قال للتبى صلى الله تعالى عليه وسلم يا جى انت وامى يا رسول الله لقد بلغت من فضيلتك عند الله ان اقسم بحياتك دون صائر الانبياء ولقد بلغت من فضيلتك عند ان اقسم بتراب قدميك فقال لا اقسم بهذا البلد

ہر حال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمت مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کی ہی اس نے قسم اٹھائی ہے کہ دوسرے انبیاء کی اور آپ کی عظمت و مرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے لا اقسم بهذا البلد کے ذریعے آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔ (ت)

عنه المقصد السادس النوع الخامس لفصل الخامس ۱۲ منہ (م) دسویں مقصد کی نوع خامس سے پانچویں فصل دیکھو ۱۲ منہ (ت)

لے نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمة تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶/۱  
سکھ المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی الفصل الخ من النوع الخ مطبوعہ عامہ مصر ۲۷۰/۶

مدارج میں اسے نقل کر کے فرمایا،

یعنی سوگند خوردن بدلہ کی عبارت است کہ از زمینے کہ پے سپر میکند، آنرا (پائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سوگند بخاک پائے خوردن ست، و این لفظ در ظاهر نظر سختی در آید، نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند میخورد بخاک پائے حضرت رستا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صاف پاک ست کہ عبارتے برای نہ، و تحقیق این سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات و صفات خود برائے اظهار شرف و فضیلت و تمیز آں چیز ست نزد مردم و نسبت بایشان تاباند کہ آں امرے عظیم و شریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت بوسے تعالیٰ الخ

یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس کے خاک پاکی قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، بظاہر یہ الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں کہ باری تعالیٰ حضور کے خاک پاکی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی و غبار نہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات و صفات کے علاوہ کسی شے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس سے نہیں ہوتی کہ وہ شے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہے بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف و عظمت نصیب ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ شسوس کریں کہ یہ شے نسبت دوسری چیزوں کے نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ نسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے

میں ایک اسی حدیث ہے سند کو کیا ذکر کرتا کہ اس کی تصدیق بغیر کتب علماء میں موجود ہیں زیادہ جانے دیجئے یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل نہ اُن میں سند کا نام و نشان، قرۃ العینین میں روایات مذکورہ تاریخ یافعی و روضۃ الاجاب و شواہد النبوة مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود، مثلاً لکھا،

اما اتصاف شیخین بصفات کاملہ تلبیہ پس بطریق شیخین (صدیق و فاروق) صفات کاملہ مشہورہ

عنه قسم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ (م)

لے مدارج النبوة وصل مناقب جلیلہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۶۵/۱

نوٹ، مدارج النبوة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر کے نسخہ میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی عبارت اس نسخے میں کسی وجہ سے رہ گئی اور انحضرت کی عبارت میں جو اضافہ ہے وہ درست ہے۔ تذاکرہ احمدیہ رتے قرۃ العینین فی تفضیل شیخین اتصاف شیخین بصفات کاملہ الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۹۲





ارشاد کیا:

3۱

لم اجده في شيء من كتب الاثر لكن صاحب اقتباس  
الانوار وابن الحاج في مدخله ذكره في ضمن  
حديث طويل وكفى بذلك سند المثلثة فانه ليس  
بما يتعلق بالاحكام

میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی، مگر  
صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل  
میں ایک حدیث طویل اسے ذکر کیا، ایسی حدیث کو  
اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو  
متعلق نہیں۔ (د ت)

فقیر بعون رب قدير بل وعلاتنزل پر تنزل کر کے روشن تر سے روشن تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی  
آنکھیں خدا ہی کھولے۔

**افادہ بست و ہشتم** (حدیث اگر موضوع بھی ہو تو تاہم اس سے فعل کی ممانعت لازم نہیں) **اقول** اچھا  
سب جانے دیجئے اپنی خاطر پورا تنزل لیجئے بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو تاہم موضوعیت حدیث عدم حدیث ہے  
نہ حدیث عدم۔ اُس کا اصل صرف اتنا ہو گا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوا نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا، اب اصل فعل کو  
دیکھا جائے گا اگر تو اعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہو گا ورنہ اباحت اصلید پر رہے گا اور بنیت حسن و مستحسن  
ہو جائے گا۔

کما هو شان المباحات جميعا كما نص عليه في  
عنه قال في الاشباه من القاعدة الاولى اما  
المباحات فانها تختلف صفتها باعتبار ما قصدت  
لاجله الاوغها نقل في اوائل نكاح رد المحتار  
وفيه ايضا من كتاب الاضحية في مسئلة  
العقيقة وان قلنا انها مباحة لكن يقصد  
الشكر تصديق قربة فان النية تصير العادات  
عبادات والمباحات طاعات اه وكلام الاغوجر  
متر في الافادة الحادية والعشرين ۱۲ من (هـ)

جیسا کہ تمام مباحات کا معاملہ ہے جیسا کہ اس پر اشباہ  
اشباہ میں قاعدہ اولیٰ میں ہے کہ مباحات صفت کے  
اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں اس اعتبار کے ساتھ  
جس کا ارادہ کیا گیا ہو الخ اس عبارت کو رد المحتار کی کتاب  
النکاح کے اوائل میں نقل کیا گیا ہے، رد المحتار کی کتاب  
الاضحية میں بھی عقیقہ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ ہم  
کہتے ہیں یہ اگرچہ مباح ہے لیکن شکر کے ارادہ سے عبادت  
بن جاتا ہے کیونکہ نیت عادت کو عبادت میں اور مباحات  
کو عبادت و قربان برداری میں بدل دیتی ہے اھ اور  
انودج العلوم کا کلام اکیسویں افادہ میں گزر چکا ہے ۱۲ من (د ت)

لے نسیم الریاض شرح الشفاہ باب اول الفصل السابع فیما اخبر اللہ تعالیٰ الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۴۸/۱  
سہ الاشباہ والنظائر بیان دخول النية فی العبادات الخ مطبوعہ ادارة القرآن کراچی ۳۴/۱  
۳ رد المحتار کتاب الاضحية دار احیاء العربی بیروت ۲۰۸/۵

الاشباه ورد المحتار و انموذج العلوم وغیرہا من معتقدات الاسفار۔  
 ورد المختار اور انموذج العلوم اور ان جیسی دیگر معتقدات کتب میں تصریح کی ہے (ت)

حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود باطل و مہمل و بے اثر ہے یا نہی و نعت کا پروانہ لاجرم علامہ سیدی احمد طحاوی مصری حاشیہ در مختار میں زیر قول ربلی و اما الموضوع فلا يجوز العمل به بحال فرماتے ہیں :

ای حیث کان مخالفا لقواعد الشریعة و اما لو کان داخلا فی اصل عام فلا مانع منه لا یجعله حدیثا بل لدخوله تحت الاصل العام۔  
 یعنی جس فعل کے بارہ میں حدیث موضوع وارد ہو اسے کرنا اسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعد شرع کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے مانع نہیں ہو سکتی نہ اس لیے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لیے کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے۔

اقول فقد افاد رحمہ اللہ تعالیٰ بتعلیلہ ان المراد جواز العمل بما فی موضوع لا لکونہ فی موضوع و سنلتی علیک تحقیق المقام بتوفیق الملک العلامہ فانتظر۔  
 قول سید احمد طحاوی نے اس تعلیل کے ذریعے یہ ضابطہ بیان فرمادیا کہ مراد یہ ہے کہ موضوع حدیث کے مفہوم میں جو شرعی قاعدہ کے موافق ہے اس پر عمل ہے نہ کہ موضوع حدیث پر عمل ہے (معتقد یہ ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے پس آپ انتظار کریں)۔  
 یہ تو تصریح کلی تھی اب جزئیات پر نظر کیجئے تو وہ بھی باعلیٰ نداشتہادت جواز دے رہے ہیں جس سے کلمات علماء کرام حضرتنا اللہ تعالیٰ فی زمرہ ہم کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ درود موضوعات و باطل ان کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا بلکہ باوصف اظہار وضع بطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظر اختصار چند امثلہ پر اقتصار۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنیہ میں فرماتے ہیں :  
 حدیث لبس الخرقۃ الصوفیۃ و کون الحسن البصری لبسہا من علی قال ابنت دحیۃ و خرقہ پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری قدس سرہ السری نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

ابن الصلاح حانہ باطل وکذا قال شیخنا ، انه  
لیس فی شئ من طرقها ما یثبت ولم یرد فی خبر  
صحیح ولا حسن ولا ضعیف ان التبی صلی  
الله تعالیٰ علیہ وسلم البس الخرقۃ علی الصورة  
المتعارفة بین الصوفیۃ لاحد من اصحابہ  
ولا امر احدا من اصحابہ بفعل ذلك وکل ما  
یروی فی ذلك صریحا باطل ، ثم امت اثمة  
الحديث لم یشبہوا الحسن من علی سماعا فضلا  
عن ان یدبسه الخرقۃ ولم یتفرد شیخنا بهذا  
بل سبقه الیہ جماعة حتی من لبسها والبسها  
کالد میاطی والذهبی والہکاری وابی حیان  
والعلانی ومغلطانی والعراقی وابن الملقن  
والابناسی والبرہان الحلبي وابن ناصر الدین  
هذا مع الباسی ایاہا الجماعة من اعیان  
المصوفۃ امتثالاً لزامہم لی بذلک حتی  
تجاء الکعبۃ المشرقة تبوکا بذكر الصالحین  
واقفاء لمن اثبتہ من الحفاظ المعتمدين اھ  
بتلخیص ۔

وہم الکرام سے خرقہ پہنا امام ابن دیر امام ابن الصلاح  
نے فرمایا باطل ہے ، ایسا ہی ہمارے استاد امام  
ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت  
نہیں نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور  
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت معمولہ  
صوفیہ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ  
اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع  
ہے پھر ائمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت موسیٰ سے  
حدیث سُننا بھی ثابت نہیں کرتے خرقہ پہنانا تو  
بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے  
نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت ائمہ محدثین  
ایسا ہی فرما چکی یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود  
پہنا پہنایا جیسے امام دمیاطی امام ذہبی امام شیخ الاسلام  
سیّدنا ہکاتری امام ابو حیان امام علاء الدین علانی  
امام مغلطانی امام عراقی امام ابن ملقن امام ابناسی  
امام برہان علی امام ابن ناصر الدین دمشق یہ با آنکہ میں  
نے خود ایک جماعت عمدہ متصفین کو خرقہ پہنایا کہ  
مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص

کبیر معظمہ کے سامنے پہنایا ذکر اویا نے کرام سے برکت لینے اور حفاظ معتدین کی پیروی کو جو اُسے ثابت کر گئے ۔ (ت)  
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ، دیکھو یہ جماعت کثیرۃ ائمہ دین و عملہ شرع میں با آنکہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے  
پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعث برکات مانتے ۔

تبلیغیہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اُس میں معذور مگر حقیقی اثبات سماع ہے محققین نے اُسے  
بسنہ صحیح ثابت کیا امام خاتم الحفاظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف القرۃ تالیف فرمایا اُس میں





عليه وسلم عند الطيب لشيخنا الشيخ  
على المتقي قدس سره هل له اصل فكتب  
الجواب عن شيخنا الشيخ ابن حجر قدس سره  
او غيره بما نصه اما الصلاة على النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم عند ذلك ونحوه فلا اصل لها ومع  
في ذلك فلا كراهة عندنا اهـ ملخصاً۔

اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکی قدس سرہ الملکی  
کو لکھا کہ خوشبو سونگھنے وقت درود پاک کی کچھ اصل ہے؟  
انہوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ  
یا کسی اور عالم کے حوالہ سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت  
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل  
نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی  
نہیں اہ ملخصاً۔

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اُس وقت غافلانہ بے نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہئے ارشاد فرماتے ہیں،

اما من استيقظ عند اخذ الطيب او شمه الح  
ما كان عليه صلى الله تعالى عليه وسلم من  
محبته للطيب واكثر منه فتذكر ذلك الخلق  
العظيم فصلى عليه صلى الله تعالى عليه وسلم  
حينئذ لما وقر في قلبه من جلالته واستحقاقه  
على كل امته ان يلحظوه بعين نهاية الاجلال  
عند رؤية شئ من آثاره او ما يدل عليها فهذا  
لا كراهة في حقه فضلا عن الحرمة بل هو ات  
بما فيه اكمل الثواب الجزيل والفضل الجميل  
وقد استحبه العلماء لمن راي شئاً من اثاره  
صلى الله تعالى عليه وسلم ولا شك ان من  
استحضر ما ذكرته عند شمه الطيب يكون  
كالرأى لشئ من اثاره الشريفة في المعنى  
فليس له الاكثار من الصلاة والسلام عليه  
صلى الله تعالى عليه وسلم اھ مختصراً۔

ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کہ حضور اقدس  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت  
استعمال فرماتے تھے اس خلق عظیم کو یاد کر کے حضور  
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی  
عظمت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اُس کے دل  
میں جگا کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے  
والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور  
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے کے  
حق میں حرمت چھوڑ کر اہت کیسی، اس نے تو وہ کام کیا  
جس پر ثواب کثیر و فضل جمیل پائے گا کہ زیارت  
آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علمائے مستحب رکھا ہے  
اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور  
کیا وہ گویا معنی بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو  
اُسے اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر  
درود و سلام کی کثرت سنت ہے اھ مختصراً۔

دیکھو بآئکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلا سند نہیں پھر بھی علما نے جائز رکھا اور یہ نیت نیک باعث اجر عظیم و فضل کریم قرار دیا۔

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادیمیرہ و ذکر صبح و شام ہے :

يشبهها ما يتد اوله السادة الصوفية من قول لاله  
الا الله سبعين الف مرة يذكرون الله تعالى  
يعتق بها رقبة من قالها واشترى بها نفسه من  
النار ويحافظون عليها لا تفهم ولمن مات  
من اهلهم و اخوانهم وقد ذكرها الامام اليا فعي  
والعافت الكبير المصطفى الدين ابن العربي و اوصى  
بالمحافظة عليها و ذكرها انه قد ورد فيها تحبير  
نبوي لكن قال بعض المشايخ لم ترد به السنة  
فيما علم وقد وقعت على صورة سؤال للمحافظ  
ابن حجر رضي الله تعالى عنه عن هذا الحديث  
وهو من قال لا اله الا الله سبعين الفا فقد  
اشترى نفسه من الله وصورة جوابه الحديث  
المذكور ليس بصحيح ولا حسن ولا ضعيف  
بل هو باطل موضوع اه هكذا قال النجم الفضي  
وعقبه بقوله لكن ينبغي للشخص ان يفعل  
ذلك اقتداء بالسادة و امتثالاً لهول من  
اوصى بها و تبركا بافعالهم اه ملخصا

انھیں دعاؤں کا مشاہدہ ہے وہ جو سادات صوفیہ کرام میں  
شتر ہزار بار لا الہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان  
کرتے ہیں کہ جو ایسا کہے گا اللہ عز و جل اُسے آزاد  
فرمائے گا اُس نے اپنی جان دوزخ سے بچائی اور اُس  
پر اپنی اور اپنے اموات اقارب و اجباب کئی محافقت  
فرماتے ہیں اسے امام یا فعی اور عارف کبیر سید محی الدین  
ابن عربی قدس سرہانے ذکر کیا اور شیخ اکبر نے اس پر  
محافقت کی تاکید فرمائی صوفیہ کرام اس باب میں حدیث  
نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں، لیکن بعض مشائخ نے کہا میری  
دانست میں کوئی حدیث اس میں وارد نہ ہوئی اور میں  
نے ایک فتویٰ دیکھا کہ امام ابن حجر سے اس حدیث کی  
نسبت سوال ہوا تھا کہ جو کوئی شتر ہزار بار لا الہ  
الا اللہ کہے اُس نے اپنی جان اللہ عز و جل سے خرید  
لی، امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن  
نہ ضعیف بلکہ باطل و موضوع ہے، علامہ نجم الدین  
غیسی نے اس فتوے کو ذکر کر کے فرمایا کہ آدمی کو  
چاہئے کہ اس عمل کو بجالائے کہ اولیائے کرام کی پٹری

اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور اُن کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو اور ملخصاً۔

یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیسی امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ ذکر یا انصاری قدس سرہ اشرفین  
کے تلمیذ اور حافظ الشان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب کے استاد

سلسلہ حدیث میں دیکھو انھوں نے امام ابن حجر کا وہ فتویٰ نقل کر کے حدیث کے باطل و موضوع ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور ان کے حکم کا اقتضائے اور ان کے افعال سے تبرک نصیب ہو وباللہ التوفیق اسی طرح جناب شیخ محمد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں:

بیاریق و دوستان فرمایند کہ ہفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ  
لا الہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و  
دوست و احباب سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار کلمہ طیبہ  
لا الہ الا اللہ خواجہ محمد صادق مرحوم کی روحانیت کے  
واسطے اور ان کی ہمشیرہ ام کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے  
پڑھیں اور ستر ہزار ایک رُوح کو اور ستر ہزار دوسرے  
کی رُوح کو ایصالِ ثواب کریں اور دوستوں سے دُعا  
و فاتحہ کا سوال ہے (ت)

باقی اس باب میں مرقاة شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضرات اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے۔

(۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعات کبیر میں فرمایا،

احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلمہ باطلہ۔ جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوئے وقت یہ دُعا پڑھو سبب موضوع ہیں۔

عہ شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاة سے گزری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی طرف یہ کہ وہابیہ نافوتہ و دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید اظہار اللہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچتر ہزار بنایا شاید یہ دھوکا انھیں سوم کے چنوں سے لگا ہو۔ تخریر الناس میں لکھتے ہیں: حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں، حضرت جنید نے لاکھ یا پچتر ہزار لکھ پڑھا تو یوں سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے جی بی جی میں اس کو بخش دیا بنجئے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان بشاش ہے کہ اب والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگی اہ تبخیر ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۰ مکتوبات امام ربانی مکتوب ۸ بمولانا برکی الخ انتاج ایم سعید گنجینی کراچی ۳۱/۲

۱۱ الاسرار المرفوعہ المعروف بالموضوعات اکبری احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء دار المکتب العربیہ بیروت ص ۳۴۵

۱۲ تخریر الناس خلاصہ دلائل دار الاشاعت کراچی ص ۴۴، ۴۵

بایںہم فرمایا،

ثم اعلم انه لا يلزم من كون اذكار الوضوء  
غير ثابتة عنه صلى الله تعالى عليه وسلم  
ان تكون مكروهة او بدعة مذمومة بل  
انها مستحبة استحباب العلماء الاعلام و  
المشايخ الكرام لمناسبة كل عضو بدعاء  
يليق في المقام له

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں اور  
واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور ورود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ اس کے ارتفاع  
اس کا انتقال لازم آئے گا لایخفی۔

تبیین اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل  
فرمایا اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسب عادت مکم کیا مگر عند التحقيق اس میں کلام ہے اس باب  
میں ایک مفصل حدیث ابو حاتم اور ابن جہان نے تاریخ میں اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انصافاً نایب کی  
ضعف ہے اور مقام مقام فضائل،

راجع المحلیۃ شرح النبیۃ للامام ابن امیر الحاج  
تجدد ما یروشدک الی الحق بسراج وھاجر فی  
لیلہ داہج۔  
امام ابن امیر الحاج کی کتاب حلیہ شرح فیکہ کا مطالعہ کرو  
اس میں توانہ میری رات میں روشن چراغ کے ساتھ  
حق کو پالے گا۔ (ت)

(۵) سب سے طرفہ تریر کہ حدیث مسلسل بالاضافہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت  
آب و خرما اپنے شیخ علامہ ابوطاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب  
اور انھوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اُس کا مدار عبد اللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ  
خود الفاظ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں بایںہم اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کئے ہیں ان کے  
اسماء کرام سلسلہ سند سے ظاہر شیخ شیخانی الحدیث مولانا عابد سند مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ثبت حصار اشارہ  
میں اُسے ذکر کر کے فرماتے ہیں،

هذا بما تفرده عبد الله بن ميسون القداح  
وصرح غير واحد بأنه متهم بالكذب والوضع  
قال السخاوي لا يباح ذكره الا مع ذكر وضعه  
لكن المحدثين مع كثرة كلامهم فيه ومبالغتهم  
فيه ورميه بالوضع لا يزالون يذكرونه يستبركون  
بالقتل

یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے  
اُس کے متهم بکذب و وضع ہونے کی تصریح فرمائی، امام  
سخاوی فرماتے ہیں اُس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا  
نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور مبالغہ آرائی کرتے  
ہے اور اُس پر وضع حدیث کا طعن کرتے ہے پھر بھی ہمیشہ  
اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے ہے یہ بات  
اقول یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دو طریق سے پہنچی، اول بطریق شیخ محقق مولانا

عبدالحی محمد ث دہلوی،

بسندہ الی الامام ابی الخیر شمس الدین ابن جزری تک اپنی سند  
بن محمد بن محمد بن محمد بن الجزری بسندہ الی  
ابی الحسن الصقلی بطریقہ الی القداح عن الامام  
جعفر الصادق عن آبائه الکرام عن امیر المؤمنین  
علی کرم اللہ تعالیٰ وجوہہم عن النبی صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم۔

اپنی سند سے امام ابو الخیر شمس الدین ابن جزری تک اپنی سند  
سے ابو الحسن الصقلی تک وہ اپنی سند سے قداح  
تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباء کرام سے  
وہ حضرت علی کرم اللہ وجوہہم سے وہ حضور اکرم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

(ت)

دوسری بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی،

بسندہ الی ابی الحسن الی القداح الی امیر المؤمنین  
عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اپنی سند سے ابو الحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المؤمنین  
علی کرم اللہ وجوہہم سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

قداح رجال جامع ترمذی سے ہے متروک سہی حد وضع تک قہتی نہیں متن طریق دوم میں مبالغہات عظیمہ میں اس  
پر حکم بطلان نہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ  
وہ شخص جس نے کسی ایک مومن کی ضیافت کی گویا اس نے آدم  
کی ضیافت کی اور جس نے دو کی ضیافت کی اس نے  
آدم و حوا کی ضیافت کی جس نے تین مومنوں کی ضیافت  
کی گویا انس نے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کی  
مہمان نوازی کی۔ (ت)

من اضاف مؤمنًا فکانما اضاف آدم ومن  
اضاف اثنين فکانما اضاف آدم و حواء ومن  
اضاف ثلثة فکانما اضاف جبرائیل و میکائیل  
واسرافیل

لہ ثبت حصر اشارہ

لہ کنز العمال کتاب الضیافت من قسم الافعال حدیث ۲۵۹۷۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۲۶۹/۹

اس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی نخواستہ پر شہادت دے ولہذا امام الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لم یقع لنا بهذا الوجه الا بهذا الاسناد (یہ حدیث غریب ہے ہمیں اس طور پر صرف اسی سند کے ساتھ معلوم ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ تفرد متروک مستلزم وضع نہیں،

کما بینا فی الافادة التاسعة اما ما اعله الشيخ ابو محمد محمد بن الامير المالك المصري المدرس بالجامع الانهار بعد ايواده فی ثبته بالمتن الشافي المذكور فیس الاضافة الى تسام العشرة بذكر الملشكة فی الضیافة وهم لایا کلون ولا یشربون قال فان صح فهو خارج مخرج القرض والتقدير اه کما انبأنا به فی جملة مرویاتہ شیخنا العلامة نرین الحرم السيد احمد بن نرین بن دحلان المکی عن الشيخ عثمان بن حسن الدمیاطی عن مؤلفه الشيخ الامیر المالك فاقول لیس باعجب مما انبأنا السيد حسین بن صالح جمل اللیل المکی عن الشيخ محمد عابد السند المدنی بسنده المشهور الی صحیح مسلم بسنده المعلوم الی ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل یقول یوم القيمة یا ابن آدم مرضت فلم تعد فی الحدیث وفیه یا ابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی قال یا رب کیف

جیسا کہ ہم نے اسے نرین افادہ میں بیان کر دیا ہے لیکن شیخ ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری جو جامع ازہر کے مدرس بھی ہیں انھوں نے اس کو اپنے ثبت میں متنی ثانی ذکر کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد جو علت بیان کی ہے اس متن میں ضیافت میں ذکر ملائکہ کے ساتھ دس مومنوں تک کا اضافہ ذکر ہے حالانکہ مذکورہ کھاتے ہیں نہ پیٹتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ تشیل بطور فرض و تقدیر ہے اور جیسا کہ اس کی خبر ہمیں ان کی جملہ مرویات میں ہمارے شیخ علامہ زین الحرم سید احمد بن زین بن دحلان مکی نے شیخ عثمان بن حسین دمیاطی سے اس کے مولف شیخ امیر مالکی سے دی ہے فاقول یہ اس سے کوئی زیادہ عجیب نہیں جس کی خبر ہمیں سید حسین بن صالح جمل اللیل المکی نے شیخ محمد عابد سندھی مدنی سے اپنی مشہور سند کے ساتھ دی جو کہ صحیح مسلم تک ہے ہ اپنی سند معلوم سے حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عز وجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہ کی الحدیث اور اسی میں ہے کہ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا

اطعمك وانت رب العالمين قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلات فلم تطعمه اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندی یا ابن آدم استسقی قبل ان تستسقی المحدث المعروف

تو نے مجھے نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا رب ہے، فرمایا کیا تو نہیں جانتا تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا اور تو نے نہیں دیا تھا کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اُسے کھلا دیتا تو اُسے آج میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے نہیں پلایا۔ حدیث معروف ہے۔ (ت)

**ثُمَّ اقُولُ تَحْقِيقُ** مقام یہ ہے کہ عمل بموضوع و عمل بما فی موضوع میں زمین آسمان کا فرق ہے کما ینظر مما قد مناه فی الافادة المحادیة والعشرین (جیسا کہ ظاہر ہے اسے ہم اکیسویں فائدے میں بیان کر آئے ہیں۔ ت) ثانی مطلقاً ممنوع نہیں ورنہ ایجاب و تحريم کی باگ مفتریان جیباک کے ہاتھ ہو جائے لاکھوں افعال مباح جن کے خصوص میں نصوص نہیں وضاعین ان میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کر دیں حرام ہو جائے جس سے ترہیب میں گھڑ لیں وہ واجب ہو جائے کہ تقدیر اول پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع لطف یہ کہ اگر ترغیب و ترہیب دونوں میں بنادیں تو فعل و ترک دونوں کی ہان پر بنادیں نہ کرتے بن پڑے نہ چھوڑتے فاعلم وافهم انکنت تفهم (جان لے سمجھ لے اگر تو سمجھ سکتا ہے۔ ت) اور اول میں بھی حقیقتہً محمد و نفس فعل میں نہیں بلکہ نظر امثال و اعتقاد ثبوت میں تو بفرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے، سنھائے و بابیہ ہمیشہ ذات و عارض میں فرق نہیں کرتے

ما علی مثلهم یعد الخطاء

**افاده بسبب و نهم** (اعمال مشایخ محتاج سند نہیں اعمال میں تصرف و ایجاد مشایخ کو ہمیشہ گنجائش) بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمال مشایخ سے ایک عمل سمجھئے کہ بغرض روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت، صیغۃ اعمال میں تصرف و استخراج مشایخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ہزاروں عمل ادویائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندگان خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں ملے گی کتب ائمہ و علماء و مشایخ و اساتذہ شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صد ہا



باتوں سے مالا مال ہیں انھیں کیوں نہیں بدعت و ممنوع کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہر اَمع میں دیکھتے ہیں،

اجتہاد و اختراع اعمالِ تصوفیہ راہِ کشادہ است  
مانند استخراجِ اطلالِ سخاے قربا دین را این فقیر را  
معلوم شدہ است کہ در وقتِ اولِ طلوعِ صبح صادق تا  
اسفارِ مقابلِ صبحِ نخستین و چشمِ را باں نور و خشن و یانور  
را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیتِ ملکہِ راقوتِ میدہ و  
احادیثِ نفسِ می نشانہ آہِ ملخصا۔

اعمالِ تصوفیہ میں نئی نئی ایجاد کے لیے اجتہاد کا دروازہ  
کھولنا ایسے ہی ہے جیسے اہلِ قربا دین سے نسخوں کا  
استخراج کر لیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اولِ صبح صادق  
سے سفیدی تک صبح کے مقابل بیٹھنا اور آنکھ کو اس کے  
نور و اجالے کی طرف لگانا اور میا خوس کا لفظ بار بار  
ایک ہزار تک پڑھنا کیفیتِ ملکہِ کو قوت دیتا ہے اور  
وسواس سے نجات دلاتا ہے۔ اھ ملخصا (ت)

اس میں ہے،

چند نوع کرامت از بیچ ولی الہا اشار اللہ منقک  
نمی شود از انجملہ فراست صادقہ و کشف و اشراف  
بر خواطر و از انجملہ ظہور تا شیر در دعا و رتق و اعمالِ تصوفیہ  
او تا عالمِ بغیضِ نفس او منتفع شود اھ ملقطا۔

چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے الہا اشار اللہ  
جدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراست صادقہ  
کشف احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اور  
ان میں سے دعا و تعویذ، دم اور اعمالِ تصوفیہ میں  
برکت یگانہ تک کہ سارا جہان ان کے اس فیض سے  
مستفید ہوتا ہے اھ ملقطا (ت)

عزیز و اہل انصاف، ذرا شاہ ولی کے قول الجمل کو دیکھو اور ان کے والد و مشایخ و غیر ہم کے  
اختراعی اعمالِ تماشا کرو، دوسرے کے لیے تختہ پر ریتا بچھنا کیل سے ابجد ہوز لکھنا، چھپک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا،  
پھونک پھونک کر گرہیں لگانا، اسمائے اصحابِ کھف سے استعانت کرنا انھیں آگ، ٹوٹ پوری سے امان سمجھنا،  
دیواروں پر ان کے لکھے کو آمد جن کی بندش جانتا، دفع جن کو چار کیلیں گوشہ ہائے مکان میں گاڑنا، عقیدہ کے لیے

علہ ہامعہ عاشرہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ (م)

علہ ہامعہ خامسہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہب

لنمن لہ تک ریکا طیبۃ الخ (م)

لہ وصلہ ہوامع شاہ ولی اللہ

گلاب اور زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا بار کرنا، استعاطہ حمل کو کسم کا رنگا گندہ انکانا، عورت کے قدم سے ناپنا، گن کر لوگ رہیں لگانا، دردِ زہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی باتیں ران میں باندھنا، فرزندِ نرینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب و زعفران کا خیال، بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا اُن پر ٹھیک دو پہر کو قرآن پڑھنا، لڑکانہ جوئے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا، دفعِ نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا۔ کندل کے اندر چھری رکھنا، عائن و ساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز دو رالینا اُس پر شہت بہت کیا کیا الفناظ غیر معلوم المعنی پڑھنا، قنطاریع النجا خدا جانے کون ہے اُسے نہ اکرنا، چور کی پہچان کا عمل نکانا، یلست پڑھ کر دانا لکھنا، بخار کو عینسی و موسیٰ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اُس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اُس کے سوا صد ہا باتیں ہیں ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے اسے یہ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں، اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں، شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشایخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے، یہ سب تو بے سند ضلال و تفاسیر اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا اُس سے روشنی بصر کی امید رکھنا کہ اکابر سلف سے ماثور علما و صلحا کا دستور کتبِ فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجبِ ضلال، تو کیا بات ہے یہاں نامِ پاک حضور سیدہ المومنین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان ہے لہذا وہ دلوں کی دبی آگ بجلیہ بدعت شعلہ فشاں ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ سے پوش  
من اندازِ قدرست رائے شناسم

یہ سب درکنار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میان تمغیل و ہلوی تک نے امر اعظم دینِ تقرب رب العالین یعنی راہِ سلوک میں صد ہائی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرحیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ ان کا پتا سلف صالح میں نہیں خاص ایجادِ بندہ ہیں ہر نیک و خوب و خوش آئندہ ہیں محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جلایا باعثِ ثواب تقرب رب الارباب مانا اس پر ان حضرات کو نہ کل بدعتہ ضلالہ (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) کا کلیہ یاد آتا ہے نہ من احدیث فی امرنا عالیس منه (وہ شخص جس نے ہمارے دین میں کچھ ایجاب کیا جو دین میں سے نہ ہو۔ ت) یہاں فہو مرد (پس وہ مرد وہ ہے۔ ت) کا غفلت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری تک نظر

من کم آنچه من خواستم تو ممکن آنچه خواسته  
(میں جو چاہوں گا کروں گا تو جو چاہے نہ کر)

ان امور کی قدر سے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ اٹھارہ الا نوار من یم صلاۃ الاسرار  
میں مذکور اور عدم ورود کو ورود عدم جاننے کا قلع کافی وقع واقعی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد  
و کتاب لا جواب اذا فتن الاثام لمافی عمل المولد والقیامہ وغیرہ تصنیفات شریفہ و تالیفات مفیدہ  
اعلیٰ حضرت تاج المحققین المکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدینیہ بقیۃ السلف المصلحین  
سیدی و والدی و مولای و مقصدی حضرت مولانا مولوی محمد تقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ و اجزل قرینہ منہ اور بقدر حاجت باجمال و وجازت رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیامہ  
لنبی تہامہ و غیرہ رسائل و مسائل فقیر میں مسطور و الحمد للہ العزیز الغفور و الصلاۃ والسلام علی  
المنیر النور و علی آلہ و صحبہ الی یوم النشور آمین -

**افادہ سلیم** (ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں طرفیہ کہ وہاں بیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین حناص  
سنت ہے) **اقول** ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز و استحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ عز و جل  
باحسن وجہ نقض مراد کر سکیں اور عرض تحقیق مستقر و مکین ہوا واللہ الحمد علی ما اولیٰ من نعم لا تحصى  
(اللہ ہی کے لیے تعریف جو غیر حمد و نعمتوں کا مالک ہے - ت) مگر حضرات وہاں بیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں ان کے  
طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا خاص سنت سنیہ بلند و بالا ہے اور اس کا منکر سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کا رد کرنے والا بات بظاہر بہت چوکنے کی ہے کہ کہاں وہابی کہاں یہ انکی مذہب بھر کی خرائی مگر نہ جان  
کہ توہب و اضطراب و تقلب و انقلاب دونوں ایک پستان سے دوہ پئے ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں

سے گریزند و دور برود ہانڈ آید

ناگزیر است تناقض سخن نجدی را

(اگر دور کرے تو دور نہ ہوگا اور اگر چلا جائے تو واپس آجائے گا)

نجدی کے کلام سے تناقض جدا نہیں رہ سکتا

طائفہ جدیدہ کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب برائین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل میں مسئلہ قبول  
ضعات فیما دون الاحکام کے اگرچہ کمال سلیم القلبی و بصیر العینی و عجیب و غریب معنی تراشے کہ جدت کی  
لہریں حدیث کے تماشے ایک ایک ادھر ہزار ہزار مکابر نے اپنی جانیں و ایں عقل و ہوش و چشم و گوش اپنے  
عدم ملکہ کو صدقے آتاریں خادمان شریعت چاکران ملت صالحہ تسمعوا انتم ولا ابایاؤکم (جو تم نے اور تمہارا)

آبا و اجداد نے کبھی نہیں سُنیں۔ ت) پکاریں حضرت کی تمام سعی باطل تطویل لا طائل کا یہ حاصل ہے حاصل کر ارشاد  
 علما کی یہ مراد کہ صرف وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگرچہ خاص اس  
 عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہ رجب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نیکے جب کوئی خاص  
 ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیثِ عمل کی ہوئی نہ فضائلِ عمل کی پھر بشرط مذکور حدیث اگرچہ مقبول  
 ہوگی مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث و تسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن لغیرہ نہ ہو جائے،  
 حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب محض اختراع و خلاف اجماع ہے علما نے جتنے اعمال کو ہر نظر و رد احادیث مستحب  
 مانا ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگی ہے دلیل یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں  
 بس معلوم ہو گیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیگر میں ایک ہی چا دل دیکھتے ہیں یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال

علم اقرال قبول ضعیف کو کہا سب کا یہی مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بھلا یلئے الجملہ  
 شب برأت عیدین کے صدقہ میں کون سی فضیلت و ثواب عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب  
 مذکور نہیں فقط روح کا آنا اور جسمِ تناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کسی طرح ہوئے، ہاں  
 اسلام ان کے آنے کا ہے یہ باب علم کا ہے نہ فضل عمل کا کیونکہ ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور  
 اگر کوئی بیاس خاطر مؤلف عمل تسلیم بھی کرے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل ہاں حدیث صوم رجب و صلاة الادایین  
 میں فضل عمل ہے احملتقطا ۱۲ منہ (م)

علم انوارِ سالطہ میں تھا فقہا اس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہو مستحسن کہتے ہیں چنانچہ صلاة الادایین  
 گردن کا مسح رجب کا روزہ اس پر کہا یہ سرتاپا غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض ایجا دنا صواب ہے مستحب کا ثبوت  
 صحیح یا حسن سے ہوتا ہے ضعاف کہ ان امور میں ہیں تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہو گئے ہیں۔

قال فی الدردمختار رواہ ابن جبان وغیرہ درمختار میں کہا اس کو ابن جبان وغیرہ نے کئی طریقوں سے رما  
 من طرق فی مراد المختار فارقی الی مرتبۃ الحسن کیا ہے اردو المختار میں ہے اس طرح حدیث مرتبہ حسن تک  
 اقول لکن هذا اذا کان ضعیفہ لسوء ضبط ترقی کرتی ہے طحاوی۔ اقول لیکن یہ اس وقت ہے  
 الراوی الصدوق الامین اولاً رسالہ او تدلیس جب حدیث کا ضعف صدوق امین راوی کے سور ضبط  
 او جہالۃ الحال اہا لو کان لفسق الراوی یا ارسال یا تدلیس یا جہالت حال کی وجہ سے ہو۔ اگر وہ ضعف  
 کذبہ فلا انتہی۔ ملتفت اس راوی یا کذب راوی کی وجہ سے ہو تو وہ ترقی نہ کرے گا انتہی۔ (ت)

پس جس قدر نظر مؤلف نے لکھے اور جس قدر کتب فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں ۱۲ منہ (م)

متعلقہ بجوارح میں آئیں اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں وہ اگرچہ بیشتر ہوں خواہ مواعظ خواہ معجزات خواہ فضائل صحابہ و اہلبیت و سائر رجال جن میں قبول ضعاف کی علماء برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام و اخبار ہو اگرچہ وہ نفیاً و اثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو یہ سب کا سب باب عقاید سے ہے جس میں ضعاف و درکنار بخاری و مسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں جب تک متواتر و قطعی الدلالة نہ ہوں مثلاً یہ حدیث کہ رومی شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں باب عقائد سے ہے اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو تو باب عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو ذکر نہ ہوئی خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں اُس میں صحاح احاد بھی بے اعتبار اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح و درکار، ہاں ثواب بھی مذکور ہو تو ضعاف قبول اور یہی مراد علماء مگر مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک حسن لغیرہ نہ ہو شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۹ تک ان محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احدث کیا ہے ان خرافات بے سرو پا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجئے جس نے افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس تار و پود عنکبوت کو بعونہ تعالیٰ نیم جنبش نظر میں تار تار کر سکتا ہے معہذا ہم نے یہاں بھی تلخیص تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کیے اور مواقع مواخذات پر ہند سے لگا دیے خیر یہ تو اُن کا نہیں اُن کی سمجھ کا قصور ہے جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے مگر یہیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہو گئی کہ اگر یہ نظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہتے فہما ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے کہ متعلق بعمل بجوارح بھی اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور تو احادیث مفید استنباط نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہو گا اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانئے کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لا جرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے خواہ اجماع علماء سے کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ خواہ قرآن عظیم و حدیث صحیح کیف و قد قیل و حدیث صحیح ارتقاء شہادت و احادیث مذکورہ افادہ ۸۰ وغیرہ سے کہ قبول و عمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ علیٰ صابہا افضل الصلوة والتیمۃ یعنی اخذ بالاعتقاد سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اُس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحت و دلالت کسی

علم شب جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہا ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے، یہ اعتقادات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا احاد بالاتفاق ۱۲ منہ رفق اللہ تعالیٰ عنہ (م) لہ براہین قاطعہ مطبع نے بلا سادھور ۱۹

طرح دال ہوا اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اُس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اسی براہین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر ارشاد ہوتا ہے :

”مولف اپنی خوبی فہم سے معنی قرون ثلاثہ میں نہ موجود ہونے کے یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے اُن قرون میں وجود خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیئہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کور علمی اور کج فہمی ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جو شے وجود شرعی قرون ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو وجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے، وجود شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارح کے بتلانے کے معلوم نہ ہو سکے پس اس شے کا وجود شارح کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحت ارشاد ہو یا اشارۃ و دلالت پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں آگئی اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہو گیا وہ بھیج جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ ہو وجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہو یا نہ ہوا ہو وہ سنت ہے اور وہ وجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں وجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس قاعدہ کو خوب سمجھ لیں ضرور ہے مولف اور اس کے اشیاء نے اُس کی ہوا بھی نہ سونگھی اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہانگیر کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جو ہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاید ہدایت ہو اور خلاصہ۔“

**اقول** ماشاء اللہ کیا چمکتا جو ہر کتاب میں رکھا ہے کہ آدمی وہابیت اپنا جو ہر کر گئی، نجدیت پیاری کے دور کن میں شرک و بدعت، رکن پسین پر قیامت گزر گئی، کبرائے طائفہ کی برسوں کی مالا جے چستی جیتی جس کا لقب بھرا اللہ اب آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کور علمی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا تا بعین نے نہ کیا فلاں صدی میں شائع ہوا فلاں شخص بافی تھا تم کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ کہ انھوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہے ترک میں کیوں نہیں کرتے نیم شوخی میں ساری بکھر گئی صحابہ و تابعین نے ہزار نہ کیا ہو بلکہ اُس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو کچھ ضرر نہیں اشارۃً دلالت جزئیہ کلیۃً کسی طرح ارشاد شارح سے جواز نکلے پھر سنت ماننے سے مفر نہیں ہے

طائفہ بھر کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں اللہ الحمد اسے ہیبت حق کہتے ہیں

طریقہ یہ کہ اب قرون ثلاثہ کی وہ ہٹ گئے طائفہ کی پرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہے ہو مہمل رہ گئی

لفظ کا سوار پکڑا کیجئے، معنی کی نیا اُس پار بہ گئی جب اُن میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر اُن کا قدم لے براہین قاطعہ قرون ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ مطبع لے بلا سا واقع دھور ص ۲۹-۲۸

کیا درمیاں۔ خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں اور جو شرعی ہے ارشاد شارح محال تو کیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی شریعت اترے گی کہ ان کے قرون میں وجود نوکات خیال ارشاد شارح سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں وجود شرعی موجود اور جس کا منفع مقضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفقود، پھر قرن دون قرن سے کیا کام رہا، محض ارشاد اقدس میں کلام رباً یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے، صاف نہ کہ وہ شرم نہا بنے کو اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کہنی تھی کہ گئے ہم جانیں گے تم جنم کے ایسے ہی تھے چلوں نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے پسینہ پونچھے اپنی جبین سے

طرقہ تریہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود وہ سب سنت، جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت، اب تیسری شتی کی کون سی صورت تمام افعال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت و تنزیہ تین حکم شرع تو کافر ہو گئے، اساتذہ جہابذہ نے سبھائی تو اچھی کہ دونی الجھ گئی سبھائی لہجی اسی ہستی پر یہ ناز و مزہ کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دور، حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سونگھیں، اہل حق کو صاف ہی رکھیں، اچھی تعلیم پیٹے تلامذہ زبے تلقین ختم اساتذہ سے

مگر ہمیں مکتب و ہمیں ملا  
کار طغیانی تمام خواہ شد

غیر یہ تو دہا بیہ جدیدہ کا نامعتقہ عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنت مجیدہ، پُرانوں کی سنیے تو وہ اور ہی ہوا پر کہ یہ فعل معاذ اللہ زنا و ربا و قذف محضہ و قتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدتر بلکہ عیاذ اللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز کر آخر باجماع طائفہ بدعت حائفہ اور تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ فعل اللہ شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں۔ آپ خدا جانے انہوں نے سنت کو کفر سے ملایا انہوں نے قریب بہ کفر کو سنت بنایا خیر طویط کے لیتا وہیں ہمیں کیا مقال،

کفی اللہ اھل الحق القتال والحمد للہ المہین  
التمتع والصلوة والسلام علی ذی الافضال  
اہل حق کی طرف سے قتال میں اللہ کافی ہے اور تمام  
تقریف اس باری تعالیٰ کے لیے جو محافظ و بلند ہے

عہ ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہرگز ضلالت نہیں، دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لا باس بہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

والہ وصحبہ خیر صحب و آل آمین۔

اور صلوٰۃ و سلام اس ذات پر جو صاحب فضل و اکرام

ہے اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو بہترین ہیں آمین۔

حکم اخیر و خلاصہ تحریر بالجمہ تی اس میں اس قدر کہ فعل مذکور بحکم احادیث و بہ تصریح کتب فقہیہ مستحب مندوب و امید گاہ فضل مطلوب و ثواب مرغوب جو کتب علماء و عمل قدام و ترغیب وارہ پر نظر رکھ کر اُسے عمل میں لائے اُس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مروی کی امید و احسن ظن و صدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اسے مکروہ و ممنوع و بدعت بتائے مبطل و خاطی علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں اُس کے سامنے ضرور ہی کریں کہ یہ مذہب کا رواج اور اس کے دل پر غیظ اشد ہو جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر سے افضل مگر معتزلی منکر حوض کے سامنے حوض سے بہتر کما بینہ العولی المحقق فی فتح القدیر وغیرہ فی غیرہ۔ جب ترک افضل اس نیت سے افضل تر مستحب و مندوب تو آپ ہی افضل،

والحمد لله ولی الانعام و افضل الصلاة و  
اکمل السلام علی سید الختام قصر التمام والہ  
وصحبہ الکرام آمین۔

چودھویں کا کامل چاند ہیں، اور آپ کی آل و اصحاب

پر جو نہایت ہی روشن اور محکم ہیں آمین!

خاتمہ فوائد منشورہ میں ایسا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بدو نزدیک و دور سے بار بار آیا ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر کبھی کچھ مطول کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا بار آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جز تک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام ہدایوں و بریلی و راپور و بقیہ عن الشہود و بقیہ بالسہرود (جو شر سے دور سرور سے معذور رہتے ہیں۔ ت ۱) سے مہر کی کرائیں تصدیقیں کجائیں اصل رسالہ منیر العین اُسی قدر تھا اب کہ بفرمائش سید معظم مولانا مولوی غلام حسین صاحب جو ناگہی نزول مبینی حفظہ اللہ عن شر کل بشر و ربی (اللہ تعالیٰ انہیں ہر بشر اور نظر بد کے شر سے محفوظ رکھے۔ ت ۲) و اہتمام تمام نامہ مولانا المکرم مولوی محمد عمر الدین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کامعہ عمر الدین

علیہ یہ لفظ یہاں محب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں یہی معنی مراد اور وہ اشقیاء حوض کو شر کے بھی منکر ہیں ۱۲ منہ (م)

۲۰ کلمہ روح الشہید و آخرین کلمہ فی المیاء ۱۲ منہ (م)

سلف فتح القدیر باب ما عارض فیہ بحوزہہ الموضوع مکتبہ نوریہ ضریہ سکر ۱۴۲۱ھ



و عمرو بن العبدین المتین ( اللہ تعالیٰ انھیں ان کو نام کی طرح دین کی خدمت کرنے والا بنائے اور ان کے ذریعے اپنے دین متین کو آباد فرمائے ۔ ت ) و علو بہت سیٹھ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف بہما الموکل اللطیف ( لطف فرمانے والا مولیٰ ان دونوں پر لطف فرمائے ۔ ت ) ، ماہ مبارک اشرف و افضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا سرکار مقبض سے مضامین کثیرہ کا اتفاق و افادہ دلنواز ہوا اور اُدھر کاپی کی تیاری ادھر تصنیف جاری ، جو جو لکھا روانہ کیا یہاں تک کہ ایک جز کا رسالہ دس جز تک پہنچا الحمد للہ من جاء بالحسنة فله عشر امثالہا ( تمام تعریف اللہ کے لیے جو ایک نیکی پر دس اجر عطا فرماتا ہے ۔ ت ) جس میں سے رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جلد اول لکھا اور دوسرا روفاؤی سے فرصت قلیل ، نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی ، بعض فوائد حاضرہ کی تجدید رہ گئی ، بعض نے نظریا خاطر میں وقعت غابر میں بجلی کی ہنوز کہ سیارہ بطیع بذریعہ حرکت بمعنی القطع مبد کا تارک مکتبی کا طالب ہے نہ الحاق باقی مواقع ماضیہ سے متیسرے اُس کا ترک ہی مناسب ہے اور ائمہ تصنیف کا ادب شریف کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابو اب سابقہ تحریر اور انھیں مسائل شتی یا مسائل منثورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتضای بہم یہ فوائد منثورہ بعنوان تاملے مسکب تحریر میں انتظام پاتے ہیں ۔

**فائدہ ۱: تفصیہ جلیلیہ ( فضیلت و افضلیت میں فرق ہے دربارہ تفضیل حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں )** فضیلت و افضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعات بالاتفاق قابل قبول اور یہاں بالا جماع مردود و نامقبول ۔

**اقول** جس نے قبول ضعات فی الفضائل کا منشا کہ افادات سابقہ میں روشن بیانوں سے گزرا ذہن نشین کر لیا ہے وہ اس فرق کو نگاہ اول میں سمجھ سکتا ہے قبول ضعات صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا اضاعت حق غیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الوجہ اندیشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں ، جن بندگان خدا کا فضل تفصیلی خواہ ضراجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اُن کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح و ثواب سے معارضت نہ ہو ۔ اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت ، یہ ضعیف اُسے ماننے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کے کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عند اللہ بہتر و افضل ماننا ہے جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہو جائے ، ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں محتفل کہ عند اللہ امر بالکس ہو تو افضل کو مفضل بنایا ، یہ تصریح تنقیص شان ہے اور وہ حرام تو مفسدہ تحلیل حرام و تضييع حق غیر دونوں درپیش کہ افضل کہنا حق اس کا تھا اور کہہ دیا اس کو ۔ یہ اس صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو ۔ پھر وہاں

کا تو کہنا ہی کیا ہے، جہاں عقائدِ حقہ میں ایک جانب کی تفضیل محقق ہو اور اس کے خلاف احادیثِ مستقام و ضعیف سے استناد کیا جائے، جس طرح آج کل کے جہاں حضراتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفضیل حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مفادِ شریعت و معاندتِ سنت ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے تفضیل کو روافض سے شمار کیا کما بیناہ فی کتابنا المبارک **مطلع القرنین فی ابانۃ سبقة العمرین** (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب **مطلع القرنین فی ابانۃ سبقة العمرین** میں بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بغرضِ باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الروک تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کما ابتدئنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا المذکور (جیسا کہ ہم نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ ت) اور متواتر و اجماع کے مقابل احاد ہرگز نہ سنے جائیں گے ولہذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث عرض علی عمر بن الخطاب وعلیہ قیص یجترہ قالوا فما اوت ذلک یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قال الدین (مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا دین۔ ت) فرماتے ہیں:

لئن سلمنا التخصیص بہ (ای بالفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فهو معارض با لاحادیث الکثیرۃ البالغۃ درجۃ التواتر المعنوی الدالۃ علی افضلیۃ الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلا تعارضہا الاحاد، ولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اهل السنة والجماعۃ علی افضلیتہ وهو قطعی فلا یعارضہ ظنی۔

اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماع اہل سنت و جماعہ افضلیتِ صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو ظن اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے! (ت)

بالحجۃ مسئلہ افضلیت ہرگز بابِ فضاہل سے نہیں جس میں ضعات سن سکیں بلکہ مراقف و شرح مراقف میں تو تصریح کی کہ بابِ عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح بھی نامسوم،

جیٹ قال لیست هذه المسألة یتعلق بہا ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ اس

عند فيكتفى فيها بالنظر الذي هو كافٍ في  
 الاحكام العملية بل هي مسألة عليّة يطلب  
 فيها اليقين  
 میں دلیل قطعی کافی ہو جائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے  
 بلکہ یہ معاملہ تو عقائد میں سے ہے اس کے لیے دلیل  
 قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

**قائدہ ۲: مہمہ عظیمہ** (مشاجرات صحابہ میں تواریخ و سیر کی موشح حکایتیں قطعاً مردود ہیں) افادہ ۲۳  
 پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہو چکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروح و مطعونوں شدیدہ الضعفوں کی روایات بھری  
 ہیں وہیں کبھی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اُس کی غالب روایات سیر و تواریخ  
 میں جنہیں علماء اہل سنت سے روایت کر لیتے ہیں وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد و گزرا کہ سیر موضوع کے سوا  
 ہر قسم ضعیف و سقیم و بے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصافاً یہ بھی انھوں نے سیر کا منصب بتایا جو اُسے  
 ملتی ہے کہ موضوعات تو اصل کسی کام کے نہیں انہیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب  
 باطل بھرے ہیں کما لا یخفی بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنوں نہیں تو بد مذہبی ہے بد مذہبی نہیں تو جنون ہے۔ سیر  
 جن بالائی باتوں کے لیے ہے اُس مد سے تجاوز نہیں کر سکتے اُس کی روایات مذکورہ کسی فیض و نفاس کے مسئلہ میں  
 بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ اُن و اہلیات و معضلات و بے سرو پا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ علیہ  
 و علیہم افضل الصلاۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا اُن کی شان رفیع میں رخنہ ڈالنا کہ اس کا ارتکاب  
 نہ کرے گا مگر گمراہ بد دین مخالفت و مضاد حق مبین آج کل کے بد مذہب مریض القلب منافق شعار ان جزافات سیر  
 جزافات تواریخ و امثالہما سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین و ام المؤمنین و طلحہ و زبیر و معاویہ و عمر و بن العاص و  
 مغیرہ بن شعبہ و غیر جم الجلیت و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موشح و  
 مہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر دوسرے سے کذب و و احض اور بہت الحاقات طعونہ و روافض چھانٹ لاتے اور  
 اُن سے قرآن عظیم و ارشادات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اجماع امت و اساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں  
 بے علم لوگ اُنہیں سن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں اُن کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنیٰ  
 مسلمان کو گتھگا رکھ کر ٹھہرانے کے لیے مسنون نہیں ہو سکتے نہ کہ اُن مجوبان خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے  
 کلام اللہ و کلام رسول اللہ لا مال ہیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، امام حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد غزالی  
 قدس سرہ العالی احوال العلوم شریعت میں فرماتے ہیں،

لا تجوز نسبة مسلم الى كبيرة من غير تحقیق  
 کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام

نعم يجوز ان يقال ان ابن ملجم قتل عليا فان  
ذلك ثبت متواترا۔  
ہے۔ ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی  
الآخرین نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا  
کہ یہ بتواتر ثابت ہے۔ (د ت)

عاشق اللہ اگر مومنین و امثالہم کی ایسے حکایات ادنیٰ قابل التفات ہوں تو اہل بیت و صحابہ درکنار خود  
حضرات عالیہ انبیاء و مرسلین و ملکہ مقربین صلوات اللہ تعالیٰ وسلام علیہم اجمعین سے پاتھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان  
مہمات مخدولہ نے حضرات سعادتنا و مولینا آدم صلی اللہ و داؤد خلیفۃ اللہ و سلیمان نبی اللہ و یوسف رسول اللہ  
سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات  
موجہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رو بیٹھنا ہے ان ہونک ابا طیل کے  
بعض تفصیل مع رو جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروح وغیرہ سے ظاہر لاجرم  
ائمہ ملت و ناصحان اُمت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال و ضلال کے مہمات اور سیر و تواریخ کی حکایات پر ہرگز کان  
نہ رکھا جائے شفا و شروح شفا و مواہب و شرح مواہب و مدارج شیعہ محقق وغیرہ میں بالاتفاق فرمایا جسے میں صرف  
مدارج النبوة سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں  
رحمہ اللہ تعالیٰ:

از جملہ توقیر و برآنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توقیر  
اصحاب و برایشان است و حسن ثنا و رعایت ادب  
بایشان و دُعا و استغفار مرایشان را وحی است  
مرکے را کہ ثنا کردہ حق تعالیٰ برے و راضی ست  
از وے کہ ثنا کردہ شود بروے و سب و طعن ایشان  
اگر مخالف اولہ قطعیہ است، کفر و الا بدعت و فسق،  
و پھنچنی اساک و کف نفس از ذکر اختلاف و  
منازعات و وقائع کہ میان ایشان شدہ و گزاشتہ  
است و اعراض و اضراب از اخبار مومنین و جملہ  
رواۃ و ضلال شیعہ و غلاۃ ایشان و مبتدعین کہ ذکر

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم و احترام حقیقت  
آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے  
ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہئے اور ان کے لیے  
دعا و طلب مغفرت کرنی چاہیے بالخصوص جس جس کی  
اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی  
ہو اسے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان  
کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن و سب کرنا والا  
دلائل قطعیہ کا منکر ہے تو کافر و بدعتہ و فاسق،  
اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا  
واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے

تواضع و زلات ایشان کنند کہ اکثر ایں کذب و افتراء است و طلب کردن در آنچه نقل کرده شدہ است از ایشان از مشاہرات و محاربات با حسن تاویلات و اصوب خارج و عدم ذکر هیچ یکے از ایشان بہ بدی و عیب بلکہ ذکر حسنات و فضائل و عمدہ صفات ایشان از بہت آنکہ صحبت ایشان با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقینی است و ماورائے آن ظنی است و کافیت دریں باب کہ حق تعالیٰ برگزید ایشان را برائے صحبت حبیبہ خود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طریقہ اہل سنت و جماعت دریں باب این است در عقائد نوشتہ اند لا تذکر احد منهم الا بخیر و آیات و احادیث کہ در فضائل صحابہ عموماً و خصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی است <sup>۱</sup> مختصراً۔

اور ان اخبار و واقعات سے اعراض کیا جائے جو زمین جاہل راویوں اور گمراہ و غلو کرنے والے شیعوں نے بیان کیے ہیں اور بدعتی لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں سے جو خود ایجاد کر کے ان کی طرف منسوب کر دئے اور ان کے ڈگمگا جانے سے، کیونکہ وہ کذب بیانی اور افتراء اور ان کے درمیان جو محاربات و مشاہرات منقول ہیں ان کی بہتر توجیہ و تاویل کی جائے، اور ان میں سے کسی پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل کمالات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی محبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب علیہ السلام کی محبت کیلئے منتخب کر لیا ہے اہل سنت و جماعت کا صحابہ کے بارے

میں یہی عقیدہ ہے اس لیے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل میں جو آیات و احادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں <sup>۲</sup> مختصراً (ت)

امام محقق سنوسی و علامہ مجلسی پھر علامہ زرقاتی شرح مواہب میں فرماتے ہیں : <sup>۳</sup> ما نقلہ المؤرخون قلة حیاء و ادب (مورخین کی نقلیں قلت حیاء و ادب سے ہیں) امام اجل ثقتہ ثبت حافظ متقن قد وہ یکنی بن سعید قطان نے کہ اجلہ ائمہ تابعین سے ہیں عبید اللہ قراری سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریر کے پاس سیر رکھنے کو، فرمایا : مکتب کذابا کثیراً (بہت ساجھوٹ لکھو گے) ذکرہ فی العیذان (اس کا ذکر میزان میں

عہ فی ترجمۃ محمد بن اسحاق حیث قال <sup>۴</sup> اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں ذل مدارج النبوة مطبوعہ سکھر میں "و آیات کاللفظ نہیں ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

۱۔ مدارج النبوة وصل در توقیر حضور و اصحاب و صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۱۳/۱  
۲۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ باب وفات امیر صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر ۲۰۴/۱  
۳۔ میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۱۹، محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۶۹/۳

ہے۔ تفصیل اس بحث کی ان رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر مغویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کیا یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصديقين رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم تخلیف جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد میں فرماتے ہیں:

جملہ لعن اللہ من تخلیف عنہا ہرگز در کتب اہل سنت  
موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل  
ان هذه الجملة موضوعة ومفتراة و بعضہ  
فارسی نویسان کہ خود را محدثین اہل سنت شمرده اند و  
در سر خود ایں جملہ را اورده ہرگز الزام اہل سنت  
کفایت نمی کند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت  
بیاقتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم  
بالصحۃ و حدیث بے سند نزد ایشان شمرے ہر  
است کہ اصلًا گوش ہاں نمی نہند  
جملہ لعن اللہ من تخلیف عنہا "کتب اہل سنت  
میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں  
کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے، اور بعض فارسی  
لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہل سنت ظاہر کیا ہے اور  
اہل سنت کو الزام دینے کے لیے اپنی کتب میں اس  
جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابل اعتبار نہیں، اہل سنت  
کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب  
احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں  
بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ،  
جو کہ ہرگز قابل سماعت نہیں۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

انہوں نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی گناہ نہیں مگر  
اس کے کہ انہوں نے سیرت میں منکر و منقطع روایات  
اور جھوٹے اشعار شامل کر دئے ہیں، فلاس نے  
کہا میں نے بھی قطان کو عبید اللہ قراریری سے یہ کہتے  
ہوئے سنا کہ کہاں جا رہے ہو، انہوں نے کہا وہب  
بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کے لیے، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا ۱۲ منہ (ت)

عہ اقول یعنی یہ مثال مقام کتاب میں ہے اس کے  
علاوہ جو باب قبل ہے کوئی ایک معتمد نقل سند کے ساتھ ہو  
(باقی بر صفحہ آئندہ)

**فائدہ ۳ :** (اظہر سی ہے کہ تفرّد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں) ، افادہ دہم دیکھیے جو حدیث اُن پندرہ قرآن وضع سے منزہ ہو ہم نے اُس کے بارہ میں کلمات علامتین طرز پر نقل کئے اصلاً موضوع نہ کہیں گے تفرّد کذاب ہو تو موضوع تفرّد متہم ہو تو موضوع اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی و اقرب بصواب ہے افادہ ۱۰ میں امام سخاوی سے اُس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف و سفید حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ سخاوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشہادت حدیث حکم عقل اس کی تقویت کا ایما کیا۔

**والان اقول** یہی مذہب فقیر نے کلام امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن طہاج سے استنباط کیا ، فائدہ تاسع میں آتا ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا ابان بن ابی عباس حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی ، اس پر پوچھا گیا ، فرمایا اس حدیث سے کون صبر کر سکتا ہے ، معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چر معنی

**ثم اقول** اور فی الواقع یہی اظہر ہے کہ آخر الکذب قد یصدق (جھوٹ بولنے والا بھی کبھی سچ کہتا ہے ۔ ت) میں کلام نہیں اور یہ بھی مسلم کہ ایک شخص واحد کا روایت حدیث سے تفرّد ممکن یہاں تک کہ غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف برضعف قریب وضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مافی جاتی ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن کہ کبھی موسوم بتکذیب بھی تفرّد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم ، لاجرم یہی مذہب مذہب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جو زری گھڑت اور افترا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۵) وگرچہ بے سند است چنانکہ در افادہ بست و ہفتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب در پوچھ مقام بہ بسیارے از روایات بے سند استناد کردہ است کما لا یخفی علی من طالع کتبہ و سرانجام است کہ کمال تحقیق ایں معنی در فائدہ اخیر کردیم ۱۲ منہ (م)

دوسری چاہے بے سند ہوں ، چنانچہ ستائیسویں افادہ میں ہم نے تحقیق کی ہے کہ خود شاہ صاحب نے اس جیسے مقام میں بہت روایات بے سند ذکر کی ہیں جیسا کہ اس پر غنی نہیں جس نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے آخر کار اس معنی کی مکمل تحقیق میں نے آخری فائدہ میں کر دی ہے

(۱۲ منہ (ت)

اس بنا پر کہ اگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ بناء علی ان ما وضع علی غیرہ صلی اللہ

علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو، علوم الحدیث امام ابو عمرو و تقریب میں ہے، الموضوع هو المخلوق المصنوع<sup>۱</sup>  
(موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بناوٹی ہو۔ ت)

الفیہ میں ہے، ۵

شوالضعیف الخیر الموضوع

الکذب المخلوق المصنوع

(ضعیف کی بدترین قسم خبر موضوع ہے، جو جھوٹ ہو گھڑی گئی ہو اور بسناوٹی ہو۔ ت)

ارشاد الساری میں ہے،

الموضوع هو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسمی المخلوق<sup>۲</sup>  
موضوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑا گیا ہو اسے مخلوق بھی کہتے ہیں۔ (ت)

ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی، جیسا کہ ہم نے شمار قرآن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اُس کی طرف اشارہ کیا اور حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعویٰ نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں کما صرح بہ شیخ الاسلام فی النہضة (جیسا کہ شیخ الاسلام نے نزہۃ النظر میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت، شیخ محقق و ہلوی قدس سرہ القوی مقدمات التفتیح میں فرماتے ہیں، حدیث المطعون بالکذب یسمی موضوعاً و ایسے راوی کی حدیث جس پر کذب کا طعن ہو موضوع کہلاتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعالیٰ علیہ وسلم  
فیقال له الموضوع علی فلان و مطلقہ لا ییراد  
به الا الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم و علیہ یبتنی ما فی الارشاد و انت  
طلقت فانت فی سعتہ منه کما هو ظاہر کلامہ  
آخریت ۱۲ منہ (م)  
کے علاوہ کسی دوسرے پر جھوٹ گھڑا ہو تو اسے موضوع  
علی فلان کہا جاتا ہے اور جب مطلقاً ذکر ہو تو اس وقت  
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہی جھوٹ مراد ہو گا جو  
ارشاد میں ہے اس کی بنا اسی پر ہے اگر آپ اس  
کو مطلق ذکر کریں تو آپ کو اس میں گنجائش ہے جیسا کہ  
دوسروں کے کلام سے ظاہر ہے ۱۲ منہ (ت)

- ۱۔ تقریب النواوی مع شرح تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۲۷۴/۱  
۲۔ الفیۃ الحدیث مع فتح المغنی بحث الموضوع دارالامام الطبری بیروت ۲۹۳/۱  
۳۔ ارشاد الساری شرح البخاری الفصل الثالث فی نبرة لطیفۃ الخ مطبوعہ دار الکتب العربیہ ۱۳/۱



ہے اور ایسا شخص جس سے حدیث میں عمدہ جھوٹ ثابت ہو جائے خواہ وہ ایک ہی دفعہ ہو اس کی حدیث ہمیشہ قبول نہیں کی جائے گی، تو اصطلاح محدثین میں موضوع سے مراد یہی ہے، یہ نہیں کہ اس خاص حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت ہو، اور چونکہ مسئلہ ظنی ہے لہذا وضع و افتراء کا حکم ظن غالب کی بنا پر ہوگا اور مطلقاً

من ثبت عنه تعدد الكذب في الحديث و  
وان كان وقوعه مرة لم يقبل حديثه ابداً،  
فالمراد بالموضوع في اصطلاح المحدثين  
هذا الا انه ثبت كذبه و علم ذلك في هذا  
الحديث بخصوصه، والمسألة ظنية والحكم  
بالظنم والافتراء يحكمه الظن الغالب اھ ملخصاً

**اقول** مگر عملِ مائل یہی ہے کہ مجرّد کذب فی بعض الاحادیث سے کہ معاذ اللہ کسی طبع دنیا یا تائید مذہب فاسد یا غضب و رنجش وغیرہ کے باعث ہو ظن غالب ہو جائے گا کہ اب عینی حدیثوں میں یہ متفرد ہو سبب میں وضع و افتراء ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طبع وغیرہ غرض فاسد شاہد زور اگر کسی طبع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گوئی دی تو اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر بے لاگ جگہ میں خواہی خواہی یہ ظن غالب نہ ہوگا کہ یہاں بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے و جدان میح اس پر شہادت کو پس ہے اور اگر سند ہی چاہئے تو امام احمد انشان محمد بن اسماعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری کا ارشاد سنئے محمد بن اسحاق صاحب سیرت و مغازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک پھر وہب پھر یحییٰ بن قطان نے کذاب کہا،

ابن عدی نے ابوبشر دولابی سے اور

اخرجه ابن عدی عن ابی بشر المدولابی و

اس سے خلاصی میزان میں ان کے اس قول سے ہو جاتی ہے، میں کہتا ہوں ہشام بن عروہ کیا جانے شاید انہوں نے اس سے مسجد میں سنا، یا اس وقت اس سے سنا جب وہ بچے تھے یا وہ اس کے پاس گئے ہوں تو اس خاتون نے پردے کے پیچھے سے بیان کیا ہو، کیا معلوم کہ ان میں سے کون سی صورت ہے حالانکہ وہ خاتون بوڑھی اور سن والی ہو چکی تھی (صاحب فتنہ زہنی) اھ (باقی اگلے صفحہ پر)

عنه حال التقصى عن هذا في الميزان بقوله قلت وما يدري هشام بن عروة، فلعله سمع منها في المسجد او سمع منها وهو صبي او دخل عليها فحدثته من وراء حجاب، فاع شئ في هذا وقد كانت امرأة قد كبرت واسنت اھ۔

محمد بن جعفر بن یزید عن ابی قلابہ الرقاشی محمد بن جعفر بن یزید نے ابو قلابہ رقاشی سے ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم قال اقبسثل هذا يعتمد على تكذيب رجل من اهل العلم هذا مردود فثم قد روى عنها محمد بن سوقة الخ

اقول لقائل ان يقول انت الحفظ الناقدين ربما يعرفون كذب الرجل بقرائن تلوح لهم ولقد نرى قوما من الائمة يكذبون رجلا ولا يذكرن من السبب الا ما هو قاصر عندنا لعدم علمنا بالقرائن فتبد لنا احتمالات شئ لعل الامر كذا عسى ان كذا وهي جميعا مندفة عندهم نص على ذلك الامام الشووي في مواضع من

شرحه صحيح مسلم فقال هنا قاعدة تنبه عليها ثم نحيل عليها فيما بعد ان شاء الله تعالى وهي ان عفان رحمه الله تعالى قال انما ابتلى هشام (هو ابن زياد الاموي) يعني انها ضعفه من قبل هذا الحديث كان يقول حدثني يحيى عن محمد ثم ادعى بعد انه سمعه من محمد وهذا القدر وحده لا يقتضي ضعفا لانه ليس قيس تصريح بكذب لاحتمال انه سمعه من محمد

پھر کہا، کیا اس طرح کی صورت میں اہل علم شخص کو جھوٹا قرار دینا درست ہے یہ مردود ہے (درست نہیں) پھر اس سے محمد بن سوقة نے بھی روایت لی ہے اقول (میں کہتا ہوں) قائل کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ حفاظ ناقدین بعض اوقات کسی آدمی کا جھوٹ قرآن کی وجہ سے جانتے ہوتے ہیں اور ہم ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا علم رکھتے ہیں جس نے کسی شخص کو جھوٹا کہا مگر سبب ذکر نہ کیا ضرورہ ہے جو ہمارے نزدیک صریح ہے کہ ان قرآن کو نہیں جانتے، تو ہمارے متعدد احتمالات ظاہر ہوں گے، شاید یہ ہو یا یہ ہو اور وہ تمام ان کے پاں مدفوع ہوں، اس پر امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں کئی جگہ تصریح کی ہے اور کہا کہ یہاں ایک قاعدہ ہے جس پر ہم تنبیہ کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر وہ دیں گے اور وہ یہ ہے کہ عفان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ ہشام (ابن زیاد اموی) مبتلا ہوئے، یعنی اس حدیث کی وجہ سے ان کو لوگوں نے ضعیف کہا جس کے متعلق وہ کہتے تھے مجھے کجی نے محمد سے بیان کیا پھر دعویٰ کیا کہ اس نے یہ محمد سے روایت سنی ہے اور صرف یہ چیز ضعف کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ اس میں کذب صراحت نہیں ہے ممکن ہے اس نے محمد سے سنا ہو (باقی اگلے صفحہ پر)



اشہد ان محمد بن اسحق کذاب ، قلت  
وما یدریک قال قال لی وہیب فقلت لوہیب  
وما یدریک قال قال لی مالک بن انس فقلت  
لمالک وما یدریک قال قال لی ہشام بن عروہ  
قلت لہشام بن عروہ وما یدریک قال حدث  
عن امرأتی فاطمة بنت المنذر وا دخلت  
علی وہی بنت تسع ومارأھا رجل حق لقیث  
اللہ تعالیٰ۔

نے بیان کیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحق  
کذاب ہے ، میں نے عرض کیا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا ؟  
کہا مجھے وہیب نے بتایا میں نے وہیب سے پوچھا کہ  
آپ کو کیسے معلوم ہے ؟ انہوں نے کہا مجھے مالک بن انس  
نے بتایا تھا ، تو میں نے مالک سے پوچھا آپ کو کیسے علم ہے ؟  
انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا تھا۔ میں نے  
ہشام بن عروہ سے کہا کہ آپ کو اس بات کا کیسے علم ہے ؟  
انہوں نے کہا اس نے میری اہلیہ فاطمہ بنت منذر سے  
حدیث بیان کی ہے اور ان کی شادی میرے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی اور اس نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا یہاں تک  
کہ اس کا وصال ہو گیا۔ (ت)

(بقیہ ماحشیہ صفحہ گزشتہ)

اما قولک افبمثل هذا یعمد الخ اقول  
افترا علی ہؤلاء الاثمة المجلة الاعظم لیشہد ون  
جزا فامنت دون ثبت ثم هذا کله انما ذکرناہ  
لیعرف ان الذہبی کیف یحتال للذب عن  
قدری امر وقد ظہر واذا وقع بسقی اشعری  
اولی اللہ صوفی صا را لایبقی ولا یدرک ما بیدہ  
تلمیذہ الامام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ  
تعالیٰ فی الطبقات والافا الرا جع عند علمائنا  
ایضا ہو توثیق ابن اسحق کما سند کردہ  
ان شاء اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ  
اعلم ۱۲ منہ (م)

ربا تیر اقول قبل هذا یعمد الخ اقول یہ ان  
عظیم اند پر اس بات کا افترا ہے کہ وہ اندازے سے  
کام لیتے ہیں تحقیق نہیں کرتے ، یہ تمام اس لیے ہم نے  
ذکر کیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ذہبی نے کس حد سے  
قدری سے کذب کیا ، جس کا معاملہ واضح تھا اور  
جس وقت یہ معاملہ کسی سنی اشعری یا کسی شیخ صوفی کو بد  
کیا ہو تو وہ نہ چھوڑے نہ باقی رہنے دے جیسے کہ ان کے  
شاگرد امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے طبقات  
میں اس کو بیان کیا ہے ورنہ ہمارے ہاں بھی راجح  
یہی ہے کہ ابن اسحق اللہ ہیں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان  
کریں گے۔ (ت)

امام بخاری جرز القراءۃ خلف الامام میں توثیق ابن اسحاق ثابت فرمانے کو اُس سے جواب دیتے ہیں:

رأیت علی بن عبد اللہ یحتج بحديث ابن اسحاق وقال علی بن عیینة ما رایت احدا یثبتم محمد بن اسحاق (الی ان قال) ولو صح عن مالک

میں نے علی بن عبد اللہ کو حدیث ابن اسحاق سے استدلال کرتے ہوئے پایا ہے اور علی بن عیینہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو

علی نقله نریلی فی نصب الرایۃ قبیل کتاب الخنثی ۱۲ منہ (م)

جیسے کہ زلعی نے نصب الرایۃ میں کتاب الخنثی سے تھوڑا پہلے اس کو ذکر کیا ہے۔ (د)

علی ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق فتح میں زیر مسئلہ یقیناً تعیل المغرب فرماتے ہیں:

توثیق ابن اسحاق هو الحق الا بلج وما نقل عن کلام مالک فیہ لایثبت ولو صح لم یقبلہ اهل العلم کیف وقد قال شعبۃ فیہ هو امیر المؤمنین فی الحدیث وروی عند مثل الثوری وابن ادیس و حماد بن مرید و یزید بن مرید و ابن علیہ و عبد الوارث و ابن المبارک واحتملہ احمد و ابن معین و عامۃ اهل حدیث غفر اللہ تعالیٰ لہم وقد اطلال البخاری فی توثیقہ فی کتاب القراءۃ خلف الامام ملہ و ذکرہ ابن حبان فی الثقات وان ما کما رجع من الکلام فی ابن اسحاق واصطلح معہ وبعث الیہ ہدیۃ ذکرہا ۱۲ منہ (م)

ابن اسحاق کی توثیق ہی واضح اور حق ہے اور امام مالک کا ان کے بارے میں جو قول منقول ہے وہ ثابت نہیں، اگر وہ ثابت بھی ہو تب بھی اہل علم کے ہاں قابل قبول نہیں، ایسا کیونکر ہو گا لاکھ شعبہ نے ان کے بارے میں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا اور ان سے ثوری، ابن ادیس، حماد بن زید، یزید بن زریع، ابن علیہ، عبد الوارث اور ابن مبارک جیسے محدثین نے روایت کی ہے، اور احمد، ابن معین اور اکثر محدثین (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے ان کے بارے میں عدم توثیق کا احتمال غیر یقینی طور پر بیان کیا۔ امام بخاری نے اپنی کتاب القراءۃ خلف الامام میں ان کی توثیق کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحاق کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کر لیا، ان کے ساتھ متفق ہو گئے اور ان کے پاس ہدیہ ارسال کیا جس کا انھوں نے تذکرہ کیا ہے ۱۲ منہ (د)

تناوله عن ابن اسحاق فلهما آكلهما الانسان  
فیرمی صاحبہ بشئ واحد ولا یتهمه فی  
الامور کلھا الخ  
محمد بن اسحق پر اہتمام کرتا ہو (آگے چل کر کہا) اور اگر  
امام مالک سے ابن اسحاق کے بارے میں جو کچھ منقول  
ہے وہ صحیح ہو تو اکثر ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے  
پر کسی ایک بات میں طعن کرنا ہے اور باقی تمام امور میں اس پر تہمت نہیں لگاتا الخ (ت)  
دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ متہم سمجھنا لازم نہیں، لاجرم امام ابن عراق تنزیہ الشریعہ  
میں فرماتے ہیں،

قال الزركشي في نكتة على ابن الصلاح بين  
قولنا موضوع وقولنا لا يصح بون كبير فان  
الاول اثبات الكذب والاختلاق والشافي اخبار  
عن عدم الثبوت ولا يلزم منه اثبات العدم  
وهذا يوجب في كل حديث قال فيه ابن الجوزي  
لا يصح ونحوه قللت او كان تكتة تعبيرة بذلك  
حيث عبر به انه لم يلد له في الحديث  
قرينة تدل على انه موضوع، غاية الامر انه  
احتمل عنده ان يكون موضوعا لانه من طريق  
متروك او كذاب هو هذا انما يتم عند تفرد  
الكذاب او المتهم على ان الحافظ ابن حجر  
خص هذا في النخبة باسم المتروك ولم  
ينظمه في مسالك الموضوع -

زرکشی نے اپنی نکتہ علی ابن الصلاح میں لکھا کہ ہمارے  
قول موضوع اور لا یصح میں بہت بڑا فرق ہے، پہلی  
صورت میں کذب اور گھڑنے کا اثبات ہے اور دوسری  
صورت میں عدم ثبوت کی اطلاع ہوتی ہے اور اس سے  
عدم وجود کا اثبات لازم نہیں آتا اور یہ ضابطہ ہر اس  
حدیث میں جاری ہو گا جس کے بارے میں ابن جوزی نے  
"لا یصح" کہا یا اس کی مثل کوئی لکھ کہا ہے، میں کہتا ہوں  
کہ حدیث کو ان الفاظ سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے  
کہ ان کے لیے اس حدیث میں کوئی ایسا ظاہر ہی قرینہ  
نہیں جس کی بنیاد پر وہ حدیث موضوع ہو، زیادہ سے  
زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک اس میں موضوع  
ہونے کا احتمال ہے کیونکہ یہ متروک یا کذاب سے مروی  
ہے اور یہ بات اس وقت تام ہوگی جبکہ وہ حدیث صحیح  
اور صرف کذاب یا متہم سے مروی ہو، علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے بحجۃ الفکر میں اسے متروک کا نام دیا ہے، موضوع  
کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔ (ت)

دیکھیے تفرد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہتے

۱۱ سیح وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ظہر آیا کہ بوجہ تفرد کذاب یا متمم احتمال وضع تھا اگر غلبہ ظن ہو تا حکم بالوضع سے کیا مانے تھا کہ آخر صحیح موضوع وغیرہما تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلاشبہ حجت شرعی ہے۔

**اقول والاشارة في قوله خص هذا** انما تلمح الى الاقرب وهو المتهم فهو الذي خصه الحافظ باسم المتروك اما ما تفرد به الكذاب فهو عين الموضوع عنده فانما عرفه بما فيه الطعن بكذب الراوى فليست به هذا احكمله ما ظهر لي والحمد لله الواحد العلى۔

**اقول زرکشی کے الفاظ "خص هذا"** اشارہ اقرب کی طرف یعنی متمم کی طرف ہے تو یہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذاب متفرد ہو وہ حافظ کے نزدیک بھی عین موضوع ہے کیونکہ انھوں نے خود موضوع کی تعریف ہی یہ کہ جس میں کذب راوی کا طعن ہو، اس پر توجہ کرو یہ وہ امور تھے جو میرے لیے ظاہر ہوئے اور تمام حمد اللہ کے لیے جو واحد و بلند ہے (ت)

فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کر کے لکھا تھا،  
 هذا ما يظهر لنا والمحل محل تامل فليتامل  
 لعل الله يحدث بعد ذلك امرا۔  
 یہ وہ ہے جو ہم پر ظاہر ہوا اور یہ مقام مقام غور و فکر ہے لہذا ہر کوئی خود کرے، شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی دوسرا مظاہر فرمائے۔ (ت)

الحمد لله اب بوجہ کثیر اسے تاکہ و تائید حاصل ہوا کلام امام سنی کی تصریح کلام علامہ قاری و علامہ مناوی ہیں اس کے نظر تصریح کلام امام اجل شعب بن الحجاج سے استنباط صحیح تعریف امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراق و امام قسطلانی کا اقتضا ہے بخیر حدیث سے تائید و ثبوت عقل سے تشبیہ کلام امام بخاری و علامہ ابن عراق سے تاکید الحمد لله سرا و جہرا فقد حقق س جانی و احدث امرا (تمام خوبیاں ظاہر و باطن اللہ کے لیے ہیں پس اس نے میری امید پوری کی اور نئی راہ پیدا فرمائی۔ ت)

**تنبیہ** (تنبیہ متعلق افادہ ۲۵ کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مولف کے نزدیک یہ مستلزم موضوعیت نہیں) اس عبارت تنزیہ الشرع سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہئے اگر صراحتہ موضوع یا باطل کہہ دیا تو مولف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لایصح وغیرہ چکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول پیچیز سے نیست ظاہر خود مولف کو اس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال مرجح کتاب کیا فافہم فلعلہ حسن وجہ ولہ امر لغیرہ فلیحفظ (اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کر لیجئے۔ ت)

**قائدہ ۴ :** (مجهول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے) ، افادہ دوم میں گزر ا کہ امام نووی نے مجهول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابوطالب مکی نے اُسی کو مذہب فقہائے کرام و اولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ہمارے ائمہ اعلام کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مسلم الثبوت و فوائج الرخوت میں ہے :  
 (لا) جرح (بان لہ سراویا) واحد (فقط) دون  
 غیرہ (وہو مجهول العین باصطلاح) کسمعان  
 یس لہ راو غیر الشعبی فان المناط العدالة و  
 الحفظ لا تعد الرواة وقیل لا یقبل عند  
 المحدثین و هو حکم آہ مختصرا۔  
 اس میں جرح (نہیں) کہ (اس کا راوی) (فقط) ایک  
 ہے (اور وہ اصطلاح میں مجهول العین ہے) مثلاً  
 سمعان ۴۸ سے راوی شعبی کے علاوہ کوئی نہیں کیونکہ  
 مدارع الروایہ و حفظ ہے راویوں کا متعدد ہونا نہیں  
 بعض نے کہا کہ محدثین کے نزدیک یہ مقبول نہیں یہ  
 زیادتی ہے اور مختصراً۔ (ت)

پس دربارہ مجهول قول مقبول یہ ہے کہ مستور و مجهول العین دونوں حجتہ ، ہاں مجهول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں حجت نہیں فضائل میں بالاتفاق وہ بھی مقبول۔  
 تبیین (غالباً مطلق مجهول سے مراد مجهول العین ہوتا ہے) مجهول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غالباً اُس سے مراد مجهول العین ہے ، امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں :  
 جہالة العین و هو غالب اصطلاح اهل هذا الشأن في هذا الاطلاق  
 محدثین جب مطلقاً مجهول کا لفظ بولیں تو اکثر طور پر اس  
 سے مراد مجهول العین ہوتا ہے۔ (ت)

**قائدہ ۵ :** (قائدہ ۵ متعلق افادہ ۲۱ کہ قبول ضعیف کے لیے درود صحیح کی حاجت نہیں) ہم نے افادہ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ مادون الاحکام میں ضعیف محتجج و رو صحیح نہیں اور دلیل ثابت میں اس کے ولس نظائر کے پتے دئے سب سے اجل و اعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر و امام ابن شاہین و ابوبکر خطیب بغدادی و امام سیبوی و امام محب الدین طبری و علامہ ناصر الدین ابن المنیر و علامہ ابن سید الناس و حافظ ابن ناصر و خاتم الحفاظ و علامہ زرقانی وغیرہم نے حدیث اشیاء البوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف دربارہ فضائل

عہ فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

لہ فوائج الرخوت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ مجهول الحال الم مطبوعہ غشورات الشریفیہ رضی اللہ عنہ ۱۴۹  
 لہ شفاء السقام فی زیارة خیر الانام الحدیث الاول مطبوعہ نوریر رضویہ فیصل آباد ص ۹



ایسا معمول و مقبول مانا کہ اسے احادیث صحاح سے کہ بظاہر مخالف تھیں مگر پھر اگر اُن کا ناسخ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار اُس کے مقابل کی صحاح اُس سے منسوخ ٹھہرائیں بشرح مواہب لدنیہ میں ہے :

امام سیوطی نے سبیل النجاة میں فرمایا کہ ائمہ اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ کی ذات اقدس پر ایمان لائے، یہ قول انہوں نے ایک ایسی حدیث کی بنا پر کیا ہے جو ضعیف ہے ضمیمہ نہیں، وہ ائمہ یہ ہیں مثلاً خطیب بغدادی، ابن عساکر، ابن شایبہ، سیلی، محب طبری، علامہ ناصر الدین بن مزیر اور ابن سید الناس۔ اسے بعض اہل علم سے نقل کیا اور اسی پر صلاح الصدقی اور حافظ ابن ناصر چلے ہیں اور ان ائمہ نے اس مذکورہ حدیث کو اس سلسلہ میں وارد نہ کیا حدیث کے لیے ناسخ قرار دیا اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ان سے موخر ہے لہذا اس کے اور ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں اور درج المنیفہ میں فرمایا کہ اس حدیث کو محدثین نے ناسخ قرار دیتے ہوئے اس کے ضعف کی پروا نہیں کی کیونکہ فضائل و مناقب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ (والدین کا اسلام لانا) آپ کی منقبت ہے، یہ ان ماہرین حدیث کا کلام ہے اور یہ

قال السيوطي في سبيل النجاة مال الى ان الله تعالى احياهما حتى اصابه طائفة من الائمة وحفاظ الحديث واستندوا الى حديث ضعيف لا موضوع كالخطيب وابن عساكر وابن شاهين والسهيلي والمحب الطبري والعلامة ناصر الدين ابن المنير وابن سيد الناس ونقله عن بعض اهل العلم ومثله عليه الصلاح الصدقي، والمحقق ابن ناصر، وقد جعل هؤلاء الائمة هذا الحديث ناسخا للاخبار الواردة بما يخالفه ونصوا على انه متأخر عنها فلا تعارض بينه وبينها اه وقال في الدرر المنيفة جعلوه ناسخا ولم يبالوا بضعفه لان الحديث الضعيف يعمل به في الفضائل والسنن وهذه منقبة هذا كلام هذا الجعبيذ وهو في غاية التحير اه ملخصا۔

اس مسئلہ میں انتہائی بہتر رائے اور تحریر ہے اہ ملخصا (ت)

تنبیہ ضروری (و یا بیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا) اقول جب کسی اصل کا کلمات علما سے اثبات منظور ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروع میں اس پر مشی فرمائی معلوم ہوا کہ یہ اصل اُن کے نزدیک متصل ہے اُن کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اس کو مستلزم ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں اس امر کے استحباب کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر

نقل کیے کہ دیکھو حدیث کو موضوع اور فعل کو مشروع مانا اسی قدر سے استدلال تمام ہو گیا اگرچہ ہیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو، یونہی یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناسخ حسبنا وغوی غنا مؤید و مشید ہو گیا اگرچہ ہم قائل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کر کے ان ضعافات کو قبول کریں، یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ متکلمین و باریہ و حو کے دیتے اور خارج از بحث اس فرع کے ترجیح و تزییف کی رت کتر اجاتے ہیں۔ خاتمہ المحققین سیدنا ابوالوالد قدس سرہ الماجد نے قاعدہ یا زوہم اصول الرشاد شریف میں ان سُفہاء کے اس کیہ ضعیف کی طرف ایمائے طبیعت فرمایا یونہی فقیر نے آخر نکتہ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیات النواۃ فی بیان سماع الاموات میں اس کی نظیر یہ متنبہ کیا غلیظہ۔

**قائدہ ۶** (فائدہ ۶ مستحق افادہ ۲۰ کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول) افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل و فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل محل احتیاط و دفع بے ضرر ہو اُس کی ایک اور نظیر علامہ علیہ السلام کا فرمانا ہے کہ نماز میں سترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول۔

حیث قال یبغی ان یجعلها حیال احد حاجبہ لما روی ابو داود من حدیث ضباعۃ بنت المقداد بن الاسود عن ابیہا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرة الا جعلہ علی حاجبہ الا یمن او الیسر ولا یصمد لہ صمدا، وقد اعلی بالولید بن کامل و بجہالۃ ضباعۃ، لکن ہذا الحکم مما یجوز العمل فیہ بمثل ہذا، لاند من الفضائل اھ باختصار۔ معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ فضائل اعمال سے ہے اھ باختصار۔ (ت)

الفاظ یہ ہیں مستحب یہ ہے کہ سترہ دونوں ابروؤں میں سے کسی ایک کے سامنے کھڑا کیا جائے جیسا کہ بوداؤد نے ضباعۃ بنت مقداد بن اسود اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی ٹکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کو اپنی دائیں یا بائیں ابرو مبارک کے سامنے کر دیتے بالکل سیدھا اس کی طرف رخ نہ ہوتا۔ اس حدیث کو ولید بن کامل اور ضباعۃ کے مہجول ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ فضائل اعمال سے ہے اھ باختصار۔ (ت)

عہ اواخر کتابتہ الصلاة قبل الفروع ۱۲ منہ (م)

سلف غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

ایک اور اعلیٰ و اجل نظیر کلام امام حافظ محدث ابو بکر بیہقی و امام محقق علی الاطلاق و امام ابن امیر الحاج و علامہ ابراہیم حلبی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ سید احمد طوطا دی و علامہ سید ابن عابدین شامی و غیر ہم سلمائے اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابو عمر یا ابو محمد بن محمد بن حریث عن جدہ حریث رجل من بنی عذرة، عن ابی ہريرة رضي الله تعالى عنه عن الابی القاسم صلى الله تعالى عليه وسلم درباره سترہ نماز مروی ہوا:

فان لم يكن معه عصا فليخط خطا۔  
اگر اس کے پاس ٹکڑی نہ ہو تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے۔

امام ابو داؤد نے کہا امام سفین بن عیینہ نے فرمایا،  
لم نجد شيئا نشد به هذا الحديث ولهي عن الامن  
ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت  
دیں اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے  
نہ آئی۔

یونہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی وغیر ہم ائمہ نے اس کی تضعیف فرمائی بلکہ سب ائمہ و علمائے مذکورین

عنه قال في الحلية ثم في رد المحتار قد يعارضون  
تضعيفه بتصحیح احمد و ابن حبان و غیرهما  
لما هو وعقبه في الحلية بما ياتي عنها من قوله و  
يظهر ان الاشباه الخ و قال في المرقاة قد اشار  
الشافعي الى ضعفه واضطرابه قال ابن حجر صححه  
احمد و ابن المديني و ابن المنذر و ابن حبان  
و غيرهم و جزم بضعفه النووي اه ملخصا قلت  
وهو ان فرض صحته لم يضرنا فيما نحن بصدد  
لما قد منا انفا في التنبيه ۱۲ من رضي الله تعالى عنه (م)  
تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ نقصان وہ نہیں جیسا کہ ابھی ہم نے تنبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ و لہ سنن ابی داؤد باب الخط اذا لم يجد عصا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۰۰/۱



رد المحتار میں ہے ،

يسن الخط كما هو السراية الثانية عن محمد  
لحديث أبي داود فان لم يكن معه عصا فليخط  
خطا وهو ضعيف لكنه يجوز العمل به في  
الفضائل ولذا قال ابن الهمام والسنة اولى  
بالاتباع ۱۲۰

خط کھینچنا مسنون ہے جیسا کہ امام محمد کی روایت ثانیہ ہے  
انہوں نے ابو داؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا : اگر  
نمازی کے پاس عصا (کڑی) نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے۔ یہ حدیث  
ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے اس بنا  
پر امام ابن ہمام نے فرمایا : سنت زیادہ لائق اتباع ہے (ت)

**تثقیف** فضائل اعمال سے مراد اعمالِ حسنہ ہیں نہ صرف ثوابِ اعمال ، ان دونوں نظیروں میں علامہ براہیم  
علی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال میں سترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اُس  
معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے حاشیہ افادہ ۲۱ میں ذکر کیا تھا کہ فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ فضائل ہیں  
یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثوابِ اعمال ، یہاں سے خیالاتِ باطلہ گنگوہیہ کی تفسیح کامل ہوتی ہے لہذا الحمد

**قائدہ ۷** (حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں) عبارت رد المحتار کہ ابھی منقول ہوئی  
بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتی ہے یونہی افادہ ، امیں  
علی قاری کا ارشاد گزرا کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علماء نے مس کردن کو مستحب یا سنت مانا۔

**اقول** لکن قال الامام ابن امير الحاج  
في الحلیة بعد ما ذکر حدیث ابن ماجہ عن  
الفاکہ و عن ابن عباس والبخاری عن  
ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی اغتسال  
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم العیدین  
وقال انت فی اسانید ہذہ ضعیفاء ما نصہ ،  
واستعان غسل العیدین ان قلنا بان تعد الطرق  
الواردة فیہ یبلغ درجۃ الحسن ، والا لئلا یندب  
وفي ذلك تأمل اھ فقد اشار مرجمہ اللہ تعالیٰ

اقول لیکن امام ابن امیر الحاج نے علیہ میں عیدین  
کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسل کے  
بارے میں حدیث ابن ماجہ ، فاکہ ، ابن عباس سے اور  
حدیث بخاری اور ارفع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت  
کرنے کے بعد کہا کہ ان اسانید میں راوی ضعیف ہیں ،  
اور پھر کہا کہ عیدین کے موقع پر غسل سنت ہے اگر ہم یہ  
کہیں کہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی بنا پر  
حسن کا درجہ پا سکتی ہے اور اگر یہ نہیں تو غسل مستحب ہے  
اور اس میں تأمل ہے اھ امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات

ان الضعیف لا یفید الاستئذان ولذا ان تقول ان السنة ربما تطلق علی المستحب کعکسہ کما صرحوا بہما فیتجہ کلام الشامی والقاسری وبہ یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا فی المسألة اعنی مسألة الخط فمن اثبت اسراد الاستحسان ومن نفی نفی الاستئذان وقد کان متأیدا بما فی الحلیۃ هل ینوب الخط بین ید یہ منابہا فمن ابی حنیفة وهو احدی الروایتین عن محمد انه لیس بشئ اعی لیس بشئ مسنون اهلولا انه مراد بعده بل فعله و ترکہ سواء انتہی ففیہ بعد بعد فافہم۔

کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث ضعیف سنت کا فائدہ نہیں دیتی، اور تیسرے لیے یہ جائز ہے کہ تو کہے کہ بعض سنت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنت پر ہوتا رہتا ہے جیسا کہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے، لہذا امام شامی اور قاری کے کلام کی توجیہ ہو جائے گی اور اسی سے مسئلہ خط میں ہمارے علمائے مروی و روایات میں تطبیق بھی ہو جائے گی پس جس نے اسے ثابت کیا اس نے اس سے استحسان کا ارادہ کیا اور جس نے نفی کی اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سنت نہیں اور اس کی تائید علیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کیا خط سترہ کے قائم مقام ہو گا یا نہیں؟ تو امام ابو حنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ کوئی شیء نہیں یعنی سنت نہیں اہد کاش اس کے بعد وہ یہ اضافہ نہ کرتے کہ اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے انتہی، اس میں نہایت ہی بعد ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ (ت)

**فائدہ ۸** (فائدہ ۸ متعلق افادہ ۱۱) کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث، ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بار بار محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے۔ اور سنیہ حدیث صحیح زکوٰۃ علی، مروی سنن ابی داؤد و نسائی؛

یعنی ایک بی بی خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں ان کی بیٹی ان کے ساتھ تھیں و دختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو، عرض کی نہیں، فرمایا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عز و جل قیامت میں ان کے

امراۃ انت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومعہا ابنتہا و فی ید ابنتہا مسکستان غلیظتان من ذهب فعال تعطین ذکاۃ هذا قالت لا قال یسورک انت یسورک اللہ بہما یوم القیمۃ سوارین من نار قال فخلعتہما قال فقہما الی النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَعَالَتِ هَمَانُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ

بدلے آگ کے کنگن پہنائے، اُن بی بی نے کڑے تار بڑا ل دئے  
اور عرض کی یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے میں جل جلالہ وصلی  
تعالیٰ علیہ وسلم۔

جیسے امام ابو الحسن ابن القطان و امام ابن الملقن و علامہ سید میرک نے کہا: اسنادہ صحیحہ (اس کی سند صحیح ہے)  
امام عبد العظیم منذری نے مختصر میں فرمایا، اسنادہ لا مقال فیہ (اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں) محقق علی الاطلاق  
نے فرمایا: لا شبہة فی صحبته (اس کی صحبت میں کچھ شبہہ نہیں) امام ترمذی نے جامع میں روایت کر کے  
فرمایا: لا یصح فی ہذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شیئ (اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم سے کچھ صحیح مثنوی نہیں) امام منذری نے فرمایا: لعل الترمذی قصد الطریقین الذین ذکرہما والا فطریق  
ابی داؤد لا مقال فیہ (شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داؤد میں اسلا  
جائے گفتگو نہیں) ابن القطان نے فرمایا:

انما ضعف ہذا الحدیث لان عندہ فیہ  
ضعیفین ابن لہیعۃ و المتغوی بن  
الصباح  
انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے  
پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے  
ابن لہیعۃ اور شعی بن الصباح۔  
اسے امام محقق نے فتح القدر اور ملاح علی قاری نے  
مرقاۃ میں ذکر کیا۔ (ت)

اور سنئے حدیث رد شمس کہ حضور پر نور سید الانوار، ماہِ عرب، مہرِ عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے  
ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا یہاں تک کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

۱۶۴/۱	۲۱۸/۱	باب الكنز ما ہو و زکوۃ الحلی	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور
۱۶۴/۲	۱۶۴/۲	بحوالہ ابی الحسن ابن القطان فصل فی الذہب	مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر
۱۶۴/۲	۱۶۴/۲	" " "	" " "
۱۶۴/۲	۱۶۴/۲	" " "	" " "
۸۱/۱	۸۱/۱	جامع الترمذی باب ما جاء فی زکوۃ الحلی	آفتاب عالم پریس لاہور
۱۶۴/۲	۱۶۴/۲	فتح السید بحوالہ المنذری فصل فی الذہب	نوریہ رضویہ سکھر
۱۶۴/۲	۱۶۴/۲	" " "	" " "

وجہ الکریم نے نماز عصر اور اکی جسے طحاوی و امام قاضی عیاض و امام مغلطی و امام قطب خیسری و امام حافظ الشان  
عسقلانی و امام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلہ کرام نے حسن و صحیح کہا کما ہمد مفصل فی الشفاء و شروحه و  
المواہب و شرحہا (جیسے شفاء اس کی شروع اور مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ ت)  
علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

اما قول الامام احمد و جماعة من الحفاظ امام احمد اور حفاظ کی ایک جماعت کا اسے موضوع قرار  
بوضعه فالظاهر انه وقع لهم من طريق بوضعه فالظاهر انه وقع لهم من طريق  
بعض الكذابين والافطرقة السابقة يتعذر بعض الكذابين والافطرقة السابقة يتعذر  
معها الحكم عليه بالضعف فضلا عن معها الحكم عليه بالضعف فضلا عن  
الوضع۔ اسے موضوع کہا جائے۔ (ت)

عام ترمذی امام شیخ الاسلام عمدة الکرام مرجع العلماء الاعلام تقي الملة والدين ابو الحسن علی بن عبد الکافی سبکی  
قدس سرہ الملک کتاب مستطاب منظر الصواب مرغم الشیطان مدغم الایمان شفاء السقام فی زیادة غیر الانام  
علیه و علی آله افضل الصلاة والسلام میں فرماتے ہیں:

وما یجب ان یتنبه له ان حکم المحدثین وما یجب ان یتنبه له ان حکم المحدثین  
بالانکار والاستغراب قد یكون بحسب تلك بالانکار والاستغراب قد یكون بحسب تلك  
الطریق فلا یلزم من ذلك سده متن الحديث الطریق فلا یلزم من ذلك سده متن الحديث  
بخلاف اطلاق الفقیه ان الحديث موضوع بخلاف اطلاق الفقیه ان الحديث موضوع  
فانه حکم علی المتن من حیث الجملة۔ فانه حکم علی المتن من حیث الجملة۔

لطیفہ جلیلہ لطیفہ : (لطیفہ جلیلہ فیضہ جان پر لاکھ من کا پہاڑ) ابو داؤد و نسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم  
جلیل جس میں ان بی بی نے کروں کے صدقہ کرنے میں اللہ عز و جل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عنه فی الباب الاول تحت الحديث الخامس من حجة البيت قلوزی در فی فقه جفائی ۱۲ منہ (م)  
باب اول میں حدیث خامس کے تحت یہ مذکور ہے جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھے پر ظلم کیا ۱۲ منہ (ت)

۱۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللذیہ رؤس لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة عامہ مصر ۱۳۲/۵  
۲۔ شفاء السقام الحديث الخامس مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۹



کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا بعینہ یہی مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی،

یا رسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی  
یا رسول اللہ امیری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا  
مال اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کے لیے صدقہ کر دوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیث حضرات و بابیہ کی جان پر آفت ہیں انھیں دُور پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بجا اب استفتاء بعض علمائے دہلی ایک نفیس و جلیل و موجز رسالہ مسمیٰ بہ نام تاریخی الامن والعتی لنا عتی المصطفیٰ بدافع البلاء ملقب بلقب تاریخی اکمال الطامہ علی شریک سوی بالامور العامہ تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر و عظیم باتوں کا آیات و احادیث سے صاف و صریح ثبوت دیا مثلاً قرآن و حدیث ناظر ہیں کہ اللہ و رسول نے دو تمند کر دیا، اللہ و رسول نگہبان ہیں، اللہ و رسول بے والیوں کے والی ہیں، اللہ و رسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول زمین کے مالک ہیں، اللہ و رسول ک طرف توبہ، اللہ و رسول کی دو ہائی، اللہ و رسول دینے والے ہیں، اللہ و رسول سے دینے کی توقع، اللہ و رسول نے نعمت دی، اللہ و رسول نے عزت بخشی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کے حافظ و نگہبان ہیں، حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلتے ہیں، حضور کے آگے سب گرا ڈار رہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، ساری دنیا کی مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ میں، قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ میں، حضور مصیبتوں کو دور فرمانے والے، حضور حقیقوں کے ٹالنے والے، ابوبکر صدیق و عمر فاروق حضور کے بندے، حضور کے خادم نے بیٹا دیا، حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں، حضور کے خادم بدائیں دفع کرتے ہیں،

علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

علیہ تا علیہ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

علیہ تا علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

حضور کے خادم بلند مرتبہ دیتے ہیں۔ حضور کے تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں، اولیاء کے سبب بلا دور ہوتی ہے، اولیاء کے سبب رزق ملتا ہے، اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے، اولیاء کے سبب مینہ اُترتا ہے، اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی سیسیوں باتیں صرف قرآن و حدیث سے لکھی ہیں، وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ و رسول کی جناب میں کہیں یا خدا و رسول سے لڑیں اگر لڑ سکیں۔ اس میں یہ بھی روکش و لیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت شکنجہ الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ ضمناً یہ بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب و مرزا جان جانا صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے اساتذہ و مشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسماعیل دہلوی سب کے سب پتے مشرک تھے، غرض وہابی مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر ربِّ جلیل تک، شاہ ولی اللہ سے لے کر ان کے پیروں اُستادوں، شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسماعیل تک کوئی خالی نہیں، وہابیت کا پچھاگ نجدیت کی ہولی، شرک کا رنگ، تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے، زور گھنگھور شرانوں کا شور، سارا جہان شرابور، پولو کی قید نہ اناؤس پر چھوڑ۔ یہ انوکھا پچھاگن بارہ ماؤس جاری ہے۔

اشراک بمذہب کہ تا حق برسد

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مختصر رسالہ کہ چار جُز سے بھی کم ہے ایک سو تیس سے زیادہ فائدوں اور تیس آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے بھرا اللہ تعالیٰ اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صولت، اُس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ  
شکر ادا نہیں کرتے، اسے میرے رب مجھے اس

ذلک من فضل اللہ علینا و علی الناس و لکن اکثر  
الناس لا یشکرون ۵۔ سب او نہ معنی ان اشکر

علی و علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲۔

نعمتک التي انعمت علیّ وعلى والدی وانت  
اعمل صلحا ترضه واصلح لی فی ذیقتی انی  
تبت الیک وانی من المسلمین ۵ والحمد لله  
سرب العین ۵

بات کی توفیق دے کر میں ان نعمتوں پر تیرا شکر کروں  
جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہیں، اور  
مجھے اچھے اعمال کی توفیق دے جن سے تو راضی ہو جائے  
اور میری اولاد کی اصلاح فرما، میں تیری ہی طرف رجوع

کرتا اور مسلمانوں میں سے ہوں، تمام تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے (ت)

**فائدہ ۹ :** (وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے) ہم نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا کہ محدثین میں  
بہت کم ایسے ہیں جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ بن الحجاج و امام مالک و امام احمد،  
اور افادہ دوم میں یحییٰ بن سعید قطان و عبد الرحمن بن مہدی کو گنا اور انھیں سے ہیں امام شعبی و یحییٰ بن مخلد  
و حریز بن عثمان و سفیان بن حرب و مظہر بن مدرک خراسانی و امام بخاری۔ مقدمہ صحیح مسلم شریف میں ہے:  
حدثنی ابو جعفر الدارمی ثنا بشر بن عمر قال سألت مالک بن انس (فذكر الحديث قال) و  
سألته عن رجل آخر نسيت اسمه فقال هل  
سألته فی کتبی قلت لا قال لو کان ثقة لראيتہ  
فی کتبی۔

ابو جعفر دارمی نے مجھے حدیث بیان کی کہ میں بشر بن عمر  
نے بتایا کہ میں نے مالک بن انس سے پوچھا (پھر تمام  
حدیث بیان کی اور کہا) اور میں نے ایک دوسرے  
آدمی کے بارے میں ان سے پوچھا جن کا نام میں اس  
وقت بھول گیا تو انھوں نے فرمایا کیا تو نے اسے میری  
کتب میں پایا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتے تو میری کتب میں انھیں ضرور پاتا۔ (ت)

منہاج امام نووی میں ہے:

هذا تصريح من مالك رحمه الله تعالى بان  
من ادخله في كتابه فهو ثقة فمن وجدناه في  
كتابنا بانه ثقة عند مالك وقد لا يكون  
ثقة عند غيره۔

یہ امام مالک کی تصریح ہے کہ جسے وہ اپنی کتاب میں ذکر  
کریں گے وہ ثقہ ہوگا تو اب ہم ان کی کتاب میں جسے  
پائیں ہم اسے امام مالک کے نزدیک ثقہ سمجھیں گے اور  
کبھی ان کے غیر کے ہاں وہ شخص ثقہ نہیں ہوگا۔ (ت)

سہ القرآن ۱۵/۴۶

۱۹/۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۱۹/۱ " " " "

سہ صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین الز

سہ شرح صحیح مسلم النووی " " " "

میزان میں ہے،

ابراہیم بن العلاء ابو ہارون الغنوی  
وثقہ جماعة و وہاء شعبۃ فما قیل ولم یصح  
بل صح انہ حدث عنہ۔

اسی میں ہے،

عبد الاکرم بن ابی حنیفۃ عن ابیہ و عنہ  
شعبۃ لا یعرف لکن شیوخ شعبۃ جیاد اھ

اقول لکن قال یزید بن ہارون  
قال شعبۃ داری و حماری فی المساکین صدق  
ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب  
فی الحدیث قلت له فلم سمعت منه ؟  
قال ومن یصبر عن ذالحدیث - یعنی  
حدیثہ عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبد اللہ  
عن امہ انها قالت رأیت رسول صلی اللہ  
تعالی علیہ وسلم قنت فی الترقیل الركوع  
کما فی المیزان **ولک التفصی عنہ بان**  
**السماع ثنی و التحدیث ثنی** ، و الکلام فی  
الاخیر و ان کان اسم الشیخ یتناول  
الوجهین و سند کراخر ہذہ الفائدة ان

ابراہیم بن العلاء ابو ہارون غنوی کو ایک جماعت نے  
ثقہ قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبہ نے انہیں کمزور  
کہا، اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شعبہ نے ان سے  
حدیث بیان کی ہے۔ (ت)

عبد الاکرم بن ابی حنیفۃ اپنے والد سے اور ان سے  
شعبہ نے روایت کیا ہے اور وہ معروف نہیں لیکن  
شعبہ کے تمام اساتذہ جتہ ہیں (ت)

اقول لیکن یزید بن ہارون نے بیان کیا کہ  
شعبہ نے کہا کہ میرا گھر اور میری سواری مساکین میں  
صدقہ ہے، اگر ابان ابن ابی عیاش حدیث میں  
جھوٹا نہ ہو، میں نے انہیں کہا تو پھر آپ نے ان سے  
کیوں سماع کیا؟ تو اس نے فرمایا کون ہے جو  
صاحب حدیث سے حدیث لینے سے باز رہے،  
اس سے انہوں نے ان کی وہ حدیث مراد لی جو  
ابراہیم سے علقمہ سے عبد اللہ سے اور انہوں نے اپنی  
والدہ سے بیان کی ہے، وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وتر  
میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے جیسا کہ میزان  
میں ہے، اور تیرے لیے اس سے خلاصی کی صورت

۴۹ / ۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان	ابراہیم بن العلاء	ترجمہ ۱۵۲	۴۷۳۴	عبد الاکرم	۱۵	ابان ابن ابی عیاش	۱۱ / ۱
۵۳۲ / ۲	"	"	"	"	"	"	"	"
" / ۱	"	"	"	"	"	"	"	"

الامام ربما حمل عن شاء ، فاذا حدث  
تثبت **لعنه** لعل الصواب التقيد بمن  
حدث عنه في الاحكام دون ما يتساهل  
فيه لما تقدم في الاقادة الثالثة والعشرين  
من قول ابن عدي ان شعبة حدث عن  
الكلبي ورضيه بالتفسير كما نقله في  
الميزان وفيه ايضا في محمد بن عبد الجبار  
قال العقيلي مجهول بالنقل قلت شيوخ شعبة  
نقاوة الا النادر منهم وهذا الرجل قال  
ابو حاتم شيخ **الله** قلت وهذا لا يضر فقد  
يكون الرجل ثقة عنده وعند غيره مجروح  
او مجهول حق ان من شيوخه الذين  
وثقهم وصور بحسن الثناء عليهم جابرين  
يزيد الجعفي ذاك الضعيف الرافضي المتهم  
قال الامام الا عظم رضى الله تعالى عنه  
ما رايت فيمن رايت افضل من عطاء ولا  
اكذب من جابر الجعفي وكذلك كذبه ايوب  
ومراثة ويحيى والجوزجاني وتركه القطان  
وابن مهدي والنسائي وآخرون۔

یہ ہے کہ سماع اور شئی ہے اور حدیث بیان کرنا اور ہے۔  
گفتگو دوسرے میں ہے اگرچہ شیخ کا نام دونوں کے لیے  
مستقل ہے عنقریب ہم اس فائدہ کے آخر میں ذکر کریں گے کہ امام  
شعبہ کبھی جس سے چاہے روایت لیتا ہے توجہ حدیث بیان کرے تو  
اُس پر ثابت قدم رہے۔ ہاں شاید درست یہ ہو کہ اسے مقید  
کر دیا جائے اس شخص کے ساتھ جس سے احکام کی حدیث  
بیان کی گئی ہیں نہ کہ وہ احادیث جن میں نرمی کی جاتی ہے  
جیسا کہ تیسویں اناہ میں ابن عدی کا یہ قول گزرا ہے  
کہ شعبہ نے کلبی سے روایت کی ہے اور باب تفسیر  
میں اسے پسند کیا ہے میزان میں اسی طرح منقول  
ہے اور اس میں محمد بن عبد الجبار کے بارے میں بھی  
ہے کہ عقلی نے کہا کہ وہ مجهول بالنقل ہے۔  
میں کہتا ہوں کہ شعبہ کے تمام شیوخ جتھے ہیں مگر بہت کم  
ایسے ہیں جو جتھے ہوں، اور یہ وہ آدمی ہیں جس کے بارے  
میں ابو حاتم نے کہا شیخ ہے **الله**۔ قلت یہ  
نقصان دہ نہیں یہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی ایک شخص  
کے ہاں ثقہ ہے دوسرے کے ہاں مجروح یا مجهول  
ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے شیوخ وہ ہیں جن کو ثقہ  
کہا گیا اور ان کی تعریف کی تصریح کی گئی ان میں سے  
جابر بن یزید الجعفی ہے جو ضعیف رافضی اور متم ہے  
امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے جو لوگ دیکھے ان میں عطا سے بڑھ کر سچا کسی کو نہیں پایا اور جابر جعفی سے  
زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا، اسی طرح ایوب، زائدہ، یحییٰ اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ قطن ابن مہدی،  
نسائی اور دیگر محدثین نے اسے ترک کر دیا۔ (ت)

۵۵۸/۳	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان	محمد بن السائب الکلبی	ترجمہ ۵۷۴ء	میزان الاعتدال
۹۱۳/۳	" " " "	محمد بن عبد الجبار	۸۲۲ء	" " "
۳۸۰/۱	" " " "	جابر بن یزید الجعفی	۱۲۶۵ء	میزان الاعتدال

### شفار السقام<sup>علہ</sup> شریف میں ہے :

احمد رحمہ اللہ تعالیٰ لعین یروی الا عن ثقة  
وقد صرح الخصم (یعنی ابن تیسیم) بذلك في  
الكتاب الذي صنفه في الرد على السكري  
بعد عشر كرايس منه قال ان القائلين بالجرح  
والتعديل من علماء الحديث نوعان منهم  
من لم يروا الا عن ثقة عنده كمالك وشعبة  
ويحيى بن سعيد وعبد الرحمن بن مهيدي  
واحمد بن حنبل وكذلك البخاري وامثالهم

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے :

خارجة بن الصلت البرجمي الكوفي روى  
عنه الشعبي وقد قال ابن أبي خيثمة اذا روى  
الشعبي عن رجل وسماه فهو ثقة يحتج  
بحديثه<sup>علہ</sup>  
تدريش میں ہے :

من لا يروى الا عن عدل كابت مهيدي  
ويحيى بن سعيد اه اقول ولا ينكر عليهما  
بما في الميزان عن عباس الدوري عن  
يحيى بن معين عن يحيى بن سعيد لولم  
ارواك عن ارضي ماس روى الا عن خمسة اه  
علہ فی الباب الاول تحت حديث الاول ۱۲ منہ (م)  
علہ فی ترجمہ اسرائیل بن یونس ۱۲ منہ (م)

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت  
نہیں کرتے اور مخالفت (یعنی ابن تیسیم) نے اس بات کی  
اپنی اس کتاب میں تصریح کی ہے جو اس نے بکری کے رؤس  
اس کے دس رسائل کے بعد لکھی، کہا کہ علماء جرح و  
تعديل (حدیث میں) دو اقسام ہیں ایک وہ ہیں جو  
صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً مالک، شعبہ،  
یحییٰ بن سعید، عبد الرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل اور  
اسی طرح بخاری اور ان کے ہم مثل اہل (ت)

خارجہ بن الصلت برجمی کوئی جن سے شعبہ نے روایت  
کیا ہے اور ابن ابی خثیمہ نے کہا کہ جب شعبی کسی شخص  
سے حدیث بیان کریں اور اس کا نام لیں تو وہ ثقہ  
ہوگا اس کی حدیث سے استدلال کیا جائے گا (ت)

وہ لوگ جو صرف عادل راویوں سے روایت لیتے  
ہیں مثلاً ابن مہدی اور یحییٰ بن سعید اہ اقول اور  
اس پر اس بات سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا  
جو میزان میں عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے  
انہوں نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے روایت

فان رضى يحيى غاية لا تدرك وكيف يظن به  
ان الخلق كلهم عنده ضعفاء الا خمسة وانما  
المرضى له جيل ثبت شامخ من اسخ لعزل ولهم  
يتزلزل ولا في حرف ولا مرة -

کچھ کہ اگر میں اس شخص سے روایت کرتا ہوں جس سے  
میں راضی ہوتا ہوں تو میں صرف پانچ سے روایت  
کرتا ہوں اور کئی کے راضی ہونے کی غایت و مقصد  
معلوم نہیں اور یہ ان کے بارے میں کیسے گمان کیا جاسکتا

ہے کہ پانچ کے علاوہ تمام لوگ ان کے نزدیک ضعیف ہوں اور ان کے ہاں پسندیدہ و معتبر وہی شخص ہوگا جو اس  
فن میں پہاڑ کی مانند ٹھوس، مستحکم اور مضبوط ہونے والی ہو اور نہ حرکت کرے نہ کسی حرف میں نہ ایک مرتبہ میں (ت)  
تہذیب التہذیب میں ہے ،

سليمن بن حرب بن بجيل ازدي الواسطي  
قال ابو حاتم امام من الاثمة كان لا يدلس و  
قال ابو حاتم ايضا كان سليمان بن حرب  
قل من يرضى من المشايخ فاذا امر آيته قد  
روى عن شيخ فاعلم انه ثقة الله ملتقطا -

سليمان بن حرب بن بجيل ازدي واسطی کے ہائے میں  
ابو حاتم کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث میں سے امام ہیں اور  
وہ تدلیس نہیں کرتے تھے اور ابو حاتم نے یہ بھی کہا  
کہ سلیمان بن حرب بہت کم مشائخ کا اعتبار کرتے  
تھے لہذا جب آپ دیکھیں کہ انھوں نے کسی شیخ سے  
روایت کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ ہی ہوگا (مطلقاً) (ت)

تقریب التہذیب میں ہے ،

مظفر بن مدرک الخراساني ابو کامل ثقة  
متقن كان لا يحدث الا عن ثقة -

مظفر بن مدرک خراسانی ابو کامل ثقہ اور پختہ ہیں اور  
وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے - (ت)

تافہ جہا معہ : امام سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں ،

تتمة من كان لا يروى الا عن ثقة الا في النادر  
الامام احمد وبق بن مخلد و حريز بن عثمان

تتمہ ان لوگوں کے بارے میں جو ثقہ کے علاوہ سے  
روایت نہیں کرتے مگر شاذ و نادر - وہ امام احمد ،

عنه في معرفة من تقبل روايته ۱۲ من (دہ)

جس کی روایت مقبول ہو اس کی معرفت میں اس کا ذکر ہے ۱۲ (ت)

لہ تہذیب التہذیب بن حجر عسقلانی ترجمہ ۳۱۱ سلیمان بن حرب مطبوعہ مجلس ائمة المعارف حیدرآباد دکن ۱۴۸۷/۴ و ۱۴۹۱

لہ تقریب التہذیب من اسمہ مظفر مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۲۲۸

وسليم بن حرب، وشعبة والشعبي وعبد الرحمن بن مهدي ومالك ويحيى بن سعيد القطان و ذلك في شعبة على المشهور فإنه كان يتعنت في الرجال ولا يروى إلا عن ثبت، وأما فقد قال عاصم : . على سمعت شعبة يقول لو لم أحدثكم إلا عن ثقة لم أحدثكم عن ثلثين وفي نسخة ثلثين و ذلك اعتراف منه بأنه يروى عن الثقة وغيره فينظر وعلى كل حال فهو لا يروى عن متروك ولا عن اجمع على ضعفه، وأما سفيان الثوري فكان يتروخض مع سعة علمه وورعه ويروى عن الضعفاء حتى قال فيه صاحب شعبة لا تحملوا عن الثوري إلا عن تعرفون فإنه لا يبالى عن حمل وقال الفلاس قال لي يحيى بن سعيد لا تكتب عن معتمر إلا عن تعرف فإنه يحدث عن كل أحد .

میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ پروا نہیں کرتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، فلاس کہتے ہیں کہ مجھے يحيی بن سعيد نے کہا کہ معتمر سے نہ لکھو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں (ت)

**اقول** ما ذكر عن عاصم في جواز بل يجب حملة على مثل ما قد منافي كلام يحيى كيف وان للثقة اطلاقا آخر اخص واضيق كما قال في التذييب ان ابنت مهدي قال حدثنا ابوخلدة فقل له اكان ثقة فقال كان صدوقا

يحيى بن مخلد، حريز بن عثمان، سليمان بن حرب، شعبة، شعبي، عبد الرحمن بن مهدي، مالك، اور يحيى بن سعيد القطان، اور شعبہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں سختی سے کام لیتے ہیں وہ صرف ثبت سے ہی روایت کرتے ہیں ورنہ عاصم بن علی کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں تمہیں ثقہ کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہ کرتا تو صرف تین راویوں (بعض نسخوں میں تیس کا ذکر ہے) سے حدیث بیان کرتا۔ یہ ان کا اعتراف ہے کہ میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے روایت کرتا ہوں لہذا غور و فکر کر لیا جائے، ہر حال میں وہ متروک سے روایت نہیں کرتے اور نہ اس شخص سے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہو، رہا معاملہ سفيان ثوري کا تو وہ باوجود علی وسعت اور ورع و تقویٰ کے زہمی کرتے ہوئے رخصت دیتے اور ضعف سے روایت کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے بارے دیتے اور ضعف سے روایت کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے بارے میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ پروا نہیں کرتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، فلاس کہتے ہیں کہ مجھے يحيی بن سعيد نے کہا کہ معتمر سے نہ لکھو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں (ت)

**اقول** (میں کہتا ہوں) جو کچھ عاصم کے حوالے سے مذکور ہے اس کو اس گفتگو پر محمول کرنا جائز بلکہ واجب ہے جو ہم نے پہلے کلام يحيی پر کی تھی اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ثقہ کا ایک دوسرا اطلاق نہایت ہی محدود و اخص ہے جیسا کہ تدریب میں ہے کہ ابن مهدي



وكان مأمونا وكان خيرا الثقة شعبية وسقيت  
قال وحكى السروزي قال سألت ابن حنبل  
عبد الوهاب بن عطاء ثقة؛ قال لا تدري  
ما الثقة انما الثقة يحيى بن سعيد القطان اه  
فعليك بالتثبت فان الامر جلي واضح -

کہتے ہیں کہ ہمیں ابوخلدہ نے بیان کیا کہ ان سے کہا گیا کہ  
کیا وہ ثقہ ہے تو کہا کہ وہ صدوق اور مامون ہے اور  
بہتر ثقہ شعبہ اور سفیان ہیں اور کہا کہ مروزی نے بیان کیا  
کہ میں نے ابن حنبل سے عبد الوہاب بن عطاء کے ثقہ ہونے  
کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا تم ثقہ کو نہیں جانتے  
ثقہ صرف یحییٰ بن سعید القطان ہے اور اس پر قائم رہنا کیونکہ معاملہ بڑا ہی واضح ہے۔ (د ت)

**ثما قول** (ہمارے امام اعظم جس سے رعایت فرمائیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگئی، انہیں  
ائمہ محتاطین سے ہیں علم اعظم امام عظیم سیدنا ابو حنیفۃ النعمان النعم اللہ تعالیٰ علیہ بالانعام الرضوان و نعمہ بالنعیم نعم  
الجنان، یہاں تک کہ اگر بعض محتاطین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التخییر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین  
میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں :

قال محمد بن الحسن رضي الله تعالى عنه  
في كتاب الآثار اخبرنا ابو حنيفة ثنا ليث بن  
ابي سليم عن مجاهد عن ابن مسعود رضي الله تعالى  
عنه قال ليس في مال اليتيم تركوة وليث كان  
احد العلماء العباد وقيل اختلط في آخر عمره  
ومعلوم ان ابا حنيفة لم يكن ليذهب  
فياخذ عنه في حال اختلاطه ويرويه و  
هو الذي شد في امر الرواية ما لم يشده  
غيره على ما عرف الله -

امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں  
فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابو حنیفہ نے ازلیث بن ابی سلیم  
از مجاہد از ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا  
کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، لیث علمائے عابدین  
میں سے تھا اور انہیں آخر عمر میں اختلاط ہو گیا اور یہ  
بات مسلم ہے کہ امام اعظم ان سے اختلاط کے بعد حدیث  
اخذ نہیں کر سکتے کیونکہ آپ حدیث اخذ کرنے اور بیان  
کرنے میں جتنے سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور  
بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم و معروف ہے (د ت)

**تبلیغ** (قلۃ المبالاة فی الاخذ قد حدث من من التابعین — اخذ حدیث میں نرمی

اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ت)

**قلت** (میں کہتا ہوں) اخذ حدیث میں وسعت

**قلت** هذا التوسع وقلۃ المبالاة فی



مقبولة عندنا وعند الجماهير ولا شك ان  
عطاء و الحسن و الزهري منهم وقلة المبالاة  
عند التحمل لا يقتضيها عند الاداء فقد ياخذ  
الامام من شاء ولا يرسله الا اذا استوثق  
وقد وافقنا على قبول مراسيل الحسن ذلك  
الوسع الشديد عظيم التشديد قدوة الشات  
يحيى بن سعيد القطان وذاك الجبل العلى  
على بن مدينى الذى كان البخارى يقول ما  
استصغرت نفسى الا عنده وذلك الامام  
الاجل نقاد العلل ابو زرعة الرازى وناهيك  
بهم قدوة اما القطان فقال ما قال الحسن  
فى حديثه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه  
وسلم الا وجدنا له اصلا الا حديثا او حديثين  
واما على فقال مراسلات الحسن البصرى  
التي رواها عنه الثقات صحاح ما اقل ما يسقط  
منها، واما ابو زرعة فقال كل شئ قال الحسن قال  
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وجدت  
له اصلا ثابتا ما خلا اربعة احاديث نقلها  
فى التدریب -

ہمارے اور جمہور علماء کے ہاں مقبول ہیں، اس میں کوئی  
شک نہیں کہ عطاء، حسن اور زہری ان میں سے ہیں اور  
اخذ میں نرمی کے لیے لازم نہیں کہ بیان کرتے وقت بھی  
نرمی ہو، بعض اوقات امام کسی شخص سے حدیث اخذ  
کر لیتے ہیں مگر ارسال اسی وقت کرتے ہیں جب اسے  
وہ ثقہ محسوس کرتے ہوں اور ہمارے ساتھ حسن کی  
مراسیل کو قبول کرنے میں یحییٰ بن سعید القطان شریک  
ہیں جو ورع و تقویٰ اور حدیث کے اخذ کرنے میں  
نہایت ہی سخت ہیں، اور اس فن کا عظیم شخص علی بن  
مدینی بھی جن کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے میں  
نے اپنے آپ کو ان کے سوا کسی کے سامنے بیچ نہیں  
سمجھا اور امام اجل نقاد العلل ابو زرعة رازی بھی شریک  
ہیں اور یہ لوگ اقتدا کے لیے کافی ہیں، لیکن قطان نے  
کہا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام حسن یہ  
کہہ دیں "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم"  
تو ہمیں ایک یا دو کے علاوہ ہر حدیث کی اصل ضرور  
ملی، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ مراسیل حسن بصری جو  
ان سے ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں میں  
یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے ساقط ہونے والی کتنی ہیں  
اور ابو زرعة کہتے ہیں جس شے کے بارے میں بھی حسن نے "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" کہا ہے مجھے  
چار احادیث کے علاوہ ہر ایک کی اصل مل گئی ہے۔ اس عبارت کو تدریب میں نقل کیا ہے۔ (ت)

قلت وعدم الوجدان لا يقتضى

عدم الوجود فلم يفت يحيى الا واحدا و

قلت (میں کہتا ہوں) علم جہدان عدم وجود  
کو مستلزم نہیں تو یحییٰ کو ایک یا دو احادیث جو

اثنان ولعل غیر یحیی وجد مالم یجدہ و فوق کل ذی علم علیہ و نقل فی مسلم الثبوت عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال متی قلت لکم حدثنی فلاں فهو حدیثہ و متی قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعن سبعین اھ و فی التدریب قال یونس بن عبید سألت الحسن قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانک لم تدرکہ فقال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیء ما سألنی عنہ احد قبلك ولولا منزلتک منی ما اخبرتک انی فی زمان کما تری وکانت فی زمان الحجاج کل شیء سمعتنی اقولہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فهو عن علی بن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیاً اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ز میں ممکن ہے کسی اور محدث کو وہ مل گئی ہوں ارشاد باری ہے و فوق کل ذی علم علیہ (ہر علم والے پر ایک علم والا ہے) اور مسلم الثبوت میں حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے میں جب تم کو یہ کہوں کہ مجھے فلاں نے حدیث بیان کی تو وہ اس کی حدیث ہوتی ہے اور جب میں یہ کہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ شتر سے مروی ہوتی ہے اھ تدریب میں ہے یونس بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن سے پوچھا اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی؟ فرمایا اے بھتیجے! تو نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے جو تجھ سے پہلے آج تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا، اگر تیرا یہ مقام میرے ہاں نہ ہوتا تو میں تجھے اس سوال کا جواب نہ دیتا میں جس زمانے میں ہوں (وہ جیسے تجھے معلوم ہے) اور یہ حجاج کا زمانہ تھا جو کچھ مجھ سے آپ لوگ سنتے ہیں کہ میں کہتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا ہوتا ہے (یہ نہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات پائی ہے) چونکہ میں ایسے دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام ذکر نہیں کر سکتا (اس لئے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں) واللہ تعالیٰ اعلم (ت) قاعدہ ۱۰: (قائدہ ۱۰ متعلق افادہ ۲۴ دربارہ احادیث طبقہ رابعہ) سُفہائے زمانہ نے احادیث طبقہ رابعہ کو مطلقاً باطل و بے اعتبار محض قرار دیا جو شان موضوع ہے جس کا ابطال بین باہین

لہ القرآن ۶/۱۲

لہ مسلم الثبوت تعریف المرسل مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۲

لہ تدریب الراوی شرح تقریب النوادی، الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور ۲۰۴/۱

وجہ افادہ ۲۴ میں گزرا، یہاں اتنا اور سن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اُن کی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے، موضوعات کبیر میں زیر حدیث :

من طاف بالبيت اسبوعاً ثم اقی مقام ابراهيم  
فركم عند ركعتين ثم اقی من مزب فشریب  
من مائها اخرجہ الله من ذنوبه کیومر ولدتہ  
امہ ۱۰

جو سات پھیرے طواف کر کے مقام ابراہیم میں  
دو رکعت نماز نماز پڑھے پھر زمزم شریف پر جا کر اس کا  
پانی پیئے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کر دے  
جیسا جس دن ماں کے پیٹ کے پیدا ہوا تھا۔

فرماتے ہیں :

حيث اخرجہ الواحدی فی تفسیره والجندی  
فی فضائل مكة والديلمی فی مسنده لا یقال  
انه موضوع غایتہ انه ضعیف۔

جیکہ اسے واحدی نے تفسیر اور جندی نے فضائل مکہ اور  
دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جلا  
نہایت یہ کہ ضعیف ہے۔

**اقول** وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ غلط صحاح و تنقیہ و ثابت و موضوع جس طرح وضع ممکن  
یہ نہی صحت محتمل توجہ تک خصوص مقن و سند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو احد الاحتمالین خصوصاً خلافت اصل کو  
معین کر لینا محض ظلم و جزاف ہے تو اُن کی حدیث قبل تین حال جس طرح بسبب احتمال ضعف و سقوط احکام میں  
مستند و معتبر نہ ہوگی یوں ہی بوجہ احتمال صحت و حسن وضع محض موضوع و باطل و ساقط بھی نہ ٹھہر سکے گی  
لاجرم درجہ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں یونہی  
یہاں بھی کما لا یخفی علی اولی النہی (جیسا کہ اصحاب فہم پر مخفی نہیں۔ ت) فرائع الرکعت میں ہمارے علماء کرام  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے :

الراوی انکان غیر معروف یا لفقہاۃ ولا  
بالروایۃ بل انما عرف بحديث او حدیثین  
فان قبلہ الاثمة او سکتوا عنه عند ظہور

راوی حدیث اگر فضا بہت روایت میں معروف نہ ہو  
بلکہ کسی ایک یا دو احادیث معروف ہو اور محدثین نے  
اسے قبول کر لیا یا ظہور روایت کے وقت اس نے خاموشی

معرف العداۃ کے بحث میں ہے ۱۲ منہ (د)

عہ فی مسئلۃ معرف العداۃ ۱۲ منہ (م)

الرواية او اختلفوا كان كاللمعروف وان لم  
يظهر منهم غير الطعن كان مردودا وان لم  
يظهر شيء منهم لم يجب العمل بل يجوز فيعمل  
به في المسند وبات والفضائل والتواريخ

اختیار کی ہو یا اس میں اختلاف کیا ہو تو یہ بھی معروف کی  
طرح ہی ہوگا اگر اس پر محدثین نے طعن کا اظہار ہی  
کیا ہے تو وہ مردود ہوگا اور اگر محدثین نے کسی شے  
کا اظہار نہیں کیا تو اب عمل واجب نہیں بلکہ جائز ہوگا  
تو وہ مستحبات، فضائل اور تاریخ میں قابل عمل ہے (ت)

**فائدہ ۱۱۱:** (تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر قفنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں) اُن ضروری فوائد سے  
کہ جو یہ تعبیل ہنگام تبیین تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر قفنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال ہے کہ اس میں  
مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری متکلیف منکرین نے کیا حالانکہ محض جہالت و بے رہی یا دیدہ و دا  
مخالطہ ذہنی تذکرہ مذکورہ بھی کتب فقہ ثانی سے ہے اُس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو  
لم یوجد کسی کو منکر کسی کو لیس بثبت کسی کو لا یصح کسی کو ضعیف کسی کو مؤول کسی کو بحالہ ثقات  
کسی کو لا بأس بہ کسی کو صحیحہ فلان کسی کو صحیحہ فرماتے ہیں حدیث تقبیل ابہایہن انہیں میں ہے  
جنہیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صحت لا یصح پر اقتصار اور تجربہ کثیرین سے استنباط کیا خاتمہ مجمع بحار الانوار  
میں فرماتے ہیں :

فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشہرة  
على الا لسن والصواب خلافا على نمط ذکرته  
فی التذکرۃ قیثہ من عرف نفسه عرف سر بہ  
لیس بثبت ح دانت رقی فی صورة شاب لہ  
وفرة صحیحہ محمول علی رویۃ المنام  
او مؤول حج المؤمن غیر کریم والمناخت خب  
لشیم موضوع ح ما شهد رجل علی رجل بکفر

فصل، بعض احادیث کی تعیین کے بارے میں جو لوگوں  
کی زبانوں پر مشہور ہیں حالانکہ صواب اس کے خلاف  
ہے اس طریقہ پر جس کا ذکر تذکرہ میں میں کیا ہے اس میں ہے  
وہ شخص جس نے اپنے نفس (آپ) کو پہچان لیا اس نے  
اپنے رب کو پہچان لیا، یہ ثابت نہیں، حدیث میں نے  
اپنے رب کو ایسے خوب صورت جوان کی صورت میں دیکھا  
جس کے بال لمبے و خوب صورت ہوں، صحیح ہے یہ

عہ اقول هذا عجیب فقد اخرجہ ابو داؤد اقول یہ عجیب حالانکہ ابو داؤد (باقی اگلے صفحہ پر)

لہ فرائح الرحمت شرح مسلم الثبوت، بذیل المستصفیٰ مشکوٰۃ جمہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۴۹/۲  
ف۔ یہ عبارت محقق اور متعدد صفحات سے نقل کی گئی ہے حوالہ کے لیے ۵۱۵ تا ۵۱۹ ملاحظہ ہو۔

خواب پر محمول ہے یا یہ موقوف ہے اور حدیث مومن و مومنہ کا کھانے والا اور شرم والا ہوتا ہے اور منافق و منافقات اور کفینہ ہوتا ہے موضوع ہے۔ حدیث نہیں گواہی دیتا

الاباء به احد هما ضعيف في طلب العلم  
فريضة على كل مسلم طرقتها واهية ح من  
ادى القريضة وعلو الناس الخيرات فضله

(بقية حاشية صفحہ گزشتہ)

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منافق کی جگہ لفظ فاجر روایت کیا ہے اور اس کی سند بقول امام مناوی کے جید ہے ۱۲ منہ (ت)

اقول بلکہ یہ اعلیٰ درجے کی صحاح میں سے صحیح ہے، امام مالک اور شیعین وغیرہا

نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو "یا کافر" (اے کافر) کہا، تو وہ کفران دونوں میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے۔ اور بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ جس نے اپنے بھائی کو "یا کافر" کہا تو وہ کفران میں سے ایک پر لوٹ آئیگا۔ ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً سند صحیح کے

ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) صحیح وہ ہے کہ جو حسن سے نیچے نہ ہو جیسے کہ میں نے النجوم الثواب فی تخریج احادیث الکواکب میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

والترمذی والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یلفظ الفاجر صکان المنافق واسنادہ کما قال المناوی جید ۱۲ منہ (م)

عہ اقول بل صحیح من اعلیٰ الصحاح فلما لك والصحيحين غيرهما عن ابن عمر رضي الله عنهما رفعه اذا قال الرجل لاخيه يا كافر فقد باء بها احدهما والبخاري عن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه رفعه من فعا مت قال لاخيه يا كافر فقد باء بها احدهما ولا بدت حبان عن ابی سعيد رضي الله تعالى عنه بسند صحيح مرفوعا ما اكفر من جلد رجلا قط الاباء بهسنا احد هما وفي الباب غير ذلك فان اراد خصوص اللفظ فقليل الجيد ۱۲ منہ (م)

اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

عہ اقول والصحيح انه لا ينزل عن الحسن كما بينته في النجوم الثواب في تخریج احادیث الکواکب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

کوئی آدمی دوسرے کے کفر کی مگر کفران میں سے کسی ایک پر لوٹ آتا ہے، ضعیف ہے۔ اسی میں ہے علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے تمام طرق کمزور ہیں۔ حدیث: وہ شخص جس نے فرض ادا کیا اور لوگوں کو خیر کی تعلیم دی اس کو عابد پر فضیلت حاصل ہے، اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن محدثین فضائل مسلسل میں نمی برتتے ہیں۔ حدیث: وضو پر وضو نور علی نور ہے موجود نہیں۔ اس میں ہے سب ابہر انگلیوں کا باطن جو منہ کے بعد آنکھوں سے نکلنا صحیح نہیں اور بطور تجربہ یہ عمل کثیر علماء سے مروی ہے۔ اس میں ہے نماز دین کا ستون ہے، یہ حدیث ضعیف ہے۔ صلاۃ التبیح (والی حدیث) ضعیف ہے۔ دارقطنی میں ہے فضائل نماز کے بارے میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں نماز تبیح

علی العابد الحدیث ضعیف اسنادہ لکنہم یتساھلون فی الفضائل ح الوضوء علی الوضوء نور علی نور لم یوجد فیہ مسح العینین بیا طمت السبایتین بعد تقبیلہما لا یصح وروی تجریدہ ذلک عن کثیرین فیہ الصلاۃ عماد الدین ضعیف وصلاتہ التبیح ضعیف الدارقطنی اصح شیء فی فضل الصلوٰۃ صلاۃ التبیح فیہ طعام الجواد دواء وطعام البخیل داء فی المقاصد سر جالہ ثقات و فی المختصر منکر فی المقاصد ماء من مزم لما شرب له ضعیف لکن لہ شاہد فی مسلح ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ من یجد لہا دینہا صححہ الحاکم مثل امتی کا مطر

بلکہ اس کی تحریک زبیر نے کی ہے اگرچہ منذری، پھر عراقی نے کہا کہ ہم اس سے آگاہ نہ ہو سکے ۱۲ منہ (ت) حتیٰ یہ ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حسن لذاتہ ہے صحیح لغیرہ ہے البتہ صحیح لذاتہ نہیں اور اس کی تفصیل اللآلی میں ہے (ت)

اقول اسی طرح مناوی نے کہا اور ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق مباہلہ کیا اور کہا کہ وہ چھوٹے ہیں ۱۲ منہ (ت) اقول بلکہ حافظ نے تصریح کی ہے کہ یہ اپنی اسناد کی بنا پر حجت ہے، مناوی نے اسے حسن کہا، امام سفین بن عیینہ، دیلمی، منذری اور ابن جریر نے اسے صحیح کہا ۱۲ منہ (ت) اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور مناوی کہتے ہیں سنی صحیح ہے۔

علہ بل اخرجه زهرين وان قال المنذري ثم العراق لم نقف عليه ۱۲ منہ (م)

علہ الحق انه حدیث حسن صحیح لا شك حسن لذاتہ صحیح لغیرہ ان لم یکن لذاتہ و التفصیل فی اللآلی ۱۲ منہ (م)

علہ اقول کذا قال المناوی وبالغ الذہبی کعادته فقال کذب ۱۲ منہ (م)

علہ اقول بل نص المحافظ انه حجة بطرقه وحنه المناوی وصححه الامام سفین بن عیینہ والد میاطی والمنذری وابن الجزری ۱۲ منہ (م)

علہ ودواء ابو داؤد وقال المناوی اسناد صحیح ۱۲ منہ (م)



والی حدیث اصح ہے۔ اس میں ہے سخی کا کھانا دوا ہے  
بخیل کا کھانا بیماری ہے، مقاصد میں ہے کہ اس کے  
زواۃ ثقہ ہیں، اور مختصر میں ہے کہ یہ منکر ہے۔  
مقاصد میں ہے زمزم کا پانی اسکی کلمے کے لیے ہے جس کی  
خاطر اسے پیایا، ضعیف ہے لیکن اس کے لیے مسلم  
میں شاہد ہے۔ حدیث اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے بعد  
اس اُمت میں ایسے شخص کو مبعوث فرماتا ہے جو اس کیلئے  
دین کی تجدید کرتا ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی۔ حدیث  
میری اُمت کی مثالی بارش کی طرح ہے معلوم نہیں  
اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ وجیز میں ہے، میں، ابوبکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس  
میں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لیے شاہد ہے حدیث اوکس جو دو درقوں  
پر ہے ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے، میں کہتا ہوں سکوت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اسکی بعض سندیں ہیں۔

لا یدری اولہ خیر ام آخرہ موضع فی الوجیز  
انا و ابوبکر و عمر خلفنا من تربۃ واحدة فیہ  
مجاہیل قلت لہ طریق آخر ولہ شاہد  
فی اولی حدیث فی وقتین قال ابن حبان باطل  
قات الوقت اولی فان لہ طرقا عديدة لا باس  
بعضہا من اخلص للہ اسبعین یوما سندہ  
ضعیف ولہ شاہدح یکون فی اخر الزمان  
خليفة لا یفضل علیہ ابوبکر ولا عمر موضع  
قلت بل مؤول الی ہنا ما فی التذکرۃ ملقطا۔  
اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ وجیز میں ہے، میں، ابوبکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس  
میں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لیے شاہد ہے حدیث اوکس جو دو درقوں  
پر ہے ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے، میں کہتا ہوں سکوت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اسکی بعض سندیں ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ عجیب ہے، بلکہ  
اس کو احمد اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور حسن قرار دیا نیز اس بارے  
میں حضرت عمران بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
بھی مروی ہے اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔  
سخاوی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس بارے  
میں حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبداللہ بن عمر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے، ابن عبدالبر  
کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطن کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا  
کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ اقول ہذا عجیب بل اخرجه احمد والترمذی  
فی الجامع عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسنہ  
وفی الباب عن عمران بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ اخرجه البزار قال السخاوی بسند حسن  
وفیہ عن علی وعن عمار وعن عبد اللہ بن عمر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال ابن عبد البر ان  
الحديث حسن وقال ابن القطن لا نعلم لہ  
علۃ قال المناوی اسنادہ جید ۱۲ منہ (م)  
کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطن کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا  
کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (ت)

میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث جس نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے لیے شاہد ہے۔ حدیث آقرزبانے میں ایک غلیظ ہوگا جس سے ابوبکر و عمر افضل نہ ہوں گے، موضوع ہے۔ میں کتابوں بلکہ اس میں تاویل ہے، یہاں تک ان روایات کا ذکر ہے جو تذکرہ میں یقیناً احمقاً۔ (ت)

**قائدہ ۱۲:** (حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس و جلیل احقاقیت اور اہام قاصرین زمان کا ابطال و ازباق) اقول واللہ التوفیق اذ بان اکثر قاصرین زمان میں سند کی فضیلتیں اور بعض ثرین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمہ معتدین میں بعضیہ جرم مذکور ہوں مطلقاً باطل و مردود و عاقل کہ احکام، منافی، سیر، فضائل کسی باب میں اصلاً نہ سننے کے لائق نہ ماننے کے قابل حالانکہ بعض اختراع بین الاندفاع مشاہیر محدثین و جمہیر فقہاء و نوں فرقی کے مخالفت اجماع ہے، غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات و اصطلاحات مرسل منقطع معلق معضل ہے اور فقہاء اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاح حدیث پر تعلیق و اعضاء یا اصطلاح فقہ و اصول پر ارسال ہیں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں بلکہ تمام وسائل حذف کر کے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و امثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل و مرسل ہے، امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ افراد علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارة عما سقط من اسنادہ اشنان  
فہما عدد او مثالہ ما یرویہ تابعی التابعی قائل  
فیہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
وکذلک ما یرویہ من دون تابعی التابعی عن  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او عن  
ابوبکر و عمر و غیرہما، غیر ذاکر لوسائل بینہ  
وبینہم و ذکر ابو نصر السجری الحافظ  
قول الراوی "بلغنی" نحو قول مالک "بلغنی  
عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم قال للمملوک طعامہ و کسوتہ  
الحديث وقال اصحاب الحديث یسمونه  
المعضل قلت وقول المصنفین من الفقہاء

معضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کے سند سے دو یا دو  
سے زائد راوی ساقط ہوں مثلاً وہ جسے تبع تابعی یہ  
کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ روایت جسے  
تبع تابعی کے بعد کا کوئی شخص حضور علیہ السلام سے  
یا ابوبکر و عمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے  
درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے ابو نصر  
السجری حافظ بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول "بلغنی"  
(مجھے یہ روایت پہنچی ہے) مثلاً امام مالک کا قول کہ  
مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت  
پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا  
مملوک کے لیے کھانا اور پکڑے ہیں، الحدیث۔ اور فرمایا





معاذیل بھی مساند کو ان پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص غلیہ فی المسلم وغیرہ (جیسا کہ مسلم الثبوت وغیر میں سکی تصریح کی ہے۔ ت) تاکید اثر میں بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید ذاکرت حماد بن زید باحدیث فقال ما لہوہا لو کان لہا الجحہ یعنی الاسناد (میں نے حماد بن زید سے بعض احادیث کے متعلق مذاکرہ کیا تو فرمایا بڑی جید ہیں اگر ان کے لیے پر یعنی اسناد ہو۔ ت) قطع نظر اس سے کہ واقعہ عین کا عموم لہا (یہ ایک معین واقعہ ہے اس کے لیے عموم نہیں۔ ت) ممکن کہ وہ احادیث دربارہ احکام ہوں، یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کے معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں، قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلاح فہای شئی یقاتل (سند مومن کا اسلحہ ہے جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہو تو وہ کس شے سے لڑے گا۔ ت) صراحت دربارہ عقائد و احکام ہے۔  
فان الحاجة الى القتال انما هي فيما يجري فيه لرائي في نوبت و بان آتی ہے جہاں سختی اور ہاجم جھگڑا التشديد والتاكس دون ما اجمعوا على ہونہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو۔  
(ت) التساهل فيه۔

یوں ہی ارشاد و امام مبارک عبد اللہ بن مبارک لولا الاسناد لقاتل من شاء ما شاء (اگر سند کا اعتبار نہ ہوتا تو جو کسی کی مرضی ہوتی وہی کہتا۔ ت) کہ جب قبول صفات فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور امر عمل قواعد مقررہ شرعیہ مثل احتیاط و اختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء (جو کسی کی مرضی ہو کہے۔ ت) صادق نہ آئے گا کما قد منا بیانہ فی الافادۃ الثانیۃ والعشرین (جیسا کہ ہم اس کا بیان بانیسویں افادہ میں پہلے کر آئے ہیں۔ ت) پر ظاہر کہ یہ اور ان کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نامتصل بحجج اقسامہ ان کے نزدیک ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح و صالح قتال، یونہی ایک راوی بھی ساقط ہو تو ان کے طور پر وہی من شاء ما شاء کا احتیاطی احتمال و لہذا وہ بالاتفاق منقطع و معضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کرتے، اسی لیے فرائح الرحموت میں اصطلاحات مرسل و معضل و منقطع و معلق بیان کر کے فرمایا،  
لہ یظہر لتکثیر الاصطلاح والاسامی فائدۃ (کثیر اصطلاحوں اور ناموں کی وجہ سے کوئی فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ ت)

بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا ذکر ہونا نہ چونا سب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ انھیں امام ابن المبارک

رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کی نسبت کیا فرمایا؛

اخریج مسلم فی مقدمۃ صحیحہ قال قال  
محمد یعنی ابن عبد اللہ بن قہزاذ، سمعت  
ابا اسہ ابراہیم بن عیسی الطالقانی قال  
قلت لعبد اللہ بن مبارک یا ایا عبد الرحمن  
الحديث الذي جاء ان من البر بعد البرات  
تصلي لا بويك مع صلاتك وقصوم لهما مع  
صومك قال فقال عبد الله يا ابا اسحق عن  
من هذا قال قلت له هذا من حديث شهاب بن  
خراش فقال ثقة عن قال قلت عن الحجاج بن دينار  
قال ثقة عن قال قلت قال رسول الله صلى الله تعالى  
عليه وسلم قال يا ايا اسحق ان بين الحجاج بن دينار  
وبين النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حفا وزن تقطع  
فيها اعناق العطى ولكن ليس في الصدقة اختلاف  
نبي اكرم صلى الله تعالى عليه وسلم کے درمیان اتنی عظیم مسافت ہے جسے طے کرتے ہوئے سواریوں کی گردن منقطع ہو جائے  
لیکن والدین کی طرف سے صدقہ کر دینے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (د ت)  
امام نووی شرح میں فرماتے ہیں؛

معنى هذه الحكاية انه لا يقبل الحديث الا  
باسناد صحيح۔ اس حکایت کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سند صحیح  
کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔ (د ت)

اب اگر ان کلمات کو عوم پر رکھتے مرسل، منقطع، معلق، معضل ہر نامتصل باطل و ملحق بال موضوع  
ہو جاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل افادۂ سوم میں ابن حجر کی شافعی و علی قاری حنفی سے گزرا لہذا منقطع یعمل  
به فی الفضائل اجماعاً (منقطع پر فضائل میں اتفاقاً عمل کیا جائے گا۔ ت) لاجرم واجب کہ یہ سب

۱۲/۱ صحیح مسلم باب بیان ان الاستناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی  
۳۱۶/۲ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الركوع مکتبہ امدادیہ طمان

عبارات صرف باب اہم واعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق و ارسال ہونہ کہ جب نفس کلام تخصیص پر دال ہو  
 کما قرس نافی الکلمات المذكورة (جیسے کہ ہم نے کلمات مذکورہ میں گفتگو کی ہے۔ ت) اور واقعی دوبارہ رد و  
 قبول غالب و محاورات علماء صرف نظریہ باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محط انظار نخبہ و نزہہ وغیرہا میں دیکھئے کہ  
 حدیث کی دو قسمیں کیں، مقبول و مردود۔ مقبول میں صحیح و حسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا حالانکہ  
 ضعاف فضائل میں اجماعاً مقبول ہکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح کرنی چاہئے  
 اور توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ت)

(جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک ائمہ فقہاء کی بے سند حدیثیں دربارہ احکام بھی  
 حجت ہیں) یہ سب کلام بطور محدثین تھا، اور جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو مضللات  
 مذکورہ فضائل درکنار خود باب احکام میں حجت ہیں جبکہ مرسل امام معتقد محتاط فی الدین عادت بالرجال بصیر بالعلل  
 غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب محتار امام محقق علی الاطلاق وغیرہا اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے  
 ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے کما نص علیہ فی המשملہ  
 و شروحه وغیرہا (جمیعا کہ مسلم الثبوت اور اس کی شروح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت)

عہ المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقاً  
 اتفاقاً وان من غیرہ فلا اکثر و منهم الامام  
 ابو حنیفہ والامام مالک والامام احمد رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہم قالوا یقبل مطلقاً اذ کان الروی ثقہ  
 وقال ابن ابی ان رحمہ اللہ تعالیٰ مشائخنا الکرام  
 یقبل من القرون الثلاث مطلقاً ومن ائمة  
 النقل بعد ثلاث القرون وقال طائفة من  
 المناخرین منهم الشیخ ابن الحاجب المالکی  
 والشیخ کمال الدین بن الہمام منا یقبل من  
 ائمة النقل مطلقاً من ای قرن کان  
 اعتضد بشئ ام لا ویوقوف فی المرسل من  
 مرسل اگر صحابی کی ہو تو مطلقاً اتفاقاً اسے قبول کیا  
 جائے گا اور غیر صحابی کی مرسل کے بارے میں اکثر  
 علماء ربین میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور  
 امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ کہ رائے یہ ہے  
 مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، ابن ابان  
 رحمہ اللہ تعالیٰ جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں  
 فرماتے ہیں کہ قرون ثلاثہ (تین زمانوں) کی مرسل  
 مطلقاً مقبول ہے اور تین قرون کے بعد ائمہ نقل کی مرسل  
 بھی مقبول ہے، متاخرین کی ایک جماعت جن میں  
 ابن حاجب مالکی اور شیخ کمال الدین بن الہمام ہیں  
 (یعنی احافضہ) کی رائے یہ ہے کہ ائمہ نقل کی مرسل مطلقاً مقبول  
 (باقی بر صفحہ آئندہ)

**اقول** (تحقیق مصنف کہ غیر ناقد کے لیے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم) انصافاً غیر ناقد کے لیے ماسیل  
 مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام اثر میں پر بھی لازم، آخر اس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ فقہ کہ تکلیف مالا یطاق  
 ہے، تو اس کے لیے ذکر وعدم ذکر سند دونوں یکساں اور بلاشبہ قول ناقد محتاط قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم تصحیح صریح والنزاعی سے اعلیٰ نہیں تو کم بھی نہیں اور جو احتمالات مسابقت و تحسین ظن و خطا فی النظر یہاں  
 یوں وہاں بھی حاصل بلکہ مجرب و مشاہدہ بایںہم امام ابن الصلاح و امام طبری و امام نووی و امام زرکشی و امام عراقی و  
 امام عسقلانی و امام سخاوی و امام زکریا انصاری و امام سیوطی و غیرہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتد نے کسی حدیث  
 کی صحت پر تفصیل کی یا کتاب ملتزم الصحتہ میں اسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لیے بس ہے اور احتجاج روا

کما ذکرنا نصوصہم فی مدارج طبقات الحديث  
 وقد تقدم نص القاسري عن شيخ الاسلام  
 فی الافادة الحادية والعشرين۔  
 جیسے کہ ہم نے مدارج طبقات الحديث میں ان کی تصریح  
 کا ذکر کیا ہے اور پہلے اکیسویں افادہ میں ملا علی قاری  
 کے حوالے سے شیخ الاسلام کی تصریح گزر چکی ہے۔ (ت)

تو کیا وجہ کہ یہاں اس پر اعتماد نہ ہو لاہرم جس طرح امام احمد یا یحییٰ کا ہذا الحدیث صحیحہ (یہ حدیث صحیح  
 ہے۔ ت) فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن خزيمة یا ضیاء کا صحاح میں لانا، یونہی منذری کا مختصر میں ساکت رہنا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غیرہم وهو المختار قيل وهو مراد الاثمة  
 الثلاثة والجمهور ولا يقول احد بتوثيق من  
 ليس له معرفة في التوثيق والتجريح وعلى  
 هذا خلاف ابن ابان في عدم اشتراط  
 هذا الشرط في القرون الثلاثة لزعمه عدم  
 الحاجة الى التوثيق في تلك القرون لان  
 الرواة فيها كانوا اهل بصيرة في التوثيق  
 والتجريح اه من مسلم الثبوت وفواتح  
 الرحموت ملخصا ۱۲ منه رضى الله تعالى  
 عنه (د م)  
 خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی  
 تائید ہو یا نہ ہو، اور ان کے علاوہ کی مرسل میں  
 توقف ہے اور یہی مختار ہے، اور کہا گیا ہے کہ  
 تینوں ائمہ اور جمهور کی مراد بھی یہی ہے اور کوئی ایسے  
 شخص کی توثیق کیسے کر سکتا ہے جو توثیق و تجریر کی  
 معرفت نہ رکھتا ہو، اسی بنا پر ابن ابان نے قرون  
 ثلاثہ میں عدم اشتراط کا اختلاف کیا ہے کیونکہ ان  
 کے نزدیک ان قرون میں توثیق کی حاجت نہیں  
 اس لیے کہ ان ادوار میں تمام راوی توثیق اور  
 تجریر کے ماہر تھے اھ مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت  
 سے ملخصاً بیان ہے ۱۲ منہ رضى الله تعالى عنه (ت)

لہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۴۰۶ھ



یوں ہی ابن السکون کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا، یونہی امام محمد ناقد مختلط کا کہنا:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
 فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
 الى غير ذلك من احكامه واحواله ونعوت  
 جماله وشيونه جلالة وصفات كماله صلوات  
 الله تعالى وسلامه عليه وعلى آله صلى الله  
 تعالى عليه وعليهم وبارك وسلم وشرف  
 ومجد وعظم وكرم امين۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، نبی اکرم  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیا، اور اس طرح کے  
 آپ کے دیگر احکام و احوال، آپ کے جمال و جلال  
 کی صفات و شانیں اور آپ کے صفات کا ملہ ہیں  
 آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو اور آپ کی  
 آل و اصحاب پر، آپ پر اور صحابہ پر برکت و سلام،  
 شرافت، بزرگی، عظمت و کرم کی برسات ہو، آمین

الحمد لله که اس جواب کی ابتداء بھی حضور اقدس و اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک اور  
 حضور پر درو سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود و درود مسعود پر ہوئی امید ہے کہ مولیٰ عز و جل اس  
 نام کریم و صلوة تسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور انارت عیون و تنویر قلوب و تکفیر ذنوب و سلامت ایمان و  
 امن و امان و تنعیم قبر و نجات فی المشرق کا باعث بنائے فانہ تعالیٰ بکرمہ یقبل الصلاتین و هو اکرم من  
 ان یدع ما بینہما و کان ذلک لللیلۃ الثالثۃ یوم الاثنين لعلمہا الثامنۃ عشر من الشهر الفاخر  
 شهر ربیع اخرت من شهور السنۃ الثالثۃ عشر من المائۃ الرابعۃ عشر من ہجۃ الجیب  
 سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ و اولیائہ اجمعین اخرجہمونا ان الحمد لله  
 رب العالمین، سیحک اللہم و بحمدک، اشہدان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب  
 الیک، واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتم واحکم۔